UNIVERSAL LIBRARY
OU_224942
UNIVERSAL LIBRARY

بسمہ تعالیٰ شانہ

# اصلاح الرسوم محشی

## مع ضمیمہ مفیدہ

از

حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ العالی

حسب فرمائش ناظم صاحب کتبخانہ فخریہ شاہی کمپنی مراد آباد

شاہی برقی پریس مراد آباد میں طبع ہوئی

قیمت ۸/

مکتبۃ الفرقان بریلی
جس میں ہر قسم کی مذہبی کتابیں بکثرت ملتی ہیں

# فہرست مطبوعات کتبخانہ فخریہ شاہی کمپنی امروہی دروازہ مراد آباد

## سیاسیات اور مذہب کے متعلق گراں قدر تصنیفات

**(۱) ایضاح الادلہ** | سیدنا شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کی مشہور و معروف تصنیف مع ادلۂ ثلثین۔ قراءۃ فاتحہ خلف الامام۔ آمین بالجہر وغیرہ وغیرہ اُن تمام مسائل پر معجزانہ بحث کی گئی ہے۔ جن میں شوافع یا غیر مقلدین کا اختلاف ہے۔ حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہٗ العزیز کا غیر معمولی اور مشہور و معروف تبحر کتاب کی عظمت و جلالت شان کے لئے بہترین ضمانت ہے۔ قیمت قسم اول [illegible]۔ قسم دوم [illegible]۔

**(۲) علماء ہند کی شاندار ماضی** | چار سو سال کی سیاست اور علماء و اکابر ملت کی سیاسی خدمات ملی اور تبلیغی کارنامے جذبات۔ ایثار۔ قربانیاں اور مجاہدات کی تاریخ آج تک پردہ میں تھی۔ الحمد للہ علماء ہند کی شاندار ماضی نے سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پھر سیدنا حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کے زمانہ سے دور حاضر تک کے تمام اکابر کی مقدس اور جفاکش زندگی کا پاکیزہ مرقع بے نقاب کر دیا ہے۔ ہزارہا صفحات کا بے نظیر خلاصہ ہے۔ مفید اور مستند تاریخی سیاسی یادداشتوں کا بہترین مجموعہ ہے۔ ہر بہی خواہ ملت کو عموماً۔ اور علماء و طلبہ کو خصوصاً اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ علماء پر جو الزامات لگائے جا رہے ہیں یہ کتاب اُنکو تار عنکبوت قرار دیکر ایک شاندار تاریخ پیش کرتی ہے جس کے سامنے ہر منصف مزاج گردن جھکا دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کتاب کے پانچ حصے ہیں۔ مجموعہ کی قیمت قسم اول [illegible]۔ قسم دوم [illegible] ہے۔ یکمشت ۴ نسخوں کے خریدار سے محصول ڈاک معاف ایک نسخہ کا محصول ڈاک ۹ ہوتا ہے۔

**(۳) اساس انقلاب یا مراقبہ نماز** | مجاہد جلیل غازی ملت حضرت علامہ محمد بن عبد اللہ انصاری عرف مولانا منصور انصاری مدظلہ العالی مقیم کابل کی مبارک تصنیف مسمیٰ بہ اساس انقلاب یا مراقبۂ نماز اپنے موضوع پر سب سے پہلی تصنیف ہے۔ جس میں علم عقائد کو سیاسی اصول پر ترتیب دیا گیا ہے۔ نماز کا روحانی فلسفہ اور اجتماعیت کا باہمی رابطہ حکومت الٰہی کی بارگاہ میں حلف وفاداری۔ امن و سلامتی کے لئے معجزانہ تعلیم و تربیت اور عملی مشق روحانی اور اخروی فلاح کیلئے کیمیا اثر بے نظیر تلقین و تفہیم۔ پاکباز اور سچے مومن کی نماز مقصد اور روح پرور بصیرت افروز سعادت آموز فلاح بخش بلند پایہ مستند اور صحیح مضامین کا عجیب و غریب مجموعہ ہے۔ طرز تحریر دلچسپ و دلدوز۔ طرز استدلال نہایت قوی شکوک و شبہات سے پاک۔ کتابت۔ طباعت دیدہ زیب و دلپسند۔ صفحات ۱۹۲ قیمت صرف ۸ آٹھ نسخوں کے خریدار کے لئے فی نسخہ کاغذ قسم اول۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار

**(۴) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر** | حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کی عجیب و غریب تصنیف ہے جس میں تفسیر قرآن کے اصول معجزانہ طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب فارسی میں تھی۔ بھوپال کے ایک عالم نے سال پیشتر فصیح عربی میں ترجمہ کیا۔ جس کو مصر میں طبع کرایا گیا۔ اب حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب کی فرمائش کے بموجب حضرت علامہ مولینا عبید اللہ صاحب سندھی۔ حضرت علامہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور حضرت شیخ الفقہ مولانا اعزاز علی صاحب کی نظر ثانی اور تصحیح کے بعد کتب خانہ فخریہ نے طبع کرایا ہے۔ قیمت صرف [illegible]۔

**(۵) نفحۃ العرب** | مصنفہ حضرت علامہ شیخ الفقہ و استاذ الادب مولانا الحاج محمد اعزاز علی صاحب جو عربی ادبیات کا نچوڑ ہے۔ بہترین فصیح و بلیغ اور مصلح اخلاق حکایات و اشعار کا مجموعہ ہے۔ ادب کے ساتھ ساتھ اسلامی تہذیب و تاریخ کا دلچسپ خزانہ ہے۔ دار العلوم دیوبند اور دیگر عربی مدارس میں نفحۃ الیمن کے بجائے داخل درس کر لیا گیا ہے۔ قیمت طبع جدید مع اضافہ جدید ایک روپیہ [illegible]

مینجر کتبخانہ فخریہ شاہی کمپنی امروہی دروازہ مراد آباد

## بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی اخرجنا من الظلمات الی النور والصلوٰۃ علی رسولہ سیدنا محمد الھادی الیٰ ما یوجب السرور والحبور وعلیٰ آلہ واصحابہ الذین نشروا الحق بسعیھم المشکور

اما بعد - اس زمانہ میں اکثر مسلمانوں کو دیکھا جاتا ہے کہ اپنے رسوم اختراعیہ[1] کے اسقدر پابند ہیں کہ فرض و واجب کے قضا ہوجانے کا غم نہ ہو مگر ان رسوم میں رائی برابر بھی کمی نہ ہو اور انکی بدولت طرح طرح کی پریشانی اور تنگدستی اور معصیت[3] میں مبتلا ہوتے ہیں، اور دین و دنیا دونوں کھوتے ہیں - اور چونکہ ہر کہ و مہ[2] میں انکا رواج عام ہے اسلئے انکی برائی بھی دلمیں بس برائے نام ہے بلکہ بعض امر تو بعض کے نزدیک اچھا بلکہ ثواب کا کام ہے، یہی وجہ ہے کہ ناصحین سے الجھتے ہیں اور لغو شبہات تاویلیں کرکے اپنے عمل کو حق سمجھتے ہیں - پھر بعض رسوم کو تو اعتقاداً معصیت بھی جانتے ہیں گو عملاً اسکو ہلکا اور اپنے کو اسکے کرنے میں مجبور و معذور جانتے ہیں لیکن بعض کو بالکل مباح و حلال ٹھیرا یا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ غضب ہے کہ بعض کو طاعت و عبادت بنا لیا ہے چونکہ اسمیں دنیا کا نقصان اور عاقبت کا خسران تھا اسلئے مسلمانوں کو اسپر مطلع کرنا مقتضائے خیر خواہی اہل ایمان تھا، بنا علیہ[4] ضروری معلوم ہوا کہ بعض رسوم کثیر الشیوع[5] کے باب[6] میں کچھ عرض کیا جاوے اور برعایت فہم عوام اسمیں بہت سلیس عبارت و تقریر سے کام لیا جاوے اور باعتبار اقسام ثلثہ مذکورہ[7] کے اسکی تین باب پر تقسیم ہو، اور ہر باب کے فصول متعددہ[8] میں ایک رسم کے حکم کی تعلیم ہے اور چونکہ قسم اول کی قباحت[9] بدیہی[10] اور جلی[11] ہے اور قسم دوم کی اس سے زیادہ اور قسم سوم کی اس سے زیادہ نظری[12] اور خفی[13] ہے اور بدیہی[14] کی تقدیم نظری پر واجب ہے، اسلئے ترتیب ابواب اسی طرح مناسب ہے اور ہرچند کہ اسکے علاوہ اور بھی جگہ بہت سی مختلف رسوم ہیں جو کہ عوام و خواص سب کو معلوم ہیں مگر چونکہ انمیں بھی قریب قریب یہی خرابیاں ہیں اسلئے سب کی تفصیل کی ضرورت نہیں - سمجھدار آدمی ذرا بھی غور کرے، تو سمجھ لینا دشوار نہیں - و سمیتہا[15] باصلاح الرسوم وابدء[16] بامتوکلاً علی الوھاب العلوم -

[1] اختراعیہ گھڑی ہوئی ۱۲
[2] ہر کہ و مہ چھوٹے بڑے سے ۱۲
[3] معصیت گناہ ۱۲
[4] بنا علیہ اسی بنا پر ۱۲
[5] کثیر الشیوع زیادہ رواج والی ۱۲
[6] باب میں بارہ میں ۱۲
[7] ثلثہ مذکورہ تینوں جو ذکر کیے
[8] فصول متعددہ میں چند فصلوں میں ۱۲
[9] قباحت برائی ۱۲
[10] بدیہی ظاہر
[11] جلی روشن ۱۲
[12] نظری غور طلب ۱۲
[13] خفی پوشیدہ ۱۲
[14] یعنی جو ظاہر ہے اسکو غور طلب سے پہلے بیان کرنا ضروری ہے ۱۲
[15] میں نے اسکا نام اصلاح الرسوم رکھتا ہوں ۱۲

[16] اور بخشنے والے دانا علیم پر بھروسہ کرکے شروع کرتا ہوں ۱۲

# پہلا باب

ان رسوم میں جنکو اکثر کرنے والے بھی گناہ سمجھتے ہیں اور اسمیں چند فصلیں ہیں

**فصل اول** :- منجملہ ان رسوم میں شادی میں ناچ کرنے کی رسم ہے جسمیں یہ قبائح[۱] ہیں

(۱) نامحرم عورت کو اہل مجلس دیکھتے ہیں جو آنکھ کا زنا ہے، اسکے بولنے اور گانے کی آواز سنتے ہیں جو کان کا زنا ہے، اس سے باتیں کرتے ہیں جو زبان کا زنا ہے، اسکی طرف قلب کو میلان ہوتا ہے جو دل کا گناہ ہے، جو زیادہ بیحیا ہیں اسکو ہاتھ بھی لگاتے ہیں جو ہاتھ کا زنا ہے، اسکی طرف چلکر جاتے ہیں جو پاؤں کا زنا ہے، بعض فعلِ بد میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں جو اصل زنا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں یہ مضمون صراحۃً موجود ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت لوگوں کو مبتلائے عذاب دیکھا منجملہ ان کے ایک مقام پر دیکھا کہ ایک غار بشکل تنور کے ہے جو اوپر سے تنگ ہے اور نیچے سے فراخ ہے اسمیں آگ بھڑ رہی ہے اور اسمیں بہت مرد اور عورتیں ننگی ہیں، جسوقت آگ کا شعلہ بلند ہوتا ہے اسکے ساتھ وہ سب اوپر کو آجاتے ہیں، اور جب وہ شعلہ نیچے جاتا ہے اسکے ساتھ وہ سب بھی نیچے چلے جاتے ہیں آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں، انہوں نے جواب دیا یہ زناکار لوگ ہیں ۔ روایت کیا اسکو بخاری نے اور ایک حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کرے اللہ تعالیٰ بدنگاہ کرنیوالے کو اور جسکی طرف بدنگاہ کیجاوے (یعنی جب وہ بھی اسکا ارادہ کرے) روایت کیا اسکو بیہقی نے، اور ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص بدنگاہ سے دیکھے گا قیامت کے دن اسکی آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جاویگا،

(۲) اتنے گناہوں کا علی الاعلان ہونا کیونکہ یہ بات مقرر ہے کہ پوشیدہ گناہ کرنے سے علانیہ کرنا زیادہ برا ہے۔ حدیث میں ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قرب قیامت میں فرمایا کہ جب فلاں فلاں امر واقع ہوں اور گانے والیاں اور باجے علی الاعلان ظاہر ہونے لگیں اسوقت لوگوں کو اندیشہ کرنا چاہیئے، سرخ ہوا کا اور زلزلہ کا اور زمین میں غرق ہو جانے کا اور صورت

۱؎ قبائح - برائیاں ۱۲

مسخ ہو جانیکا، اور پتھر برسنے کا اور بڑی بڑی سخت نشانیوں کا کہ اسطرح لگاتار آدیں گی جیسے کسی لڑی کا تاگا ٹوٹ جاوے اور اُسکے دانے لگاتار گرتے لگتے ہیں (روایت کیا اسکو ترمذی نے) واقعی یہ حدیث گویا ناچ ہی کی پیشینگوئی ہے کہ کسی وقت ایسا بھی ہوگا جو لوگ بیباکی سے اسمیں شریک ہوتے ہیں وہ سُن لیں کہ اُسمیں کیسی وعیدیں[1] ہیں، اور حدیث میں ہے کہ ارشاد فرمایا، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ظاہر ہوئی بیحیائی اور فحش کسی قوم میں یہانتک کہ اسکو کھلم کھلا کرنے لگیں مگر پھیل پڑتا ہے اُن میں طاعون اور ایسی بیماریاں کہ اُن کے گذشتہ بزرگوں میں کبھی نہیں ہوئیں (روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے) اور کوئی شک نہیں کہ ناچ میں شریک ہونے سے زیادہ اور کیا بیحیائی ہوگی، طاعون اور نئی نئی بیماریوں کا پھیلنا ہمارے ملک میں ظاہر ہے یہ نتیجہ اُن ہی فحش افعال کا ہوا۔

(۳) بانی و مہتمم مجلس کے لئے خصوصًا یہ کہ وہ اتنے آدمیوں کو گناہ کیطرف بلاتا اور جمع کرتا ہے پس جسقدر جدا جدا سب کو گناہ ہوتا ہے اسی قدر سب ملا کر اکیلے اس بانی و مہتمم کو ہوتا ہے بلکہ اسکی دیکھا دیکھی جو کوئی جب کبھی اس قسم کا جلسہ کریگا اُسمیں بھی یہ شخص شریک گناہ ہوگا، بلکہ اسکے مرنے کے بعد بھی جبتک اسکا بنیاد ڈالا ہوا سلسلہ چلے گا اُسوقت تک برابر اُسکے نامۂ اعمال میں گناہ بڑھتا جاوے گا۔ حدیث میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے جو شخص راہِ ہدایت کیطرف بلاوے جتنے آدمی اسکی پیروی کرینگے جسقدر اُن سب کو ثواب ملیگا۔ اُتنا اس اکیلے کو ملیگا اور اُنکے ثواب میں سے کچھ کم نہ ہوگا۔ اور جو شخص کسی گمراہی کے طریقے کیطرف بلاوے جتنے آدمی اسکی پیروی کرینگے جسقدر اُن سب کو گناہ ہوگا اُتنا اس اکیلے کو ہوگا۔ اور اُن کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

(۴) جو لوگ مجلس میں موجود نہیں، دور دراز رہتے ہیں اُنکو بذریعہ خطوط کے اور رنگین رقعوں کے اطلاع دیتا ہے کہ اسطرح فسق و فجور کر ونگا یا کیا ہے، یہ بھی خود ایک سخت گناہ ہے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ سب کے لیے مُعافی ہے مگر جو کھلم کھلا گناہ کرتے ہیں۔ اور

[1] وعید - دھمکی - وعیدیں جمع ۱۲

اور یہ بھی کھلم کھلا ہی کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستاری[1] فرمائی تھی، مگر صبح کو اس نے خود اپنے کو فضیحت کرنا شروع کیا کہ میاں فلانے ہم نے فلاں دن فلاں کام کیا تھا خود اپنی پردہ دری کی حالانکہ خدائے تعالیٰ نے چھپا لیا تھا۔ فقط

سو ظاہر ہے کہ شادی کے رقعوں میں بقید تاریخ اطلاع ناچ کی دور دور کی جاتی ہے اور اس مضمون میں اس فعل کا استحسان[2] اور دوسروں کو ترغیب[3] شرکت اور اپنی منت کشی[4] ہوتی ہے۔

(۵) اس مجلس میں معازف[5] مزامیر[6] بید دھڑک بجائے جاتے ہیں جو خود سامانِ معصیت ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حکم فرمایا مجھ کو میرے پروردگار نے معازف اور مزامیر کے مٹانے کا (روایت کیا اسکو احمد نے) خیال کرنیکی بات ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کے مٹانے کیلئے تشریف لاویں اُسکے رونق دینے والے کے گناہ کا کیا ٹھکانا ہے۔

(۶) شرکاءِ مجلس کو تو نماز کیا نصیب ہوگی۔ اور پاس پڑوس والوں کی نماز میں گانے کی آواز سے خلل و نقصان واقع ہوتا ہے بعضے لوگوں کو اس پریشانی میں نیند بے وقت آتی ہے اور نماز قضا ہو جاتی ہے سو ان نمازوں کے برباد ہونیکا وبال اُس شخص پر پڑتا ہے، ایک ایک نماز کے ترک پر حدیث میں جہنم کی وعید آئی ہے جس شخص نے اتنے آدمیوں کی نماز خراب کی اسکے عذاب کا کیا ٹھکانا ہے۔

(۷) اکثر ناچ دیکھنے کی جب عادت ہو جاتی اُسکی بُرائی دل سے نکل جاتی ہے بجائے اسکے کہ گناہ کرکے غم ہوتا اور اُلٹی فرحت ہوتی ہے یہ مقام بڑے اندیشے کا ہے، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان ہونیکی یہ علامت فرمائی ہے کہ اگر نیکی کرکے دل خوش اور گناہ کرکے دل بُرا ہو تو سمجھو تم مومن ہو جب گناہ کرکے دل خوش ہونے لگا پھر فرمائیے ایمان کہاں یہ تو ہر ہر دیکھنے والے کا حال ہوا اور جس نے سب کو دکھلایا ہے وہ اکیلا اُن سب کی برابر عقوبت[8] کا مستحق ہوتا ہے۔

---

[1] پردہ پوشی [2] استحسان۔ اچھا سمجھنا ۱۲ [3] مطلب یہ کہ تین گناہ ہوئے (۱) ناجائز اور حرام کو پسند کرنا (۲) حرام کی طرف دوسروں کو رغبت دلانا (۳) اس گناہ کی اوپر جب دوسرے عمل کریں یعنی اس محفل میں شریک ہوں تو خود احسانمند ہونا [4] منت کشی احسانمندی ۱۲ [5] تاشے معزف کی جمع ۱۲ [6] مزامیر مزمار کی جمع منہ سے بجانے کے باجے ۱۲ [8] سزا ۱۲

(۸) بعضے لوگ ناچنے والی کے عشق میں مبتلا ہو کر اپنا سب مال و آبرو اور دین برباد کرتے ہیں اسکا سبب یہی بانیٔ مجلس ہوا تو اس تمامتر وبال میں یہ بھی شریک ہوگا اور یہ عشق مجازی ایسی بُری بلا کی چیز ہے کہ آدمی کو بعض اوقات کافر بنا کر رہتی ہے کیونکہ انسان کا قلب تو ایک ہی ہے اسمیں ایک ہی محبت سما سکتی ہے جب کسی مُردار کی محبت اس میں آویگی خالق کی محبت کم ہوگی اور جسقدر یہ بڑھتی جاویگی اسی قدر خالق کی محبت گھٹتی جاویگی، یہاں تک کہ یہ جب قلب کو بالکل محیط ہو جاویگی وہ بالکل دل سے نکل جاویگی - اور یہی مقام کفر کا ہی - ایک شخص کی حکایت ہے کہ وہ اپنے گھر کے روبرو کھڑا تھا اور دروازہ اس گھر کا حمام کا سا دروازہ تھا - ایک خوبصورت نوجوان لڑکی وہاں گذری اور پوچھا حمام منجاب کا راستہ کدھر ہے، اس شخص نے کہا حمام منجاب یہی ہے وہ اندر چلی گئی اور یہ اسکے پیچھے پیچھے چلا جب لڑکی نے یہ حالت دیکھی سمجھ گئی کہ اس نے دھوکا دیا اُس نے براہ چالاکی بشاشت ظاہر کی اور کہا کہ کچھ سامان عیش و نشاط مہیا کر لینا چاہئے، کہنے لگا جو کہو ابھی تیار ہوا جاتا ہی - اُس نے کچھ فرمائش کی یہ گھر سے اُسکا سامان کرنے کے لئے باہر نکلا، اور اُسکو گھر میں چھوڑ گیا یہ لڑکی نکل کر چلدی وہ شخص لوٹ کر آیا اور اسکو نہ پایا بہت پریشان ہوا اور اکثر اسکو یاد کیا کرتا اور گلی کوچوں میں کہتا پھرتا ؎

یارب قائلۃ یوماً وقد تعبت　　　این الطریق الی حمام منجاب

خلاصہ شعر کا یہ ہے کہ وہ جو حمام منجاب کا راستہ پوچھتی تھی وہ کہاں گئی، اسی طرح تمام عمر مصیبت میں گذری جب مرنے کا وقت پہنچا لوگ کلمہ پڑھنے کو کہتے تھے اور وہ بجائے کلمہ یوں کہتا تھا ؎

یارب قائلۃ یوماً وقد تعبت　　　این الطریق الی حمام منجاب

آخر اسی میں ختم ہوگیا - نعوذ باللہ من سوء الخاتمۃ[۱] - ایک اور شخص کی حکایت ہے کہ کسی پر عاشق ہوگیا اور اس غم میں صاحب فراش ہوگیا کچھ لوگوں نے درمیان میں پڑ کر معشوق کو لانے پر آمادہ کیا، یہ خبر سنکر عاشق تازہ ہوگیا اور منتظر وعدہ ہو کر بیٹھا، دفعتہً ایک شخص نے آکر بیان کیا کہ وہ میرے

---

[۱] ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں بُرے خاتمہ سے ۱۲

ساتھ آنے کو چلا تھا راستہ میں کہنے لگا کہ میں موضع تہمت میں نہیں جاتا ہوں ہر چند سمجھایا مگر اس نے نہ مانا اور واپس ہو گیا اسکو سنتے ہی اُسکی بُری حالت ہو گئی - اور علاماتِ مرگ ظاہر ہونے لگے - اور اس حالت میں یہ کہنا شروع کیا ؎

اعلم یاراحۃ العلیل ؛ ویا شفاء المدنف النحلیل ؛ رضاک اشھی الی فوادی ؛ من رحمۃ الخالق الجلیل

جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے معشوق کو خطاب کرکے کہتا ہو کہ تیری رضامندی نعوذ باللہ تعالیٰ کی رحمت سے بھی زیادہ مرغوب ہے، ایک شخص نے کہا کہ کمبخت خدا سے ڈر کیا کہتا ہے، کہنے لگا جو کچھ ہونا تھا ہو چکا - ناصح اُٹھ کر دروازے تک نہ پہنچا تھا کہ اسکی روح قبض ہو گئی -

ایک اور حکایت ہے کہ مصر میں ایک شخص مسجد میں رہتا تھا اور اذان اور نماز میں لگا رہتا تھا اور اُسکے چہرہ پر نُورِ عبادت چمکتا تھا، ایک روز اذان کہنے کیلئے مینارہ پر چڑھا اس مینارے کے نیچے ایک نصرانی کا گھر تھا اسکی دختر پر نظر پڑ گئی اور عاشق ہو گیا اور اذان چھوڑ چھاڑ نیچے اُترا اسکے گھر پہنچا لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے اور کیا چاہتا ہی اس شخص نے اپنا حال بیان کیا اور کہا میں اس لڑکی کو چاہتا ہوں لڑکی نے جواب دیا کہ تو مسلمان اور میں نصرانی میرا باپ ہرگز تجھ سے نکاح نہیں کر سکتا، کہنے لگا کہ اگر نصرانی ہو جاؤں اُس نے کہا اسوقت ممکن ہے، یہ شخص نکاح کی امید میں نصرانی ہو گیا ابھی نکاح نہ ہوا تھا کہ کسی کام کے لئے کوٹھے پر چڑھا، وہاں سے اتفاقاً گرا اور مر گیا - خسر[1] الدنیا والآخرۃ - یہ آفتیں عشقِ صورت کی ہیں اکثر لوگ اس بلا کو خفیف[2] سمجھتے ہیں اور بعضے اسکو نعوذ باللہ موجبِ قربِ[3] الٰہی و آئینۂ مشاہدۂ جمالِ[4] حقیقی جانتے ہیں جو سراسر الحاد و زندیقی[5] کا اعتقاد ہے اور بزرگوں کے بعض کلام سے جو سند پکڑتے ہیں اُسکے کچھ معنی نہیں سمجھتے -

(۹) بعضے بلکہ اکثر ناچ کرنیوالے اسکو سببِ ناموری اور آبرو کا جانتے ہیں اور اسکے نہونے کو موجبِ اہانت و بے رونقی شادی کا سمجھتے ہیں ظاہر ہی کہ جب گناہ پر آدمی فخر کرنے لگے اور اسکے نہونے کو بیعزتی سمجھے تو اسمیں گناہ کا استخفاف[6] بلکہ استحسان لازم آتا ہی جسکو علماء نے موجبِ[7] زوالِ ایمان فرمایا ہے -

[1] دُنیا میں بھی گھاٹے میں رہا اور آخرت میں بھی ۱۲ [2] ہلکی ۱۲ [3] خدا کی نزدیکی کا سبب ۱۲ [4] محبوب حقیقی کی جمال کی دید کا آئینہ ۱۲ [5] بیدینی ۱۲ [6] استخفاف معمولی جاننا، استحسان اچھا سمجھنا مطلب یہ ہی کہ اس صورت میں نہ صرف یہ ہی کہ بڑے گناہ کو معمولی جانے، بلکہ گناہ کو اچھا سمجھنا لازم آتا ہی ۱۲ [7] ایمان کے زوال کا سبب ۱۲

(۱۰) اسمیں مال جو بے دل کھولکر برباد کرتے ہیں اور قرآن وحدیث میں اسراف[1] کرنیکی حرمت اور وعید موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بیہودہ اُڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے، یعنی اُس شخص نے بڑی ناشکری اور بے قدری نعمت کی کی کہ اسکو اسطرح برباد کیا

(۱۱) جن لوگوں کو دور دور اطلاع ہوتی ہے اور وہ مبارکباد کے خطوط بھیجتے ہیں اُنکو بھی ایسا ہی گناہ ہوتا ہے جیسا شریک مجلس کو۔ ابوداؤد میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص گناہ میں شریک نہ ہو مگر اس سے راضی ہو وہ مثل اسی شخص کے ہے جو اسمیں شریک و حاضر ہو۔ اور اسی طرح کی بہت خرابیاں اسمیں جمع ہیں جنکے بیان کی حاجت نہیں صاف ظاہر ہیں

بعضے لوگ کہتے ہیں کہ صاحب کیا کریں لڑکی والا نہیں مانتا باصرار فرمائش کرتا ہے اُن سے یوں پوچھنا چاہیے کہ اگر لڑکی والا کسی ایسی بات کیلئے زور ڈالے جو تم کو ناگوار ہو مثلاً فرض کرو یوہی کہے کہ تم اپنی ماں بہن کو لاکر نچاؤ گے تو ہم لڑکی دیں گے ورنہ ندیں گے۔ اسوقت یہ لوگ کیا کرینگے کیا اس بیغیرتی کو محض لڑکی لینے کی ضرورت سے گوارا کریں گے یا نہایت برہم ہو کر غیظ وغضب میں آکر مرنے مارنے کو تیار ہو جاویں گے اور لڑکی نہ ملنے کی ذرا بھی پروا نکریں گے مسلمانوں کا فرض ہے کہ شریعت نے جس چیز کو حرام ٹھیرایا ہو اس سے ایسی ہی نفرت ہونا چاہیے جیسا اپنی طبیعت کے خلاف امور سے ہوتی ہے اور جیسے اسمیں شادی ہونے نہ ہونے کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی، اسی طرح خلاف شرع امور میں بھی صاف جواب دیدینا چاہیے کہ خواہ شادی کرو یا نکرو ہم ہرگز ناچ نہونے دیں گے غرض یہ کہ کوئی عذر اور کوئی وجہ مجبوری کی نہیں اسی طرح برادری اور احباب کو چاہیے کہ اگر کوئی شخص نہ مانے تو ہرگز اسکے ساتھ شرکت نہ کریں۔ صاف جواب دیدیں کہ جب تمکو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی پروا نہیں تو ہم کو تمہاری ناراضی کی پروا نہیں

ہزار[2] خویش کہ بیگانہ از خدا باشد　　فدائے یک تن بیگانہ کآشنا باشد

## فصل دوم

منجملہ اُن رسوم کے اکثر نوجوانوں کو گنجفہ شطرنج وغیرہ کھیلنے اور کبوتر بازی و مرغ و بٹیر لڑانے اور کنکوا وغیرہ اُڑانیکی عادت ہے

[1] فضول خرچی ۱۲، [2] ہزاروں اپنے جو خدا سے بیگانے ہوں اُس ایک تن پر قربان جو خدا کا دوست ہو ۱۲

اللہ تعالیٰ نے جہاں شراب قمار کے حرام ہونیکو فرمایا ہے اُسکی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ شیطان یوں چاہتا ہی کہ تمہارے درمیان میں عداوت اور بغض پیدا کر دے اور تمکو اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے دور کر دے سو ظاہر ہے کہ جب حرام ہونیکی علت یہ ٹھیری تو جس چیز میں یہ علت پائی جاویگی اسکو حرام کہا جاویگا، ان سب کھیلوں میں جسقدر قلب کو مشغولی ہوتی ہے اسکو دیکھنے والے جانتے ہیں جو بشری طبعی حوائج ہیں جیسا کھانا پینا، پیشاب پائخانہ اُنکی بھی خبر نہیں ہوتی نماز کا تو کیا ذکر ہی اور ان کھیلوں کی بدولت اکثر آپسمیں گالی گلوج اور رنج و تکرار بلکہ کبھی کبھی ہاتھا پائی کی نوبت آجاتی ہی پھر اسکے حرام ہونے میں کیا شبہ ہے

## شطرنج وغیرہ کا بیان

حدیث میں ہے جو شخص نرد[۲] سے کھیلا اُس نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی روایت کیا اسکو احمد اور ابن ماجہ اور مالک نے اور حدیث میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص نرد سے کھیلے پھر اُٹھ کر نماز پڑھے اُسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص پیپ اور خنزیر کے خون سے وضو کرے اور پھر اُٹھکر نماز پڑھے روایت کیا احمد نے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ شطرنج اہل عجم کا قمار[۳] ہے اور حضرت ابو موسیٰ اشعری کا ارشاد ہے کہ شطرنج نہیں کھیلتا مگر گنہگار یعنی اس کے کھیلنے سے گناہ ہوتا ہی اور اُن سے ہی روایت ہے کسی نے اُن سے شطرنج کھیلنے کو پوچھا فرمایا کہ یہ باطل ہے اور اللہ تعالیٰ باطل کو پسند نہیں کرتا، ان تینوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہی اور ہدایہ و درمختار وغیرہ میں شطرنج کو تصریحاً حرام لکھا ہی خواہ اسمیں بازی بدی جاوی یا ویسے ہی کھیلیں بعضے لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس واسطے کھیلتے ہیں کہ اس سے ذکاوت بڑھتی ہی اور فنون حرب میں اس سے مدد ملتی ہے، سو اول تو یہ بات بالکل لغو ہے اسکو ذکاوت سے کیا علاقہ بلکہ اور عقل خبط ہو جاتی ہے اسمیں ایسا منہمک ہوتا ہے کہ اور کسی چیز کی خبر نہیں رہتی البتہ عجب نہیں کہ کھیلتے کھیلتے خاص شطرنج بازی میں خوب چالیں یاد ہو جاتی ہوں اور اسمیں ذہن دوڑنے لگتا ہو سو اس سے کیا کام نکلا - اور کونسا فائدہ ہوا، اسی طرح فنون حرب سے اسکو کوئی

---

[۱] انسان کی پیدائشی ضرورتیں ۱۲ [۲] نرد یعنی شطرنج ۱۲ [۳] قمار یعنی جُوا ۲

تعلق نہیں اسمیں تو اصطلاحی چالیں ہیں کہ اسپ اسطرح چلتا ہے اور فیل اسطرح وعلیٰ ہذا القیاس
واقعی لڑائی میں یہ چالیں تھوڑا ہی ہیں اس سے جدا گانہ اصول وقواعد ہیں غرض دونوں عذرواہیات
ہیں اور علیٰ سبیل التسلیم[۱] دلائل شرعی کے روبرو قیاسی گھوڑے دوڑانا سخت گناہ اور لیبا کی بات ہے
بعضے کہتے ہیں کہ امام شافعی کے مذہب میں درست ہے ہم اُن کے مذہب پر عمل کرتے ہیں سو اوّل تو اپنے امام
کا مذہب جبکہ وہ قرآن اور حدیث کے موافق ہو چھوڑ کر دوسرے مذہب پر عمل کرنا محض حظِ نفس[۲] کے واسطے
بلا ضرورتِ شدید جائز نہیں اگر ایسی گنجائش دی جاوے تو دین کیا ایک کھیل ہو جاویگا، ہر امر میں کسی نہ کسی
کا مذہب تو موافق خواہشاتِ نفسانی ضرور نکل آویگا۔ مثلاً وضو کر کے خون نکلوایا جو کسی نے کہا کہ وضو ٹوٹ گیا
پھر کر لو۔ کہنے لگا ہم نے امام شافعی کے مذہب پر عمل کر لیا، پھر اتفاق سے عورت کو بشہوت ہاتھ لگایا جو
کسی نے کہا کہ اب تو شافعیؒ کے مذہب کے موافق بھی وضو ٹوٹ گیا اب تو دوسرا وضو کر لو، کہنے لگا
کہ اسمیں امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر عمل کر لیا حالانکہ اسکا وضو بالاجماع[۳] باطل ہو گیا مگر اس نے بے وضو
نماز پڑھ لی۔ اسی طرح ہزاروں خرابیاں دین کے اندر لازم آوینگی، اسی وجہ سے علماء متبحرین نے اجماع کیا
ہے کہ ایک مذہب معیّن کی تقلید واجب ہے تاکہ دین میں خبط نہ کرے اور بندۂ نفس نہ بنجاوے، پھر یہ کہ
امام شافعی کا یہ قدیم[۴] قول ہے اور اسمیں بھی انہوں نے یہ شرط ٹھیرائی ہے کہ کثرت سے نہ ہو اور اسمیں ایسا
انہماک نہ ہو کہ نماز اپنے وقت سے ٹل جاوے، سو ظاہر ہے کہ یہ شرطیں کہیں بھی نہیں پائی جاتیں۔ پھر یہ
کہ اس سے بھی امام شافعی نے رجوع[۵] فرمایا ہے، چنانچہ نصاب الاحتساب میں خلاصہ سے نقل کیا ہے اب
کسی حال میں امام شافعی کے مذہب کو آڑ بنا کر کھیلنے کی گنجائش نہیں رہی۔ اور اسمیں انہماک[۶] کا
ایسا وبال ہے کہ خدا کی پناہ۔ جواب کافی میں ایک شاطر[۷] کی حکایت لکھی ہے کہ سکراتِ موت میں اُس
سے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا، بجائے کلمہ کے کہتا ہے کہ شہ رُخ تجھ پر غالب ہوا اور فوراً مر گیا۔ بات یہ ہے کہ
جب کوئی چیز دل میں رنج جاتی ہے اور رگ و پے میں سما جاتی ہے تو مرتے وقت اُسکا غلبہ ہوتا ہے
اور اُسی دھندے میں آدمی مرتا ہے۔ چو میرد[۸] مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد۔

---

[۱] مان لینے کی صورت، یعنی اگر مان لیا جاوے کہ ذکاوت بڑھتی ہے ۱۲ [۲] نفس کے مزہ کے لئے ۱۲ [۳] بالاتفاق [۴] پہلا قول [۵] یعنی نا جائز کہا ہے ۱۲ [۶] یعنی چھنس جانے کا۔ [۷] شطرنج کھیلنے والا [۸] جب مرتا ہے تو پھنسا ہوا اور جب قیامت کو اٹھے گا تو اسی میں پھنسا ہوا

اب کبوتر بازی کی نسبت سنیئے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک کبوتر کے پیچھے دوڑا جا رہا ہے، آپ نے فرمایا کہ ایک شیطان پیچھے پیچھے جا رہا ہے دوسرے شیطان کے روایت کیا اسکو احمد اور ابوداؤد اور ابن ماجہ اور بیہقی نے پھر کبوتر بازوں کی عادت دوسروں کے کبوتر پکڑنے کی بھی ہے، یہ سراسر ظلم و غضب ہے جسکی نسبت حدیثوں میں آیا ہے کہ اگر کسی کا حق کسی کے ذمہ رہ گیا ہوگا تو قیامت کے روز ظالم کی نیکیاں مظلوم کو اور مظلوم کے گناہ ظالم کو دیئے جاویں گے، پھر ظالم دوزخ میں ڈالا جاویگا۔ اور اگر کوئی کبوتر بازیوں کہے کہ دوسرے بھی ہمارا کبوتر پکڑ لیتے ہیں ہم نے انکا لے لیا تو کیا مضائقہ ہے، سو سمجھنا چاہیئے کہ مبادلہ شرعاً اسوقت صحیح و معتبر ہے جب باہمی رضامندی کیساتھ ہو اور تمام شرائط[1] انعقاد بیع کے موجود ہوں۔ جسطرح تمام دنیا میں خرید و فروخت ہوتی ہے اور یہ چھینا جھپٹی کا مبادلہ سراسر ظلم ہے، کبھی ایک شخص ظلم میں بڑھ گیا، کبھی دوسرا، اور جس نے ظلم کیا ہے اسکی بھی نیت تو آخر خراب ہی رہتی ہے کہ جسقدر زیادتی ہوسکے دریغ نہ کرونگا، گو قابو نہ پڑنے کی وجہ سے مجبور رہے۔ سو جب ظلم زائد کی نیت کر لی اسکا گناہ لکھا گیا خواہ اس فعل پر قادر ہوا یا نہ ہوا۔ حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دو مسلمان ناحق آپس میں لڑیں اور ایکدوسرے کو قتل کر دے تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں، کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ قاتل کا دوزخ میں جانا تو سمجھ میں آگیا، مگر مقتول کے جانے کی کیا وجہ، آپ نے فرمایا کہ جی تو اسکا بھی چاہتا ہے کہ اپنے مقابل کو قتل کرے، اور اگر کوئی کہے کہ کبوتر بازوں کا گروہ اس مبادلہ پر رضامند ہے کہ جو جسکے ہاتھ آوے لیجاوے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ رضامندی تسلیم بھی کر لی جاوے تو جوئے میں داخل ہے، جوا رضامندی سے حلال نہیں ہوتا اسکا حرام ہونا قرآن مجید میں منصوص[2] ہے، غرض کسی طرح اسمیں جواز کی صورت نہیں۔ پھر اسمیں جو مشغولی ہوتی ہے جسمیں نہ نماز کی خبر رہتی ہے نہ اہل حقوق کے حقوق ادا کرنیکی نہ اہل و عیال کی خدمت گذاری کی، یہ خود ایک مستقل وجہ اس شغل کے حرام ہونیکی ہے کیونکہ عبادت و

---

[1] یعنی خرید و فروخت کی تمام شرطیں ۱۲۔ [2] مصرح یعنی جسکی تصریح کردی گئی ۱۲

حقوق مذکورہ واجب ہیں اور ترکِ واجب حرام ہے اور یہ شغل اس حرام کا سبب ہو جاتا ہے اور حرام کا سبب حرام ہے چنانچہ سب مقدمات ظاہر ہیں اور ان لوگوں کا بیدھڑک کوٹھوں پر چڑھ جانا اور پردہ داروں کی بے پردگی کی کچھ پرواہ نہ کرنا اور کبوتروں کو ڈھیلے مارنا، اس سے لوگوں کا پریشان ہونا یہ ایک معمولی بات ہے جسکا قبیح[۱] اور موجب بیعزتی ہونا محتاجِ بیان نہیں درمختار میں ایسی صورت کی نسبت لکھا ہے کہ اگر منع کرنے سے باز نہ آوے تو محتسب[۲] کو چاہیئے کہ ان کبوتروں کو ذبح کر ڈالے۔ الغرض جس چیز میں اسقدر مفاسد ہوں وہ کس طرح جائز ہو سکتی ہے

## کنکوا اُڑانا

اب کنکوے بازی کی نسبت لیجئے جسقدر خرابیاں کبوتر بازی میں ہیں قریب قریب اسمیں بھی سب موجود ہیں۔

(۱) کنکوے کے پیچھے دوڑنا جسمیں پیغمبر صاحب نے دوڑنے والے کو شیطان فرمایا ہے۔

(۲) کنکوے کو لوٹ لینا جسکی ممانعت حدیث میں صراحۃً وارد ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں لوٹتا کوئی شخص ایسا لوٹنا جسکی طرف لوگ نگاہ اُٹھا کر دیکھتے ہوں اور پھر بھی وہ مومن رہے روایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے یعنی یہ خصلت ایمان کی خلاف ہے اس حدیث کے خواہ کچھ ہی معنی ہوں مگر ظاہراً تو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو خارج از ایمان فرمایا۔ اگر کوئی شخص کہے کہ اس لوٹنے میں تو مالک کی اجازت ہوتی ہے تو اسکے ساتھ یہ وعید متعلق نہیں ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے مالک کی ہرگز اجازت نہیں ہوتی چونکہ عام رواج اسکا ہو رہا ہے اسلیئے خاموش ہو جاتا ہے دل سے ہرگز رضامند اور خوش نہیں ہے اگر اسکا قابو پڑے تو ڈور اور کنکوا ہرگز بھی دوسرے کو نہ لینے دے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کنکوا کٹ جاتا ہے بڑی کوشش سے جلدی جلدی ڈور کو کھینچتا ہے کہ جو ہاتھ لگجاوے غنیمت ہے۔

(۳) ڈور کو لوٹ لینا بلکہ اسمیں ایک اعتبار سے کنکوے کے لوٹنے سے بھی زیادہ قباحت ہے

---

[۱] بُرا [۲] کوتوال۔

کیونکہ کنکوا لوٹا ایک ہی کے ہاتھ آتا ہے سو ایک ہی آدمی گنہگار ہوتا ہے اور ڈور تو بیسیوں کے ہاتھ لگتی ہے، بہت سے آدمی گناہ میں شریک ہوتے ہیں اور باعث ان تمام آدمیوں کے گنہگار ہونے کے وہی کنکوا اُڑانے والے ہیں۔ تو حسب قاعدۂ مذکورۂ بالا اُن سب کے برابر اُن اکیلے اُڑانے والوں کو گناہ ہوتا ہے۔

(۴) ہر شخص کی نیت یہ ہوتا کہ دوسرے کے کنکوے کو کاٹ دوں اور اسکا نقصان کروں سو کسی مسلمان کو ضرر پہنچانا حرام ہے۔ اس حرام فعل کی نیت سے دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔

(۵) نماز سے غافل ہوجانا جسکو اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کے حرام ہونیکی علت[ل] فرمائی جیسا اوپر مذکور ہوا ہے۔

(۶) اکثر کوٹھوں پر کھڑے ہوکر کنکوا اُڑانا، آس پاس والوں کی بے پردگی ہونا۔

(۷) بعض اوقات کنکوا چڑھاتے چڑھاتے پیچھے کو ہٹتے جاتے ہیں اور کوٹھے سے نیچے آرہتے ہیں۔ چنانچہ اخبارات میں اس قسم کے واقعات شائع ہوتے رہتے ہیں، اسمیں صریح اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا ہے جو کہ آیتِ قرآنی سے حرام ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے جسپر آڑ نہو۔ اسکی وجہ یہی احتمال ہے کہ شاید گر پڑے سبحان اللہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر کسقدر شفیق ہیں کہ ایسے ایسے احتمالاتِ مضرت سے ہم کو روکیں اور ہم ان احکام کی ایسی بے قدری کریں۔ افسوس صد افسوس۔

(۸) ایک خرابی خاص اسمیں یہ ہے کہ کاغذ جو آلاتِ علم[ع] سے ہے اُسکی اہانت ہوتی ہے۔ اور رُئی کہ آٹے سے بنتی ہے اسکی اہانت ہوتی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ عائشہؓ سے فرمایا کہ روٹی کا اکرام کیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہانت رزق کی ممنوع ہے اسی طرح علم کے ادب کو کون نہیں جانتا کہ ضروری ہے۔ اسمیں دونوں کی اہانت ہے۔

(۹) ان سب کھیلوں میں مفت مال ضائع ہوجاتا ہے اور اسراف و تبذیر[ع] کا حرام ہونا اوپر

ل یعنی شراب اور جوئے کے حرام ہونے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ نماز وغیرہ سے روکتے ہیں ۱۲ ع علم کا سامان ۱۲

قرآن مجید سے ثابت ہو چکا ہے۔

## مرغبازی وغیرہ

اب مرغبازی و بٹیر بازی کی نسبت ملاحظہ فرمائیے۔ حدیث میں ہے کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی کرانے سے درمیان بہائم[1] کے۔ اس حکم میں مرغ بٹیر و تیتر و مینڈھے وغیرہ لڑانے سب آگئے اور واقعی عقل کے بھی خلاف ہے خواہ مخواہ بے زبان جانوروں کو بلا کسی ضرورت و مصلحت کے تکلیف دینا ہے۔ اور کبھی اسمیں قمار بھی ہوتا ہے۔ یہ دوسرا گناہ ہوا اور نماز اور ضروری امور سے غفلت ہونا اور تمام تماشائیوں کے گناہ کا باعث بننا یہ مزید برآں ہے جنکی برائی جدا جدا کئی بار بیان کی جا چکی ہے۔

## فصل سوم!

منجملہ ان رسوم کے آتشبازی ہے اسمیں بھی متعدد خرابیاں جمع ہیں

(۱) مال کا ضائع کرنا جسکا حرام ہونا قرآن مجید میں منصوص ہے

(۲) اپنی جان کو یا اپنے بچوں کو یا پاس پڑوس والوں کو خطرے میں ڈالنا صدہا واقعات ایسے ہو چکے ہیں جسمیں آتشبازوں کا ہاتھ اُڑ گیا، مُنہ جل گیا یا کسی کے چھپر میں آگ لگ گئی جسکی حرمت قرآن مجید میں منصوص ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مت ڈالو اپنی جانوں کو ہلاکت میں، اسی واسطے حدیث میں بلا ضرورت آگ کے تلبس[2] و قرب سے ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ کھلی آگ اور جلتا چراغ چھوڑ کر سونے کو منع فرمایا ہے۔

(۳) بعض آلات آتشبازی میں کاغذ بھی صرف ہوتا ہے جو آلات علم سے ہے اور آلات علم کی بے ادبی خود امر قبیح[3] ہے، جیسا اوپر بیان ہوا، پھر غضب یہ ہے کہ لکھے ہوئے کاغذ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ خواہ اُسپر کچھ ہی لکھا ہو قرآن یا حدیث چنانچہ مجھ سے ایک معتبر شخص نے بیان کیا کہ میں نے کاغذ

---

[1] بہائم یعنی جانور ۱۲ [2] استعمال ۱۲ [3] بُری بات ۱۲

کے بنے ہوئے دیکھے - دیکھنے سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے ورق ہیں -

(۴) بچوں کو ابتدا ء سے تعلیم معصیت کی ہوتی ہے جنکے واسطے شرعی حکم ہے کہ علم و عمل سکھلاؤ گویا نعوذ باللہ حکم شرعی کا پورا مقابلہ ہے بالخصوص شب برأت میں یہ خرافات کرنا جو کہ نہایت متبرک شب ہے یہ بات مقرر ہے کہ اوقات متبرکہ میں جسطرح طاعت کرنے سے اجر بڑھتا ہے اسی طرح معصیت کرنے سے گناہ بھی زائد ہوتا ہے۔

(۵) بعض آلات آتشبازی اوپر کو چھوڑے جاتے ہیں جیسے بیل و بان و پورا وغیرہ۔ اول تو بعضوں کے سر پر آکر گرتے ہیں اور لوگوں کے چوٹ لگتی ہے۔ علاوہ اسکے اسمیں یاجوج و ماجوج کی مشابہت ہے جسطرح وہ آسمان کیطرف تیر چلاویں گے اور کفار کی مشابہت حرام ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں ایام حج میں توپیں چلتی ہیں - اس سے معلوم ہوا کہ آتشبازی درست ہے ورنہ وہاں کیوں ایسا کام ہوتا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو عام لشکریوں کا فعل شرع میں حجت نہیں البتہ عالم محقق و دیندار کا فتویٰ جو مطابق قواعد شرعیہ کے ہو حجت ہوتا ہے - اور ظاہر ہے کہ توپیں وغیرہ چلانا لشکریوں کا فعل ہے نہ کسی عالم کا فتویٰ - دوسرے اسمیں کچھ مصالح بھی نکلتے ہیں، اظہار شوکت اسلام و تعظیم شعائر حج و اعلان ارکان وغیرہ اور آتشبازی میں کونسی شوکت ہے، البتہ اگر مقام پر کسی ضروری امر کے اعلان کیلئے اصطلاح ٹھیرائی جاوے تو بقدر ضرورت جائز ہوگی۔ جیسے وقت افطار و سحر کے اعلام[۱] کے لئے ایک آدھ گولہ چھوڑ دینا اسکا مضائقہ نہیں اور اگر حاجت سے زیادہ ہوگا وہ بھی ممنوع ہے -

## فصل چہارم

منجملہ ان رسوم کے ڈاڑھی منڈانا یا کٹانا اسطرح کہ ایک مشت سے کم رہ جاوے۔ یا مونچھیں بڑھانا جو اس زمانہ میں اکثر نوجوانوں کے خیال میں خوش وضعی سمجھی جاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ بڑھاؤ ڈاڑھی کو اور کترا ؤ مونچھوں کو - روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے۔ حضور نے صیغۂ امر[۲] سے

[۱] اطلاع [۲] ایسا لفظ بولا جائے جس سے حکم معلوم ہوتا ہو ۔ ۱۲

دونوں حکم فرمائے اور امر[۵] حقیقۃً وجوب کے لئے ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں حکم واجب ہیں اور واجب کا ترک کرنا حرام ہے پس ڈاڑھی کٹانا اور موچھیں بڑھانا دونوں حرام فعل ہیں اس سے زیادہ دوسری حدیث میں مذکور ہے، ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اپنی لبیں نہ لے وہ ہمارے گروہ سے نہیں، روایت کیا اسکو احمد اور ترمذی اور نسائی نے۔ جب اسکا گناہ ہونا ثابت ہوگیا تو جو لوگ اسپر اصرار کرتے ہیں اور اسکو پسند کرتے ہیں اور داڑھی بڑھانیکو عیب جانتے ہیں بلکہ داڑھی والوں پر ہنستے ہیں اور اسکی ہجو کرتے ہیں ان سب مجموعۂ امور سے ایمان کا سالم رہنا ازبس دشوار ہے۔ ان لوگوں کو واجب ہے کہ اپنی اس حرکت سے توبہ کریں اور ایمان و نکاح کی تجدید کریں اور اپنی صورت موافق حکم اللہ و رسول کے بنا دیں ۔ اور عقل بھی کہتی ہے کہ ڈاڑھی مردوں کے لئے ایسی ہے جیسے عورتوں کے لئے سر کے بال کہ دونوں باعثِ زینت ہیں جب عورت کا سر منڈانا بدصورتی میں داخل ہے تو مردوں کا ڈاڑھی منڈانا خوبصورتی کیسے ہے کچھ بھی نہیں رواج نے بصیرت پر پردہ ڈالدیا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب ترک بھی منڈاتے ہیں ہم انکی تقلید کرتے ہیں اسکا وہی جواب ہے کہ عام لشکریوں کا فعل جو خلاف شرع ہو حجت نہیں ۔ جو منڈاتا ہے برا کرتا ہے۔ خواہ کسی ملک کا رہنے والا ہو۔ بعض لوگ اپنے کو کم عمر ظاہر کرنیکو منڈاتے ہیں کہ بڑی عمر میں تحصیل کمال کرنا موجبِ عار ہے۔ یہ بھی ایک لغو خیال ہے، عمر تو عطیۂ خداوندی ہے جتنی زیادہ ہو زیادہ نعمت ہے اسکا چھپانا یہ بھی ایک قسم کی کفرانِ نعمت ہے اور بڑی عمر میں کمال حاصل کرنا زیادہ کمال کی بات ہے کہ بڑا ہی شوقین ہے جو اس عمر میں بھی کمال کی دھن میں لگا رہتا ہے ۔ اور اگر چند بےعقلوں کے نزدیک یہ موجبِ عار ہے تو بہت سے کافروں کے نزدیک مسلمان ہونا موجبِ عار ہے تو کیا نعوذ باللہ اسلام کو بھی جواب دے بیٹھیں گے ۔ جیسے کفار کے عار سمجھنے سے مذہب اسلام کو ترک نہیں کرتے فساق کے عار سمجھنے سے وضع اسلام کو کیوں عار سمجھا جاوے ۔ یہ سب شیطانی خیالات ہیں۔ سخت افسوس یہ ہے کہ بعضے طالبعلم عربی پڑھنے والے اس بلا میں مبتلا

[۵] یعنی جب ایسا لفظ بولا جائے جس سے حکم معلوم ہوتا ہو تو اسکا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اسکا کرنا لازم ہے ۱۲

ہیں اُنکی شان میں بجز اسکے کیا کہا جاوے کہ "چارپائے[1] بروکتابے چند" ان لوگوں پر سب سے زیادہ وبال پڑتا ہے اول تو اوروں سے زیادہ واقف پھر اوروں کو نصیحت کریں مسئلے بتاویں خود بدعمل ہوں عالم بے عمل کے حق میں کیا کیا وعیدیں قرآن وحدیث میں وارد ہیں، پھر اُنکو دیکھ اور جاہل گمراہ ہوتے ہیں اُنکی گمراہی کا وبال اُن ہی کے برابر اُن پر پڑتا ہے جیسا اوپر بیان ہوا کہ جو شخص باعث ہوتا ہے کسی کے گناہ کا وہ بھی شریک اُسکے وبال کا ہوتا ہے۔ میرے نزدیک مدرسین ومہتممین مدارس اسلامیہ پر واجب ہے کہ جو طالب العلم ایسی حرکت کرے یا اور کوئی امر خلاف وضع شرعی کرے اگر توبہ کرے فبہا ورنہ مدرسہ سے خارج کردینا چاہئے ایسے شخص کو مقتدائے قوم بنانا تمام مخلوق کو تباہ کرنا ہے ؎

بے ادب[2] را علم وفن آموختن     دادنِ تیغ ست دستِ راہزن

اور یاد رہے کہ نائی کو بھی جائز نہیں کہ کسی کے کہنے سے ایسا خط بناوے جو شرعاً ممنوع ہو خواہ ڈاڑھی کا یا سر کا کیونکہ گناہ کی اعانت بھی گناہ ہے اسکو چاہئے کہ عذر وانکار کردے۔

## فصل پنجم

منجملہ ان رسوم کے ڈاڑھی کا سیاہ خضاب کرنا ہے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخری زمانے میں کچھ لوگ ہونگے کہ سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتر کا سینہ ان لوگوں کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی روایت کیا اسکو ابوداؤد اور نسائی نے اور عقل[3] بھی اس فعل کے قبح کو مقتضی ہے کیونکہ سیاہ خضاب کرکے اپنے بڑھاپے کو چھپاتا ہے، اور دیکھنے والے کو دھوکا دیتا ہے اور فطرت[4] الٰہی کو بدلنا چاہتا ہے اور یہ سب امور قبیح ہیں ابوداؤد میں روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید بال مت نوچو پس بلاشک وہ نور ہے مسلمان کا۔ اور حدیث شریف میں بعضی عورتوں پر لعنت آئی ہے جو اپنے بناؤ سنگار کے واسطے

---

۱؎ ایک جانور ہے جسپر چند کتابیں ہیں ۱۲   ۲؎ بے ادب کو علم وفن سکھانا ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار دیدینا ہے ۱۲

۳؎ یعنی عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہ فعل برا ہو ۱۲   ۴؎ یعنی خدا کی پیدا کی ہوئی صورت ۱۲

اپنی خلقی[۱] وضع کو بدلیں اور اُسکے آخر میں یہ الفاظ ہیں المغیرات لخلق اللہ یعنی جو بدلنے والیاں ہیں اللہ کی قدرتی بنائی ہوئی ہیئت کو سفید بال نوچنے کی ممانعت سے بڑھاپے کو چھپانے کی بُرائی اور دوسری حدیث سے قدرتی وضع کے بدلنے کی بُرائی معلوم ہوئی، سیاہ خضاب میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں اسلئے عقلاً بھی ممنوع ہوا۔ بعضے لوگ کہتے ہیں کہ وسمہ کا سیاہ خضاب اس سے مستثنیٰ ہے۔ اسلئے کہ حدیث میں مہندی اور نیل کے خضاب کی اجازت آئی ہے اور مہندی اور نیل سے سیاہ ہوجاتا ہے مگر یہ امر لازم نہیں کیونکہ مہندی اور نیل کی ترکیبیں مختلف ہیں، بعضے اہل تجربہ کا قول ہے کہ اگر دونوں کو مخلوط کرلیں تو رنگ سیاہ ہوتا ہے اور اگر دونوں کو جُدا جُدا لگادیں تو سُرخ ہوتا ہے۔ بعض سے سیاہی ہوتی ہے اور بعض سے نہیں ہوتی۔ جب حدیث میں سیاہ خضاب سے مطلقاً ممانعت آئی تو حنا اور نیل کا خضاب اُسی ترکیب سے جائز ہوگا جسمیں سیاہی نہ آوے جیساکہ ظاہر ہے اور سیاہ خضاب کے ممنوع ہونے کی جو علت ہے وہ تو وسمہ اور غیر وسمہ میں برابر ہے۔ علت[۲] کے اشتراک سے حکم کا اشتراک ضروری ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خضاب وہ منع ہے جسمیں نیلگونی ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینہ کبوتر سے تشبیہ دی ہے اور کبوتر کا سینہ اُسی رنگ کا ہوتا ہے اور جو بالکل سیاہ ہو تو جائز ہے اس تقریر پر سخت تعجب ہوتا ہے تشبیہ سے تو استدلال کیا حالانکہ تشبیہ میں ادنیٰ[۳] مشارکت بھی کافی ہوتی ہے ممکن ہے کہ گہرے رنگ ہونے میں تشبیہ دی ہو یا مطلق سیاہی میں تشبیہ دی ہو اگرچہ اوصاف سیاہی کے متفاوت[۴] ہوں محاورات میں برابر اس قسم کی تشبیہات استعمال کی جاتی ہیں۔ اور حدیث میں لفظ سواد[۵] تصریحاً موجود ہے اُسپر نظر نہ کی اور بلاضرورت تاویل کرلی۔ غرض سواد[۶] میں تاویل کرنے سے تشبیہ میں توجیہ کرنا زیادہ اقرب ہے۔ جیساکہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں۔ دوسری علت ممانعت کی جو اوپر مذکور ہوئی سیاہی میں زیادہ پائی جاتی ہے اور نیلگونی میں کم۔ تو تعجب ہے کہ جسمیں علت ادنیٰ درجہ کی پائی جاوے وہ تو ممنوع ہو اور جسمیں اعلیٰ طریق پر پائی جاوے وہ جائز ہو، پھر یہ کہ ہم نہیں تسلیم کرتے کہ کبوتر کا سینہ

[۱] یعنی پیدائشی ۱۲ [۲] یعنی جب چیزوں میں ایک ہی وجہ موجود ہی تو انکا حکم بھی ایک ہی ہوگا۔ [۳] معمولی سی شرکت اور مناسبت [۴] مختلف ہوں [۵] سیاہی [۶] یعنی کالے کا مطلب نیا نکالنے کے بجائے عقل سے قریب در لگتی ہوئی بات یہ ہے کہ تشبیہ کا مقصود مناسب بیان کردیا جائے ۱۲

نیلگوں ہی ہوتا ہے بعض کبوتر کا سینہ نہایت گہرا سیاہ ہوتا غرض کوئی دلیل قوی اسکے جواز کی نہیں پائی گئی اگر کسی کو زیادہ تحقیق ہو حسبتہً للہ[۱] اس رسالہ کے حاشیہ پر ثبت فرمادیں البتہ اعدائے[۲] دین کے مقابلہ کے وقت بغرض ہیبت دلانے کے فقہا نے جائز کیا ہی سو ممکن ہی کہ آیت[۳] ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم اور حدیث[۴] الحرب خدعۃ کے عموم میں اسکو داخل کرلیا جاوے بعض لوگ امام ابو یوسفؒ کی روایت کو پیش کیا کرتے ہیں سو بشرط[۵] ثبوت اس روایت کے اور اُن کے رجوع نہ کرنے کے جواب یہ ہے کہ رسم المفتی میں یہ بات مقرر ہو چکی ہی کہ صاحبینؒ میں اگر اختلاف ہو تو جسکے ساتھ امامِ اعظمؒ ہونگے اس قول پر فتوی ہوگا خصوصًا جبکہ وہ قول دلیل صریح سے مؤید بھی ہو۔ اسلئے امام ابو یوسفؒ کے قول پر عمل کرنا خلاف[۶] اصولِ مقررہ مذہبِ حنفی ہے۔ اور بوجہ موجود ہونے دلیل صریح صحیح کے خلاف دیانت بھی ہے اور رنگوں کا خضاب جائز ہے کہ اسمیں اخفا[۷] پیری کا نہیں ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے قول میں کچھ مناسب تاویل کرلینا چاہیے جس سے مخالفت[۸] نص کا شبہ نہ رہے۔

## فصل ششم

### منجملہ ان رسوم کے ڈاڑھی چڑھانا ہے یہ بھی حرام ہی

بخاری ومسلم کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "اعفوا اللحی" وارد ہے جسکے معنی ہیں چھوڑدو اور لٹکاؤ ڈاڑھی چونکہ امر حقیقۃً وجوب کے لئے ہوتا ہے پس نیچے کو چھوڑنا ڈاڑھی کا واجب ہوا اور ........ ظاہر ہے کہ ڈاڑھی چڑھانے میں اس واجب کا ترک لازم آتا ہے اسلئے وہ بھی حرام ہوا اور ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رویفع سے فرمایا کہ شاید میرے بعد تمہاری عمر زیادہ ہو تو لوگوں کو خبر دیدینا کہ جو شخص ڈاڑھی میں گرہ لگاوے اور فلاں فلاں کام کرے پس بلا شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بیزار ہیں۔ گرہ لگانے میں بھی

[۱] خدا کے لئے ۱۲ [۲] دشمنان دین [۳] آیت کا مطلب یہ ہی کہ تم ........ جسقدر بھی قوت اور عمدہ گھوڑے جمع کرسکو کرو تاکہ خدا کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو خوفزدہ کرتے رہو ۱۲ [۴] یعنی جنگ اس میں تدبیر کا نام ہے ۱۲ [۵] یعنی اگر مان لیا جاوے کہ یہ روایت صحیح ہے اور امام ابو یوسفؒ نے اس کے خلاف فتوی نہیں دیا۔ ۱۲ [۶] یعنی ان ضابطوں کے خلاف ہی جو مذہب حنفی میں مفتیوں کے لئے مقرر ہیں۔ ۱۲ [۷] بڑھاپے کا چھپانا ۱۲ [۸] حدیث کی مخالفت ۱۲

ڈاڑھی اپنی اصلی ہیئت سے بدلتی ہے اور اسمیں بل پڑتا ہے جہاں یہ امر پایا جاویگا وعید منطبق ہوگی ڈاڑھی چڑھانے میں ہیئت کا بدلنا اور اسمیں بل پڑنا ظاہر ہے عقلاً بھی غور کیا جائے تو یہ ہیئت تکبر اور تجبر کی ہے تکبر اور اسکی ہیئتوں کا حرام ہونا قرآن وحدیث میں منصوص ہے بہر حال عقلاً ونقلاً یہ عادت مذموم ہے اس سے توبہ کرنا واجب ہے۔

## فصل ہفتم

منجملہ ان رسوم کے سر بیچ میں سے کھلوانا یا آگے سے بال لینا جسکو عربی میں قزع کہتے ہیں اور خود حدیث میں اسکی یہ تفسیر آئی ہے کہ کہیں سے سر منڈا دیا جاوے اور کہیں سے چھوڑ دیا جاوے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قزع سے ممانعت فرماتے ہیں بعضے یوں سمجھتے ہیں کہ بڑوں کے لئے بیشک ممنوع ہے مگر بچوں کے لئے کیا حرج ہے وہ تو غیر مکلف ہیں یہ بالکل خیال باطل ہے اگر بچے غیر مکلف ہیں تو وہ گنہگار نہوں گے مگر اُن کے بزرگ تو غیر مکلف نہیں اُنکو گناہ ہوگا کہ بچوں کا ایسا سر کیوں بنوایا۔ اور حدیث میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ اسکا کچھ سر مُنڈا ہے اور کچھ رہ گیا ہی آپنے ان لوگوں کو منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یا تو سب منڈاؤ یا سب رہنے دو۔ روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو خود اس فعل کا مذموم ہونا دوسرے آپنے بچہ سمجھ کر خموشی نہیں اختیار فرمائی، بلکہ اسکے والی وارثوں کو منع فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ بچوں کیلئے بھی اجازت نہیں۔

## فصل ہشتم

ٹخنوں سے نیچے پاجامہ یا لنگی پہننا یا لمبی آستین بنانا۔ یا بہت لانبا شملہ چھوڑنا۔ حدیث بخاری ومسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نظر رحمت نہ فرماویگا اللہ تعالیٰ اُس شخص پر جو اپنی ازار کو اترانے کی راہ سے نیچے لٹکادے، دوسری حدیث میں اس لٹکانے کی حد آئی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ازار ٹخنوں سے نیچے ہو وہ دوزخ میں ہے روایت

---

ؔ یعنی جہاں یہ بات پائی جائے گی تو جو سزا مقرر کی گئی ہو اوس کے تحت میں آجاویگا۔

کیا اسکو بخاری نے تیسری حدیث میں دوسرے لباسوں میں بھی اسکا حرام ہونا مذکور ہے ۔
ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسبال یعنی دراز کرنا اور حد سے بڑھانا ازار میں بھی ہوتا ہے اور کرتہ میں بھی۔ اور عمامہ میں بھی، جو شخص ان میں سے کسی لباس کو تکبر کی راہ سے حد سے زیادہ بڑھاویگا اللہ تعالیٰ اسکی طرف نظر رحمت نہ کریں گے ۔ قیامت کے روز، روایت کیا اسکو ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے اور اسی کے موئد ایک اور حدیث ہے جسمیں یہ ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے کپڑے اترا کر بڑھاویگا اللہ تعالیٰ اُسکی طرف قیامت کے روز نظر رحمت نہ فرماویں گے ۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے ۔ اسمیں مطلقاً کپڑے کو فرمایا جسمیں تمام کپڑے آگئے جسمیں ازار کے بڑھانے کی حد تو حدیث میں آگئی اور دوسری پوششوں کی نسبت علماء محققین نے فرمایا ہے کہ آستین کا انگلیوں سے آگے بڑھا ہونا اور شملہ کا نصف کمر سے نیچے ہونا یہ سب اسبال ممنوع ہے بعض کج فہم یوں کہتے ہیں کہ حدیث میں تو اسکی ممانعت ہوئی ہے جو براہ تکبر ہو۔ ہم تو تکبر نہیں کرتے اسلئے ہمارے لئے جائز ہے، سو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ اوّل تو یہ کہنا غلط ہے کہ ہم تکبر سے نہیں کرتے، اچھا پھر کیوں کرتے ہو، وضع مسنون کیوں نہیں اختیار کرتے ہو۔ اُسکے اختیار کرنے میں دل کیوں تنگ ہوتا ہے۔ اونچے پائچوں کو حقیر کیوں جانتے ہو اگر یہ تکبر نہیں تو اور کیا ہے، دوسرے یہ کہ حدیث میں جو تکبر کی قید آئی ہے، یہ کیا ضرور ہے کہ قید احترازی[ا] ہو ممکن ہے کہ قید واقعی[۲] ہو چونکہ اکثر لوگ اسی قصد سے کرتے ہیں، اسلئے آپ نے یہ قید ذکر فرمائی اور ممنوع ویسے بھی ہے چنانچہ دوسری حدیث میں ہے جو شروع فصل ہذا[۳] میں لکھی گئی ہے جسمیں ٹخنوں کی حد کا ذکر ہے اسمیں یہ قید تکبر کی مذکور نہیں مطلقاً ارشاد ہوا جس سے ثابت ہوا کہ خواہ تکبر ہو یا نہ ہو ہر حال میں ممنوع ہے ہاں تکبر میں ایک گناہ تکبر کا اور ملکر معصیت[۴] شدید ہو جاویگی

---

[ا] ۔ یعنی اسکا مطلب یہ ہو کہ جو تکبر کی نیت سے نہ کرے تو منع نہیں ۱۲ [۲] یعنی اسکا مقصد یہ ہو کہ جو بھی ایسا کرتا ہے تکبر کی نیت ہی سے کرتا ہے ۔ ۱۲ [۳] شروع فصل ہذا یعنی اس فصل کے شروع میں ۱۲ [۴] معصیت گناہ، شدید سخت ۱۲

یہ دوسری بات ہے اور بلا تکبر ایک ہی معصیت رہیگی، مگر رہیگی تو سہی۔ براءۃ اور جواز کی تو صورت نہ نکلی اگر کوئی کہے کہ ہم اس مطلق[۵۱] کو بھی اسی مقید پر محمول کرلیں گے تو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ امر اصول فقہ حنفی میں بدلیل ثابت ہوچکا ہے کہ مطلق[۵۲] اپنے اطلاق پر رہا کرتا ہے غرض کوئی گنجائش جواز کی نہیں۔ بعض لوگ تقویٰ جتلانے کو نماز میں اوپر کرلیتے ہیں سو نماز سے خارج[۵۳] بھی تو گناہ سے بچنا واجب ہے۔ اس حیلہ سے کیا ہوتا ہے۔ بعض لوگ پائچے تو لمبے بناتے ہیں مگر بنام ٹخنوں سے اونچے لگا لیتے ہیں کہ ٹخنوں سے اوپر جوڑیاں پڑی رہتی ہیں۔ یاد رکھو کہ اصل گناہ تو کپڑا برباد کرنیکا ہے خواہ ٹخنے ڈھکے یا کھلے رہیں۔ اس سے کیا بچاؤ ہوا اور یاد رہے کہ درزی کو بھی ایسا کپڑا سینا جائز نہیں کچھ رزق ایسے ہی کپڑے سینے پر منحصر نہیں ہے۔

## فصل نہم

منجملہ ان رسوم کے گھر میں تصویروں کا لگانا اور بلا ضرورت کتوں کا رکھنا ہے۔ حدیث میں ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں داخل ہوتے فرشتے رحمت کے جس گھر میں کتا یا تصویر ہو روایت کیا اسکو بخاری ومسلم نے۔ اور حدیث میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے زیادہ عذاب اللہ تعالیٰ کے نزدیک تصویر بنانے والے کو ہوگا۔ اور حدیث میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص بجز ان تین غرض کے کتے پالے (۱) مواشی کی حفاظت۔ (۲) شکار۔ (۳) کھیت کی حفاظت۔ اس کے ثواب میں ہر روز ایک قیراط[۵۴] کم ہوتا رہیگا۔ روایت کیا اسکو مسلم وبخاری نے۔ دوسری حدیث میں اس عالم کے قیراط کی مقدار پہاڑ اُحد کی برابر آئی ہے۔ ان حدیثوں سے تصویر بنانا، تصویر رکھنا، بلا ضرورت کتا پالنا سب کا حرام ہونا ثابت ہوگیا اس زمانے میں تہذیب جدید کی لوازم میں سے یہ دونوں امر ہوگئے۔

---

۵۱ یعنی جس حدیث میں تکبر کی قید نہیں اسکا مطلب یہی لیں گے کہ جو تکبر کی نیت سے ایسا کرے ۱۲ ۵۲ یعنی جس حکم میں کوئی قید نہیں اسکو بلا قید ہی رکھا جاتا ہی تو جس حدیث میں تکبر کی قید نہیں اُسکی رو سے ہر نیچا پائچہ منع ہوگا ۱۲

۵۳ باہر ۱۲ ۵۴ ایک وزن کا نام جیسے چھٹانک ۱۲

ہیں۔ تصویر جزو مکان اور کتا داخلِ اہل و عیال سمجھا جاتا ہے ذرا بھی دلکو انقباض[1] اور روک ٹوک نہیں، بید ھڑک دونوں چیزیں برتی جاتی ہیں بعض لوگوں پر اسقدر عقل پرستی کا غلبہ ہے کہ کتے کے اوصاف بیان کر کے وجہ ممانعت دریافت کرتے ہیں گویا در پردہ نعوذ باللہ اس حکم شرعی کی عبث اور لغو ہونے کے مدعی ہیں، اگر سچ مچ اُن کے دلوں میں ایسا ہی خیال ہے تو تجدید[2] ایمان ضروری ہے، مسلمان بننے کے بعد احکامِ شرعیہ کی علت ڈھونڈھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حکام[3] مجازی کے بہت قوانین و احکام کی علت سمجھ میں نہیں آتی اور پھر بے چون و چرا اُنکو مانتے ہیں تو حاکم حقیقی کے احکام میں کیوں چون و چرا کیا جاوے اگر کوئی کہے کہ ہمارا دین تو عقل کی موافق ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ عقل کے موافق ضرور ہے مگر ہر عقل کی رسائی تو وہاں تک ضرور نہیں۔ مثلاً بہت سی چیزیں حسِ بصر[4] سے دریافت کرنے کے قابل ہیں۔ مگر اندھوں کو تو ادراک[5] نہیں ہوسکتا۔ یہ عقل والوں کا کام ہے کہ علتِ[6] احکام کو سمجھ لے۔ یہ عقل انبیاء و اولیائے کاملین و علماء[7] راسخین کو عطا ہوئی ہے، عوام کی عقل میں اسقدر قوت نہیں اور کوئی ڈگری یا پاس حاصل کر لینے سے زمرۂ[8] عوام سے خارج نہیں ہو جاتا، پھر یہ کہ مراد اُس سے دین کے اصول ہیں کہ وہ عقلی ہیں یعنی جو قرآن و حدیث کو بھی مانتا ہو اسکو توحید و رسالت کی تعلیم دلیل عقلی سے ممکن ہے۔ رہ گئے فروع[9] مثلاً فلاں چیز حرام کیوں ہے، فلاں چیز حلال کیوں ہے، اسکا عقلی ہونا باین معنی ضروری نہیں بلکہ اسمیں دلیل شرعی سے مان لینا چاہیئے اور عقل کے موافق بھی یہی بات ہے کہ حاکم کو حاکم ماننے کے لئے جتنی حجتیں چاہئیں کر لی جاویں جب حاکم ہونا تسلیم کر لیا پھر اسکے ہر ہر حکم میں حجتیں کرنا صریح بغاوت ہے میں خیر خواہی سے عرض کرتا ہوں کہ ہر حکم کی علت ڈھونڈھنا اور اُسکے تسلیم میں علت کا انتظار کرنا بالکل الحاد کا پھاٹک ہے — نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔ غرض حکم شرعی کو بلانزاع مان لینا واجب ہے، ہاں ماننے کے

---

[1] تنگی اور تکلیف ۱۲ [2] از سرِ نو ایمان لانا ۱۲ [3] یعنی دنیا دی احکام ۱۲ [4] دیکھنے کی طاقت ۱۲ [5] یعنی علم اور احساس ۱۲ [6] احکام شریعت کی وجہ ۱۲ [7] پختہ کار علماء جیسے امام ابوحنیفہ امام شافعی رحمہم اللہ ۱۲ [8] عوام کی جماعت ۱۲

بعد تحقیق[۱] حکمت کیلئے بطور استفادہ کے اگر غور کیا جاوے تو وجہ بھی نکل آتی ہے اچنانچہ راقم ریل میں ایکبار سفر کرتا تھا، ایک نوجوان کُتّا لئے ہوئے سوار تھے انہوں نے کُتے کے کمالات بیان کرکے یہی سوال کیا، میں نے عرض کیا کہ جناب بیشک کُتّے میں یہ کمالات ہیں مگر اسمیں ایک عیب ایسا سخت ہے جس نے تمام کمالات پر خاک ڈالدی۔ اسلئے شرعًا خبیث قرار پایا۔ پوچھنے لگے وہ کیا ہے میں نے عرض کیا کہ اسمیں قومی ہمدردی نہیں ہے اپنے ہم جنس کو دیکھکر اسکی جو کیفیت ہوتی ہے سب کو معلوم ہے چونکہ جواب صحیح تھا اور سائل کے مذاق کے موافق بھی تھا پس دم بخود ہوگئے بلکہ خوش ہوکر موافقت کرلی، بعض لوگ زبردستی کی ضرورتیں تراش لیتے ہیں کہ ہم نے حفاظت مکان کیلئے پالا ہے۔ صاحب اللہ تعالیٰ ارادہ اور نیت کو دیکھتے ہیں جب خاص قصدِ تفریح[۲] سے پالتے ہیں تو ایسی تصنیفی ضرورت سے اجازت نہیں ہو سکتی، پھر یہ کہ کُتّے سے تو حفاظت وہ کرے جسکے نوکر دربان پہرہ دار نہ ہو جب ماشاء اللہ ایک ایک کام کے لئے متعدد[۳] نوکر ہیں تو کتّوں کی کونسی ضرورت رہ گئی۔ اسی طرح شکار کا پورا سامان بندوق چھرا جسکو میسر ہو وہ کُتّے کیوں پالیں۔ اسی طرح بعض لوگ تصویر کے مقدمہ[۴] میں محاجہ[۵] کرتے ہیں کہ ہم پوری تصویر نہیں بناتے اور نہیں رکھتے بلکہ صرف گردن تک ہوتی ہے اور جب تصویر میں ایسا عضو کم ہو جاوے جسکے بدون حیات ممکن نہیں تو ایسی تصویر جائز ہوتی ہے۔ ان حضرات نے بھی ناحق دخل در معقولات دیا اصل یہ ہے کہ عضو کے کم ہوجانے سے حرمت اسلئے نہیں رہتی کہ وہ تصویر نہیں معلوم ہوتی بلکہ جھاڑ یا درخت وغیرہ معلوم ہوتا ہے۔ اور چہرہ تو تمام تصویر کی ناک ہے جب یہ باقی ہے بس پوری تصویر کے قائم مقام ہے، اور ہرگز اسکی اجازت نہیں ہو سکتی بعض لوگ مانعین[۶] پر اعتراضًا کہتے ہیں کہ صاحب تم روپیہ گھر میں کیوں رکھتے ہو اسمیں بھی تو تصویر ہے۔ یہ طعن بھی نہایت بیجا ہے۔ بات یہ ہے کہ روپیہ تو ایک ضرورت کی چیز ہے، ضرورت میں تنگی کم ہو جاتی ہے اور یہ لوگ محض زینت و آرائش کے

[۱] نکتہ معلوم کرنا ۱۲ [۲] تفریح کے ارادہ سے ۱۲ [۳] کئی کئی ۱۲ [۴] معاملہ ۱۲ [۵] یعنی بحث ۱۲ [۶] منع کرنے والوں پر بطور اعتراض ۱۲

شوق میں تصویریں لگاتے ہیں، کجا یہ کجا وہ، بعض لوگ فوٹو کو حرمتِ تصویر سے علیحدہ سمجھتے ہیں کہ اسمیں تو خود تصویر اُتر آتی ہے۔ کوئی بناتا نہیں۔ ماشاءاللہ غضب کا اجتہاد ہے اسکا سامان جمع کرنا صاحب تصویر کے روبرو اسکا رکھنا تصویر کشی نہیں تو کیا ہے۔

## فصلِ دہم

منجملہ ان رسوم کے غیر مذہب والوں کی وضع بنانا ہے

لباس میں یا طرزِ نشست و برخاست میں یا خورد و نوش میں یا کسی اور امر میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مشابہت اختیار کرے کسی قوم کی پس وہ اُن ہی میں سے ہے روایت کیا اسکو احمد اور ابوداود نے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن ابی العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بدن پر دو کپڑے کسم کے رنگے ہوئے ملاحظہ فرمائے۔ پس ارشاد فرمایا کہ بیشک یہ کپڑے کافروں کی ہیں انکومت پہنو (روایت کیا اسکو مسلم نے) حضرت ابو ریحانہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں کو منع فرمایا منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ فرمایا کہ کوئی اپنے کندھے کے اوپر حریر کا ٹکڑا لگا نے لگے مثل اہلِ عجم کے روایت کیا اسکو ابوداؤد نے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہود و نصاریٰ خضاب نہیں کرتے تم انکی مخالفت کرو روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور اس باب میں اس کثرت سے حدیثیں آئی ہیں کہ حصر دشوار ہے ان حدیثوں سے صاف صاف تشبیہ[۲] بالکفار کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں لباس کی مشابہت کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں بالوں کے رنگنے نہ رنگنے کا مذکور ہے ایک میں مطلق[۳] تشبیہ ممنوع ہے جو اپنے اطلاق کی وجہ سے تمام امور کو شامل ہے۔ اس زمانہ میں بعض لوگوں کے دلکو یہ بات ہرگز نہیں لگتی۔ کوئی صاحب تو حدیثوں کا ہی انکار فرماتے ہیں کہ حدیث کا اعتبار ہی نہیں، غضب ہے ظلم ہے جس

---

۱؎ سب کو جمع کرنا مشکل ہے۔ ۱۲ ۲؎ کافروں کی مشابہت۔ ۱۲ ۳؎ بلا کسی قید کے۔ ۱۲

علم کا ایک ایک ٹکڑا مولف سے بلکہ اسوقت کے راوی سے لیکر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تک بسند[1] متصل[2] و صحیح ثابت ہوا اور ہر زمانہ میں ایک ایک راوی کے حالات و لادت و وفات و سفر و شیوخ[3] و تلامذہ[4] و کیفیت تدین[5] و صدق و قوت حافظہ و صحت عقیدت[6] وغیرہ سے کھود کرید ہوتی رہی ہو، اور ذرا بھی کسی بات میں فرق یا شبہ پڑا ہو فوراً اسکو ترک کردیا گیا ہو جو فن اس تنقید[7] و تحقیق سے مدون[8] ہوا ہو اسکا تو اعتبار نہ ہو۔ اور تاریخ جسمیں ہزاروں رطب[9] و یابس بھرے ہوں مورخ کے قیاسات[10] واقعات قرار پاگئے ہوں مورخین میں اس شدت و کثرت سے اختلاف ہو کہ تطبیق[11] کی صورت ہی نہ بن سکے، نہ ان لوگوں کا ایماندار اور سچا ہونا نہ محدثین کے برابر قوت حافظہ کا ہونا ثابت ہوا ہو اسکا ہر ہر جزو گویا جزو ایمان سمجھا جاوے۔ اس بے انصافی کی کوئی حد بھی ہے۔ بعض صاحب فرماتے کہ حدیث تشبہ کی ضعیف ہے۔ اللہ اکبر ان صاحبوں کو خبر نہ ہو کہ حدیث ضعیف کیا ہے وہ حدیث پر ضعف کا حکم لگا دیں، اچھا صاحب ایک حدیث ضعیف ہی سہی مگر یہ بیشمار حدیثیں کیا سب بلا دلیل ضعیف مان لی جاویں پھر یہ مسئلہ تو قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین[12] آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ۔ وقال[13] اللہ تعالیٰ۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تکونوا کالذین کفروا۔ ان کی تفسیر اور شان نزول تو ذرا تحقیق فرمائیے اور خود حکم کاف[14] کو جو تشبیہ کے لئے ہے ملاحظہ فرمائیے۔ تو معلوم ہوگا کہ قرآن مجید سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے پھر کیا قرآن مجید کو بھی ضعیف کہدیا جاویگا، خدا خیر کرے، بعض لوگ عقلی شبہات اسمیں پیدا کرتے ہیں کہ صاحب اگر تشبیہ حرام ہے تو کھانا بھی مت کھاؤ، چہرہ پر سے ناک بھی اڑا دو کیونکہ دوسری قوموں کیساتھ اسمیں شرکت ہے، اسکی تو ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص زنا کے حرام ہونے پر یہ شبہ کرے کہ صاحب اگر یہ حرام ہے تو نکاح میں جو صحبت ہوتی

---

[1] سلسلہ وار کہ فلاں نے فلاں سے سنا فلاں نے فلاں سے اسی سلسلہ کو سند کہتے ہیں۔ [2] یعنی یہ سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک چلا گیا کہیں نہیں ٹوٹا مثلاً زید نے کہدیا کہ عمر نے یہ بیان کیا حالانکہ زید کی عمر سے ملاقات بھی نہیں ہوئی وہ زید کے بہت پہلے مرگیا تھا۔ [3] استاد۔ [4] شاگرد۔ [5] تدین دینداری، صدق سچائی۔ [6] درستی اعتقاد [7] کھرا کرنا۔ پرکھنا [8] ترتیب دیا گیا [9] رطب تر۔ یابس خشک یعنی کھرا اور غلط [10] یعنی اٹکل پچو باتیں صحیح مان لی گئی ہوں [11] موافقت مطابقت یعنی ایک کو دوسرے سے ملانے۔ [12] اے ایمان والو داخل ہو جاؤ اسلام میں پوری پوری یعنی یہ نہ کرو کہ ایک بات مانو ایک نہیں بلکہ تمام احکام مانو۔ [13] اے ایمان والو! ان کے مشابہ مت ہو جو کافر ہوگئے۔ [14] یعنی کالذین کا کاف جسکا مطلب یہی کہ

ہے وہ بھی حرام ہونی چاہئے۔ کیونکہ صورتِ فعل میں تو دونوں کو شرکت ہے۔ بات یہ ہے کہ جس فن میں آدمی کو دخل نہ ہو اسمیں گفتگو کر کے کیوں بیفائدہ اپنی بیقدری کرے۔ یہ مسئلہ شرعی ہے اہل شرع سے اسکی تحقیق کرنا چاہئے کہ تشبہ حرام کیوں ہے، اسکو سمجھ کر پھر جو کچھ کہنا ہو کہے۔ سو اسکی تحقیق یہ ہے کہ جو امر خود مذموم[ا۵] و ممنوع ہیں اُسمیں تو تشبہ مطلقاً حرام ہے مثلاً پتلون جسمیں ٹخنے ڈھکے ہوں اگر اسمیں تشبہ سے بھی قطع نظر کی جاوے تو بوجہ ٹخنے ڈھنک جانے کے یہ ممنوع ہے جیسا اوپر حدیث آچکی ہے اور اب چونکہ اسمیں تشبہ بھی ہے تو مضاعف[۵۲] گناہ ہو جاویگا اور اگر وہ فعل فی نفسہ[۵۳] غیر مذموم اور مباح ہے تو اگر بقصدِ تشبہ اسکو کیا جاوے یا کسی ایسی قوم کا عرفاً خاصہ ہو تو بھی ناجائز ہو گا اور اگر خود وہ فعل حلال ہے اور قصد تشبہ کا بھی نہیں نہ کسی قوم کا خاصہ ہے تو درست ہی قواعد و احکام شرعیہ کے ٹٹولنے سے اس قاعدہ کی تصدیق ہو سکتی ہے۔ اب ناک کاٹنے اور کھانا چھوڑنے کا شبہ بالکل دفع ہو گیا۔ اور جس جس تشبہ حرام میں لوگ مبتلا ہو رہے ہیں نظر انصاف سے سب کا حال معلوم ہو گیا۔ اول تو جن چیزوں میں مشابہت اختیار کر رکھی ہے وہ ایک قوم کا عرفاً خاصہ ہی یہی وجہ ہے کہ اپنے اہل وطن کو اس وضع میں دیکھ کر جمہور[۵۵] خلائق کو وحشت ہوتی ہے اور خاصہ کا ممنوع ہونا اوپر گذر ہی چکا ہے اور اگر کھینچ تان کر کوئی شخص ان اوضاع[۵۶] خاصہ کے افراد سے نکالکر تمام ملک اور قوموں میں عام و شائع قرار دے تو یہ دعویٰ غلط ہے، ان اوضاع میں ایسا عموم و شیوع نہیں کہ عرفاً اس قوم کا خاصہ نہ سمجھا جاوے، جو لوگ کسی حکومت پر ہیں یا اس قسم کی صحبت زیادہ رہتی ہے بجز ان کے تمام ملک اور تمام قوم اپنی پرانی وضع لئے ہوئے ہے اور فرضاً تسلیم بھی کر لیا جاوے تو خاصہ نہ سہی۔ مگر جو شخص اس وضع کو اختیار کرتا ہے اسکا قصد تو تشبہ ہی کا معلوم ہوتا ہی۔ چنانچہ اکثر اوقات بیساختہ اقرار بھی کر لیتے ہیں کہ اس وضع سے لوگوں کی نظر میں وقعت اور اُن پر ہیبت ہوتی ہے کیونکہ اہل حکومت کی وضع ہے اس مصلحت سے یہ وضع

---

[ا۵] بُرا۔ [۵۲] دوگنا۔ [۵۳] خود تو یعنی بذات خود۔ [۵۴] بُرا۔ [۵۵] ساری مخلوقات کو۔ ۱۲

[۵۶] وضعوں کی یعنی فیشنوں اور طریقوں کی ۱۲

اختیار کی گئی ہے۔ غرض اقرار بھی ہے اور قرائن[۱] قویہ سے بھی یہ یقینی ہے جب قصد تشبہ کا ہوا حرام ہو گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے ٹوپی ترکی پہن لی ہے اب تو تشبہ نہیں رہا۔ اوّل تو وہ ترکی ٹوپی بھی ہمارے ملک میں نیچریوں کا شعار ٹھیر گیا ہے، اسکا پہننا کون تعریف کا کام کیا، پھر یہ کہ اگر ٹوپی بدل دی تو چلو ٹوپی میں مشابہت نہیں رہی ایک گناہ ہلکا ہوا باقی جتنے عددوں میں تشبہ ہے اُتنے گناہ اسپر رہے اسمیں برأت کی صورت کیا نکلی۔ اسطرح کے اور بھی کچھ شبہات پیش کیا کرتے ہیں جنکا جواب اصول مذکورہ کی تحقیق کے بعد خود ہر شخص سمجھ لیگا۔ اب دو دلیلیں ان حضرات کے مزاج کے موافق عرض کرتا ہوں۔ ایک نقلی جو ان کے نزدیک بھی مسلم ہے، دوسرے عقلی جو بوجہ غلبۂ عقل پرستی کے اُس سے بھی زیادہ تسلیم کے قابل ہو گی۔ نقلی دلیل وہ جملہ ہے جسکو اپنے ہر لکچر میں اسلام کی خوبیاں بیان کرنے کے ضمن میں فرمایا جاتا ہے لا رھبانیۃ[۲] فی الاسلام حد[۳] متوسط سے زیادہ اپنے نفس پر تشدد کرنیکی نہی اور نفی لفظ رہبانیت سے کیوں فرمائی گئی، رہبانیت کے کیا معنی ہیں۔ یہ لفظ رہبؔ بنایا گیا ہے یا نہیں اور راہب کسکو کہتے ہیں درویش نصرانی کو کہتے ہیں یا نہیں اگر یوں فرما دیتے کہ اپنے نفس پر زیادہ تشدد مت کرو جب بھی تو مطلب حاصل ہو جاتا، یہ کیوں فرمایا کہ اسلام میں راہب بننے کی اجازت نہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ غلو[۴] فی التشدید کے مذموم ہونیکی علت بتانا منظور ہے، کہ اسمیں راہبوں کی مشابہت ہوتی ہے تو مسلمان ہو کر کیوں راہب بنتے ہو۔ اب بتلائیے تشبہ کا حرام و مذموم ہونا ثابت ہوا یا نہیں۔ دلیل عقلی یہ ہے کہ اگر کسی صاحب سے جو مسئلہ تشبہ میں اُلجھ رہے ہوں مخلی[۵] بالطبع ہونے کے وقت مجمع عام میں ایک زنانہ جوڑا پیش کر کے عرض کیا جاوے کہ زیب بدن فرما لیجئے تو یقین ہے کہ اگر اُن کا قابو چلے تو مستدعی کی جان تک لینے میں بھی دریغ نہ فرمادیں۔ کیوں صاحب تشبہ کا مسئلہ اگر کوئی با وقعت نہیں تو اس

---

۱؎ قوی قرینوں سے ۱۲ ۲؎ اسلام میں سادھو بننا نہیں۔ ۳؎ یعنی درمیانی حد۔ مطلب یہ ہے کہ کچھ کچھ نفس پر سختی تو عبادت میں ہوتی ہی ہے اس سے بڑھکر سختی منع ہے جو برداشت سے باہر ہو تو سوال یہ ہے کہ اس قسم کی سختی کے لئے رہبانیت کا لفظ ہی کیوں استعمال کیا گیا ۱۲ ۴؎ اپنے نفس پر سختی برداشت کرنے میں حد سے زیادہ بڑھ جانا ۱۲ ۵؎ یعنی جب طبیعت میں جھگڑے اور مناظرے وغیرہ کا خیال نہ ہو ۱۲

مقام پر عورت کیساتھ تشبہ کے اختیار کرنے سے کیوں اسقدر غیظ و غضب نازل ہوا جب ایک مسلمان کیساتھ تشبہ ہونے سے تھوڑے فرق کی وجہ سے ناگواری ہے تو کافروں کے تشبہ کرنے سے تو بوجہ اختلافِ دین زیادہ غیرت ہونا چاہیئے اور واضح رہے کہ حکمی وردی[۱] اس حکم سے مستثنیٰ ہے کہ وہ شعار منصب[۲] کا ہے اسکو تشبہ سے کوئی علاقہ[۳] نہیں ۔

# دوسرا باب

## اُن رسوم میں جنکو مباح سمجھتے ہیں اسمیں چند فصلیں ہیں

## فصلِ اوّل

منجملہ اُن رسوم کے شادی کی اکثر بلکہ تمام رسمیں ہیں جو دُنیا میں آنے کے وقت سے اپنے اصلی وطن کی روانگی تک عمل میں لائی جاتی ہیں اور جو بڑے بڑے ثقہ اور عاقل لوگوں میں طوفانِ عام کی طرح پھیل رہی ہیں اور جنکی نسبت لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اسمیں گناہ کی کونسی بات ہوتی ہے، مرد یا عورتیں جمع ہوتی ہیں کچھ کھلانا پلانا ہوتا ہے، کچھ دینا دلانا ہوتا ہے، کوئی ناچ نہیں، کوئی رنگ نہیں، پھر اسمیں شرع کے خلاف ہی کیا ہے جس سے روکا جائے ۔

حضرات! اس غلط گمانی کی وجہ صرف یہ ہوئی کہ رواجِ عام نے قوتِ نظریہ[۴] کو ضعیف کر دیا کہ چند امور جو ظاہراً مباح ہیں انکو تو دیکھ لیا اور جو اُن کے اندر پنہانی اور اندرونی مفاسد اور ر

---

[۱] یعنی جس کو سرکاری حکم کی وجہ سے پہنا جائے ۱۲ [۲] عہدہ کی علامت ۱۲ [۳] تشبہ میں جو اصلی خرابی ہے وہ یہ کہ دلکا رجحان کافروں کی چیز کیطرف ہو، یہاں اس رجحان کا پایا جانا ضروری نہیں اور اگر یہ رجحان پایا جاتا ہے تو یہ بھی گناہ کی چیز ہوگی موجودہ زمانہ میں اُن چیزوں کا بھی یہی حکم ہے جنکا تعلق کانگریس سے ہے کیونکہ یہاں اسلام کے سب سے بڑے دشمن یعنی انگریز کے مقابلہ میں ایک مشترک شکل اختیار کی گئی ہے اور بڑے دشمن کے مقابلہ میں چھوٹے دشمن سے اشتراکِ عمل میں کوئی خرابی نہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچنے کیوقت مدینہ کے یہودیوں سے دوسرے کافروں کے مقابلہ میں اشتراکِ عمل کا معاہدہ کر لیا تھا ۱۲ [۴] غور و فکر کی طاقت ۱۲

خرابیاں ہیں وہاں تک نظر نہ پہنچ سکی جیسا کوئی نادان بچہ مٹھائی کا ذائقہ و رنگ دیکھ کر سمجھتا ہے کہ یہ تو بڑی اچھی چیز ہے اور ان مضرتوں پر نظر نہیں کرتا جو اسمیں مخفی ہیں اور جنکو ماں باپ سمجھتے ہیں اور اسلیئے اسکو روکتے ہیں اور وہ ان خیرخواہوں کو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ حالانکہ ان رسوم میں جو کچھ خرابیاں ہیں وہ زیادہ پوشیدہ اور خفی نہیں ہیں بلکہ اکثر لوگ ان خرابیوں سے متنفر اور انکی وجہ سے پریشان ہیں۔ مگر مرگ انبوہ کے طور پر سب خوشی خوشی اسکو کرتے ہیں اور ناصح سے منقبض[۱] ہوتے ہیں۔ سو ان میں سے ایک رسم اولاد کے پیدا ہونے کے وقت کی ہے جسمیں یہ مفاسد[۲] ہیں۔

(۱) یہ ضروریات سے سمجھا جاتا ہے کہ حتی الامکان پہلا بچہ باپ کے گھر ہونا چاہیئے جسمیں بعض اوقات جب وہ عورت سسرال میں موجود ہو قریب زمانہ میں باپ کے گھر بھیجنے کی پابندی میں یہ بھی تمیز نہیں رہتی کہ آیا یہ سفر کے قابل ہے یا نہیں جس سے بعض اوقات کوئی بیماری لگجاتی ہے حمل کو نقصان پہنچتا ہے، مزاج میں ایسا تغیر واقع ہوتا ہے کہ اسکو اور بچہ کو مدت تک بھگتنا پڑتا ہے، بلکہ اہل تجربہ کا قول ہے کہ اکثر بیماریاں بچوں کو زمانۂ حمل کی بے احتیاطیوں سے ہوتی ہیں غرض دو جانوں کا اسمیں نقصان پیش آتا ہے، پھر یہ کہ ایک امر غیر ضروری کی اسقدر پابندی کہ کسی طرح ٹلنے نہ پاوے اپنی طرف سے ایک جدید شریعت تصنیف کرنا ہے۔ بالخصوص جبکہ اسکے ساتھ یہ عقیدہ ہو کہ اسکے خلاف کرنے سے کوئی نحوست ہوگی یا ہماری بدنامی ہوگی۔ اعتقادِ نحوست تو شعبہ[۳] شرک کا ہے کہ غیر اللہ کو نافع[۴] یا ضار سمجھا اسی واسطے حدیث میں اسکی صاف نفی آئی ہے کہ بدشگونی کوئی چیز نہیں۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ ٹوٹکا شرک ہے۔ اور بدنامی کا اندیشہ یہ شعبہ[۵] تکبر کا ہے اور تکبر کا حرام ہونا قرآن اور حدیث میں منصوص[۶] ہے اور اکثر خرابیاں

---

[۱] تنگ دل ۱۲ [۲] خرابیاں ۱۲ [۳] شعبہ۔ شاخ۔ شعبہ شرک یعنی شرک کی شاخ ۱۲ [۴] نفع دینے والا یا نقصان دینے والا۔ ۱۲ [۵] تکبر اور غرور کی شاخ ہے ۱۲ [۶] صراحت سے بیان کیا گیا ہے ۱۲

اور پریشانیاں اسی ننگ و ناموس کی بدولت طوق[51] گلو ہو گئی ہے

(۲) بعض جگہ قبل پیدائش چھاج یا چھلنی میں کچھ اناج اور سوا پیسہ مشکلکشا کے نام کا رکھا جاتا ہے یہ صریح شرک ہے۔

(۳) بعد پیدائش کے گھر والے کے ساتھ کنبہ کی عورتیں بھی بطور نیوتہ کے کچھ جمع کر کے دائی کو دیتی ہیں اور ہاتھ میں نہیں دیتیں بلکہ ٹھیکرے میں ڈالتی ہیں ملاحظہ فرمائیے کہ یہ کونسا طریقہ دینے کا معقول ہے کہ ہاتھ کو چھوڑ کر ٹھیکرے میں ڈالا جاوے۔ اور اگر ٹھیکرے میں نہ ڈالیں ہاتھ میں دیں تب بھی غور کرنے کی بات ہے کہ ان دینے والیوں کا مقصود اور نیت کیا ہے۔ جسوقت یہ رسم ایجاد ہوئی ہوگی اسوقت کی تو خبر نہیں کہ کیا مصلحت ہو شاید بوجہ مسرت[52] طبعی کی ہو کہ سب عزیزان کا دل خوش ہوا بطور انعام کے سب نے کچھ کچھ دیدیا، مگر اب تو یقینی بات ہے کہ خواہ مسرت ہو یا نہ ہو ضرور دینا ہوتا ہے۔ بعض عورتیں کنبہ کی نہایت مفلس اور نادار ہیں مگر باصرار انکو بلایا جاتا ہے اگر نہ جائیں تو تمام عمر شکایت گائی جاوے اور اگر جاویں تو اٹھنی چونی کا انتظام کر کے لیجاویں۔ نہیں تو بیبیوں میں سخت ذلت اور شرمندگی ہے غرض جاؤ اور جبراً قہراً دیکر آؤ کیا صریح ظلم ہے کہ گھر بلا کر لوٹا جائے بجائے مسرت کے بعضوں کو پورا جبر گذرتا ہے مگر یہ امکان نہیں کہ یہ ٹیکس نہ ادا کیا جائے، سرکاری مالگذاری میں اکثر مہینوں کی دیر ہوجاتی ہے مگر اسمیں ایک منٹ کا توقف نہیں ہوتا بلکہ میعاد سے پہلے مہیا کرلینا واجب ہے۔ فرمائیے کہ اسطرح اور اس نیت سے مال کا خرچ کرنا یا لینے والے کو لینا یا گھر والوں کو اس لینے دینے کا باعث بننا کہاں جائز ہے کیونکہ دینے والے کی نیت تو محض تعرض[53] و ترفع[54] ہے جسکی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص شہرت کا کپڑا پہنے قیامت میں اللہ تعالیٰ اسکو ذلت کا لباس پہنا دیں گے یعنی جو کپڑا خاص شہرت کی نیت سے پہنا جاوے۔ معلوم ہوا کہ کوئی کام شہرت کی نیت سے کرنا جائز نہیں، یہاں تو خاص یہی نیت ہوتی ہے۔ کہ دیکھنے والے کہیں گے کہ فلاں نے یہ دیا ورنہ مطعون

---

[51] گلے کا ہار ۱۲ [52] خوشی ۱۲ [53] یعنی شہرت ۱۲ [54] بلندی ۱۲

کریں گے کہ ایسے آئینگی کیا ضرورت تھی، دینے والی کو تو یہ گناہ اب لینے والی کو سنئے۔ حدیث میں آیا ہے کہ کسی مسلمان کا مال حلال نہیں بدون اسکی دلی خوشی کے جب ایک شخص نے جبراً کراہت سے دیا۔ لینے والے کو لینے کا گناہ ہوا۔ اگر دینے والا با وسعت[۱] ہے اور اسکو جبر بھی نہیں گذرا مگر غرض تو اسکی بھی وہی ترفع[۲] اور افتخار[۳] ہے جسکی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اُن لوگوں کی دعوت قبول کرنے سے جو فخر کیلئے کھلاویں، غرض ایسے شخص کا کھانا کھانا یا اسکی چیز لینا بھی ممنوع ہے کیونکہ اسمیں اسکی معصیت[۴] کی اعانت[۵] ہے اور اعانتِ معصیت خود معصیت ہے غرض لینے والا بھی گناہ سے نہ بچا۔ اب گھر والوں کو لیجئے کہ وہی لوگ بلا بلا کر باعث اس معصیت کا ہوئے وہ یوں مبتلا ہوئے، غرض اچھا نیوتہ پڑا کہ سب کو گناہ میں نیوت دیا۔ اور رسم نیوتہ کی اکثر تقریبات میں ادا کی جاتی ہے جسمیں علاوہ مفاسدِ[۶] مذکورہ کے یہ خرابی ہے کہ حسب قاعدۂ المعروف[۷] کالمشروط یہ تو طے ہوگیا ہے کہ یہ قرض ہے اب قانونِ قرض کو شرع میں ملاحظہ فرمائیے کہ اول تو بلا ضرورت قرض لینا ممنوع ہے اور نیوتہ میں کچھ ضرورت پر نظر نہیں ہوتی۔ ثانیاً[۸] وقت وسعت کے ادا کر دینا چاہیئے، اگر نیوتہ کا بدل کوئی شخص اگلے دن دینے لگے ممکن نہیں کوئی شخص قبول کرلے۔ ثالثاً[۹] گنجائش نہ ہونے کے وقت مہلت دینا واجب ہے۔ یہاں موقعہ پر خواہ گنجائش ہو یا نہو مگر اسکا ادا کرنا لازم ہے۔ غرض تینوں قانون میں شریعت کی مخالفت کی جاتی ہے اسلئے یہ رسم نیوتہ کی جسطرح متعارف ہے جائز نہیں رہی۔

(۴) پھر نائن گود میں کچھ اناج ڈالکر سارے کنبے اور برادری میں بچہ کا سلام کہنے جاتی ہے اور وہاں سب عورتیں اسکو کچھ اناج دیتی ہیں اسمیں بھی وہی خیالات اور نیتیں ہیں، جو ۳ میں مذکور ہوئیں۔

(۵) گھر پر سب کمینوں کو حق دیا جاتا ہے جنکو ۶ ۳ کھانبہ کہتے ہیں۔ ان میں بعض لوگ

---

[۱] گنجائش والا ۱۲ [۲] بڑائی ۱۲ [۳] فخر ۱۲ [۴] گناہ ۱۲ [۵] مدد ۱۲ [۶] خرابیاں ۱۲

[۷] جو بات عام طور سے لازم مانی جاتی ہے وہ ایسی ہی ہے جیسے شرط کرلی گئی ہو ۱۲ [۸] دوسرے ۱۲ [۹] تیسرے

تو خدمتگزار ہیں انکو تو خواہ حقِ خدمت سمجھ کر خواہ انعام سمجھ کر دیا جاوے تو مضائقہ نہیں بلکہ مستحسن ہے مگر یہ ضرور ہے کہ اپنے مقدور کا لحاظ رکھے یہ نہیں کہ مطعون ہونیکے اندیشے سے خواہی نخواہی قرض لے گو سودی لے اپنی زمین باغ کو فروخت کرے یا گرو رکھے، اگر ایسا کریگا تو بوجہ ارتکاب[۲] ریا[۳] و نمود[۱] کے یا بلا ضرورت قرض لیکر لوگوں کے مال تلف کرنے کے اور سود دینے کے جو کہ گناہ میں سود لینے کی برابر ہے یا تکبر و افتخار کے جو نصاً[۴] حرام ہے یا اسراف[۵] کے جسکی حرمت بھی منصوص ہے ان وجوہ سے ضرور گنہگار ہوگا خیر یہ تو خدمت گذاروں کے انعام میں گفتگو تھی بعض کمین وہ ہیں جو کسی مصرف کے نہیں نہ وہ کوئی خدمت کریں نہ کسی کام آدیں نہ اُن سے کوئی ضرورت متعلق مگر فرضخواہوں سے بڑھ کر تقاضا کرنیکو موجود اور خواہی نخواہی انکو دینا ضرور اسمیں خرابیاں اور وجوہ معصیت[۶] کی دینے والوں اور لینے والوں کے لئے جمع ہیں اُن کا بیان اوپر آچکا ہے حاجتِ اعادہ نہیں علاوہ بریں جب اُنکا کوئی حق واجب نہیں انکو دینا محض احسان ہے اور احسان میں زبردستی حرام اور اس رسم کو جاری رکھنا تائید فعل حرام کی ہے۔ اور حرام کی تائید بھی حرام ہے۔

(۶) پھر دھیانیوں کو دودھ دھلائی کے عنوان سے کچھ دیا جاتا ہے اسمیں بھی وہی ضروری سمجھنا اور جبراً قہراً دینا یا اگر خوشی سے دیا تو ناموری اور سرخروئی کے لیئے دینا سب ظلمتیں موجود ہیں اور کفار کیساتھ تشبہ جدا رہا جس سے اسمیں بھی جواز کی گنجائش نہیں ہوسکتی۔

(۷) اچھوانی پھر گوند اور پنجیری سارے کنبے اور برادری میں تقسیم ہوتی ہے۔ اسمیں بھی اسی نیت فاسد اور نماز روزہ سے بڑھ کر ضروری سمجھنے کی علت موجود ہے، بالخصوص پنجیری

---

[۱] دکھاوے کیلئے عمل کرنا۔ ۱۲ [۲] ارتکاب بمعنی کرنا۔ ۱۲ [۳] ریا۔ دکھاوا ۱۲ [۴] یعنی جس کے حرام ہونے کے متعلق صریح حدیثیں اور آیتیں وارد ہیں ۱۲ [۵] فضول خرچی یعنی فضول خرچی کی باعث ہیں جسکے حرام ہونیکو قرآن پاک میں صراحۃً بیان کیا گیا ہی ۱۲ [۶] یعنی دینے اور لینے والے دونوں کیلئے گناہ کی وجوہات موجود

میں تو اناج کی ایسی بے قدری ہوتی ہے کہ الٰہی توبہ! تقریب والے کی تو اچھی خاصی لاگت لگ جاتی ہے اور وہ کسی کے منہ تک بھی نہیں جاتی، پھر اناج کی ایسی بے ادبی کہیں جائز ہو سکتی ہے؟

(۸) نائی اطلاعی خط لیکر بہو کی سسرال میں جاتا ہے اور وہاں اسکو کچھ انعام دیا جاتا ہے خیال کرنیکی بات ہے کہ جو کام ایک پیسہ کے کارڈ میں نکل سکتا ہے اسکے لئے خاص کر ایک آدمی جانا یہ کون امر معقول ہے، پھر خواہ سسرال میں کھانیکو میسر ہو یا نہ ہو مگر نائی صاحب کا فرض جو نعوذ باللہ خدا کے فرض سے بڑھ کر سمجھا جاتا ہے ادا کرنا ضرور اور وہی ناموری کی نیت ہونا وغیرہ جو ظلمات ہیں وہ یہاں بھی رونق افروز ہیں اسلئے یہ بھی جائز نہیں ہو سکتا۔

(۹) پھر سوا مہینہ کا چلہ نہانے کے وقت پھر سب عورتیں کنبہ کی جمع ہوتی ہیں اور کھانا وہاں ہی کھاتی ہیں اور رات کو کنبہ یا برادری میں دودھ چاول تقسیم ہوتے ہیں۔ بھلا صاحب یہ زبردستی کھلانے کی بیچ لگانے کی کیا وجہ؟ دو قدم پر گھر مگر کھانا کھائیں یہاں، وہی مثل مان نہ مان، میں تیرا مہمان۔ انکی طرف سے اور گھر والوں کی نیت ناموری اور طعن و تشنیع سے بچنے کی یہ دونوں وجہ اسکی ممانعت کے لیے کافی ہے، اسی طرح دودھ چاول کی تقسیم یہ بھی محض لغو ہے، ایک بچے کے ساتھ تمام بزرگان منقطع کو شیر خوار بنانا کیا ضرور تھا، پھر اسمیں بھی وہی نام و نمود کا زہر اس رسم کے ممنوع ہونے کیلئے بس ہے۔

(۱۰) اس سوا مہینے تک زچہ کو نماز کی ہرگز توفیق نہیں ہوتی بڑی بڑی پابند نماز بے پروائی کر جاتی ہیں مسئلہ شرعیہ ہے کہ نفاس کے اقل درجہ کی کوئی حد نہیں جسوقت خون بند ہو جاوے فوراً غسل کرلے اور اگر نقصان کرے تو تیمم کر کے نماز پڑھنا شروع کرے، ایک وقت کی فرض نماز بھی بلا عذر شرعی چھوڑنا سخت گناہ ہے، حدیث میں ہے کہ جس شخص نے جان بوجھ کر نماز فرض چھوڑ دی وہ ایمان سے خارج ہو گیا، دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا شخص دوزخ میں ہوگا فرعون وہامان وقارون وغیرہ کے ساتھ۔

(۱۱) پھر باپ کے گھر سے سسرال میں آنے کے لئے چھوچھک کی تیاری ہوتی ہے جسمیں حسب مقدور

سب سسرال والوں کے جوڑے اور برادری کے نیچے ہیجری اور لڑکی کیلئے زیور برتن جوڑے وغیرہ ہوتے ہیں جب بہو چھوچھک لیکر سسرال میں آئی وہاں سب عورتیں چھوچھک دیکھنے آتی ہیں اور ایک وقت کھانا کھاکر چلی جاتی ہیں۔ ان سب امور میں جو کچھ پابندی ہے کہ پابندی فرائض سے بڑھکر برتی جاتی ہے اور وہی نمائش و ناموری کا ہونا وہ ظاہر ہے جسمیں حدود شرعیہ تجاوز اور تکبر اور افتخار کوٹ کوٹ کر بھرا گیا ہے جنکے حرام ہونے میں آیات و احادیث بکثرت موجود ہیں، آداب مسنونہ تولد کے وقت یہ ہیں کہ جب لڑکا پیدا ہو اسکو نہلا دھلا کر اسکے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی جاوے اور کسی بزرگ و متقی سے تھوڑا چھوارا چبوا کر اُسکے تالو کو لگا دیا جائے اور باقی تمام امور مذکورہ یا اذان کی مٹھائی یہ سب فضول اور غیر معقول اور مکروہ ہیں۔

## فصلِ دوم

منجملہ ان کے وہ رسوم ہیں جو عقیقہ کے روز برتی جاتی ہیں

اس روز لڑکے کے لئے دو بکرے اور لڑکی کے لئے ایک ذبح کرنا اور اسکا گوشت کچا یا پکا تقسیم کر دینا اور بالوں کے برابر چاندی وزن کر کے تقسیم کر دینا بس یہ تو سنت و مستحب ہے، باقی جو فضولیات اسمیں تصنیف ہوئی ہیں ملاحظہ کے قابل ہیں۔

(۱) برادری اور کنبے کے مرد جمع ہو کر بعد مونڈائی[۲] بچہ کی کٹوری میں بطور نیوتہ کے کچھ نقد ڈالتے ہیں جو نائی کا حق سمجھا جاتا ہے اور یہ عرفاً صاحب خانہ کے ذمہ سمجھا جاتا ہے جسکا ایسے ہی اور موقعہ پر ادا کرنا وہی پابندی ہے کہ اگر پاس نہ ہو تو قرض لو گو سودی ہی ملے جو سراسر تعدی[۳] حدود شرع ہے اور وہی نیت ناموری اور طعن و الزام سے بچنے کی جو شعبہ[۴] تکبر حرام کا ہے اور عجب بات یہ ہے کہ قرض کا قاعدہ یہ ہے کہ آدمی حاجت کے وقت لیتا ہے اور گنجائش کے وقت ادا کر دیتا ہے، یہ عجیب قرض ہے کہ خواہ حاجت ہو یا نہ ہو مقروض بنو اور پھر جسوقت ادا کرنا چاہو ادا نہ کر سکو، اگر کوئی شخص اگلے دن نیوتہ کا روپیہ ادا

[۱] سنت کے موافق طریقے ۱۲ [۲] بال کٹوانے کے بعد ۱۲ [۳] شریعت کی حدود سے بڑھجانا ۱۲ [۴] یعنی اسی تکبر کی شاخ ہو جو حرام ہے

کرانے کے لئے جاوے تو صاحب نیوتہ ہرگز ہرگز نہ لے اور یہی کہے کہ ہم نے کیا آج لینے کے واسطے دیا تھا، ہمارے یہاں جب کوئی تقریب ہوگی تو دیدینا۔ سو احادیث میں جو دین[1] کے باب میں وعیدیں[2] آئی ہیں اس سے مراد وہی قرض ہے جو بلا حاجت ہو سو خواہ مخواہ بے ضرورت مقروض ہونا بلاشک مرضی شارع کے خلاف ہے، پھر ایک شخص ایک حق واجب سے سبکدوش ہونا چاہے اور اسکو کوئی شخص گرانبار رکھنے کی کوشش کرے تو یہ بھی امر مذموم[3] ہے، سو اس نیوتہ کی رسم میں یہ دونوں خرابیاں ہیں ایک لینے والے کے واسطے دوسری دینے والے کے واسطے۔

(۲) دھیانیاں یہاں بھی وہی اپنا حق جو واقع میں ناحق ہے لیتی ہیں جسمیں علاوہ تشنہ کفلد کو یہ خرابیاں ہیں

(۱) دینے والی کی نیت فاسد ہونا کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ بعض اوقات گنجائش نہیں ہوتی اور دینا گراں گذرتا ہے مگر صرف اس وجہ سے کہ نہ دینے میں طعن وخجالت[4] ہوگی دینا پڑتا ہے اسی کو ریا و نمود کہتے ہیں اور ریا و شہرت کے لئے مال خرچنا حرام ہے۔

(۲) لینے والی کی یہ خرابی کہ یہ دینا فی ذاتہ[5] تبرع[6] ہے اور تبرعات میں شرعاً جبر حرام ہے اور یہ بھی شرعاً جبر ہی ہے کہ اگر وہ نہ دے اُسپر طعن ولعن ہو بدنام ہو خاندان بھر میں نکو بنے اور کوئی خوشی سے بھی دے تب بھی شہرت اور ناموری کی نیت ہونا یقینی ہے جسکی ممانعت قرآن وحدیث میں صاف صاف مذکور ہے۔

(۳) پنجیری کی تقسیم کا نضیحتا یہاں بھی ہے جسکا نامعقول ہونا اوپر مذکور ہو چکا ہے اور طلب شہرت وریا کی وجہ سے ممنوع ہونا بھی ظاہر ہے اور یہی خرابیاں اس رسم میں ہیں جو دانت کے نکلنے کے وقت شائع ہے کہ کنبہ میں گھونگنیاں تقسیم ہوتی ہیں اور اُن کا ناغہ ہو جانا فرض واجب کے ناغہ ہو جانے سے بڑھ کر مذموم وعیب سمجھا جاتا ہے اور اسی طرح وہ رسم جو دودھ چھُڑانے کے وقت رائج ہے مبارکباد کیلئے عورتوں کا جمع ہونا اور خواہی نخواہی اُنکی دعوت ضروری ہونا اور کھجوروں کا برادری میں تقسیم ہونا غرض یہ سب ایک حالت میں ہیں۔

---

[1] قرض [2] وعید یعنی عذاب کا ذکر یہ دھمکی [3] بری بات [4] شرمندگی [5] بذات خود [6] احسان یا نفلی کام

# فصل سوم

منجملہ ان رسوم کے مکتب کی رسم ہے جسطرح اہتمام والتزام کیساتھ لوگوں میں شائع ہے جسمیں یہ خرابیاں ہیں۔

(۱) چار برس چار مہینے چار دن کا اپنی طرف سے مقرر کو لینا جسکی کوئی اصل صحیح نہیں پائی گئی جیسا کہ خاتمہ مجمع البحار میں شیخ علی متقی کا فتویٰ اس معمول کے بے اصل ہونے میں منقول ہے پھر اسکا ایسا اہتمام اور اصرار کہ جسطرح ہو اسکے خلاف نہ ہونے پاوے اور عوام تو اسکو امر شرعی سمجھتے ہیں جسکی وجہ سے عقیدے میں فساد اور شریعت کے احکام میں ایک حکم کا ازدیاد[لہ] اور ایجاد لازم آتا ہے۔

(۲) تقسیم شیرینی کا لازم سمجھنا اسطرح کہ اسکے ترک کو موجب بدنامی واہانت سمجھیں تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ محض ادائے شکر مقصود نہیں ورنہ ادائے شکر کی بہت سی صورتیں ہیں ان میں سے جسکو چاہتا بے تکلف اختیار کر لیتا کبھی کھانا کھلا دیتا کبھی غریب محتاجوں کو غلہ یا نقد کپڑا تقسیم کر دیتا کسی مسجد یا مدرسہ میں ادا کر دیتا اور کبھی جب گنجائش نہ ہوتی زبانی شکریہ یا ایک دو آدمی کا کھانا دیکر اسپر اکتفا کرتا، تمام عمر ایک طریق کی پابندی کرنا صرف رواج کی وجہ سے ہے کہ اسکے خلاف کرنے سے لوگ مطعون کریں گے تو اسمیں بھی وہی خرابی ریا ونمود[۲] واشتہار[۳] وافتخار کی موجود ہے۔

(۳) بعض مقدور والے چاندی کے قلم دوات سے چاندی کی تختی پر لکھا کر بچہ کو اسمیں پڑھواتے ہیں سونا چاندی کا استعمال خود کرنا یا دوسرے کو کرانا خواہ بڑا ہو یا چھوٹا سب کو حرام ہے۔

(۴) بعض لوگ اسوقت بچہ کو غیر مشروع لباس پہناتے ہیں ریشمی وزری کا یا کسم وزعفران کا رنگا ہوا ایک گناہ یہ ہوا۔

(۵) کمینوں کا اور دھیانیوں کا اسمیں بھی فرض سے بڑھ کر حق سمجھا جاتا ہے جو مر مار کر جسطرح بھی ہو ادا کرو ورنہ نکو بنو، جبراً کسی کے مال لینے کی یار یاءً[۳] کسی کو دینے کی برائی اوپر گذر چکی ہے یہ بھی موقوف

---

لہ زیادتی ۱۲ ۲ه شہرت وفخر ۱۲ ۳ه دکھاوے کے طور پر ۱۲

کے قابل ہے، پس جب لڑکا بولنے لگے اسکو کلمہ سکھلاؤ جیسا کہ مجمع البحار اور شرح شرعۃ الاسلام اور ابن السُّنی میں منقول ہے اور شرح شرعۃ الاسلام میں ان آیتوں کی تلقین کو زیادہ کیا ہے، فتعالی اللہ الملک الحق آخر سورۂ مومنون تک، اور ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو تا آخر سورۂ حشر اور ایک روایت میں اسکی تعلیم آئی ہے وقل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولیّ من الذل وکبرہ تکبیرا ابن السنی نے اسکا حضور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے معمولات شریف سے ہونا حضرت انس سے روایت کیا ہے اور کسی متبرک بزرگ کی خدمت میں اسکو لیجا کر بسم اللہ کہلا دو اور نعمت کے شکریہ میں اگر دل چاہے بلا پابندی جو توفیق ہو خفیہ طور سے راہِ خدا میں کچھ خیر خیرات کر دو باقی سب پاکھنڈ ہیں ۔

# فصل چہارم

منجملہ ان کے وہ رسوم ہیں جو ختنہ میں عوام نے اضافہ کر رکھے ہیں

(۱) لوگوں کو آدمی اور خطوط بھیجکر بلانا اور جمع کرنا جو بالکل خلاف سنت ہے مسند احمد میں حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص کو کسی ختنہ میں بلایا، آپنے تشریف لے جانے سے انکار فرمایا، آپ سے اسکی وجہ پوچھی گئی، آپنے جواب دیا کہ ہم لوگ عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں نہ کبھی ختنہ میں جاتے تھے اور نہ اس کے لئے بلائے جاتے تھے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعت میں جس امر کا اعلان ضروری نہیں اُس کے لئے لوگوں کو جمع کرنا بلانا خلاف سنت ہے اسمیں بہت سی رسمیں آگئیں جن کیلئے لمبے چوڑے اہتمام ہوتے ہیں ۔

(۲) بعض موقعہ پر لڑکا قریب بلوغ کے ہوتا ہے جسکا بدن مستور[۱] دیکھنا بجز ختنہ کرنیوالے کے دوسروں کو بلا ضرورت حرام ہے سب بے تکلف دیکھتے ہیں اور گنہگار ہوتے ہیں اور ان گناہوں کا باعث بلانیوالا ہوتا ہے

(۳) کٹورے میں نیوتہ پڑنے کا فضیحتا یہاں بھی ہے جسکی خرابیاں اسی باب کی فصل اول و دوم میں مذکور ہو چکیں

(۴) بچہ کی ننہال کیطرف سے کچھ نقد و پارچہ لایا جاتا ہے جسکو عرف میں بھات کہتے ہیں جسکی اصل فاسد یہ ہے کہ

[۱] پوشیدہ یعنی جسکا ستر واجب ہو ۱۲

کفارِ ہند اولاد دختری کو میراث نہیں دیتے تھے، جاہل مسلمانوں نے بھی اُن کی دیکھا دیکھی یہ شیوہ اختیار کیا اور اگر فرضاً[1] اُن کی تقلید نہیں کی خود ہی یہ رسم ایجاد کی ہو تب بھی تو بُری رسم ہے کسی حقدار کا حق جسکو اللہ ورسول نے مقرر فرمایا ہو اسکو نہ دینا اور بلا طیبِ[2] خاطر ذی حق کے اُس سے خود منتفع[3] ہونا عقلاً وشرعاً ہر طرح بُرا ہی بُرا ہے۔ غرض جب دختر کو میراث سے اِس طرح محروم کیا تو بطور طفل تسلّی کے اسکا تدارک[4] یہ اختراع[5] کیا گیا کہ مختلف موقعوں اور تقریبوں میں انکو کچھ دیدیا جایا کرے گویا اُنکا حق جو ہمارے ذمہ تھا وہ اس بہانہ سے ادا ہو گیا، سو ظاہر ہے کہ اسطرح دینے دلانے سے ہرگز اُنکا وہ حق ادا نہیں ہو سکتا کیونکہ ادائے حق کی شرعاً دو صورتیں ہیں یا تو عین[6] حق پہنچے جیسے کسی کا ایک روپیہ چاہتا ہو روپیہ ہی دیدیا، یا ایک من غلہ چاہیئے تھا غلہ ہی دیدیا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ عین[7] حق کے عوض دوسری چیز ادا کی گئی، سو یہ معاوضہ ہے اسمیں معاوضہ کے تمام شرائط جنکی رعایت شرعاً واجب ہے موجود ہونا ضرور ہے جو کہ کتب فقہ کی کتاب البیع میں مذکور ہیں اور اگر دونوں صورتیں نہ ہوں تو اصل حق ذمہ رہتا ہے مثلاً کسی شخص کے ذمہ کسی کا روپیہ آتا ہو اور وہ اُسکی دعوت کرکے اسمیں ایک روپے کی شیرینی یا طعام[8] کھلاوے ہر شخص جانتا ہے کہ اُس سے وہ روپیہ ادا نہ ہوگا۔ بلکہ بدستور واجب رہیگا سو ظاہر ہے کہ بھات میں جو دیا جاتا ہے وہ نہ عین حق ہے نہ اسمیں معاوضہ کی شرائط جمع ہیں یوں ہی اپنی من سمجھوتی ہے غرض وجہ اسکے ایجاد کی یا تو رسمِ کفار کا اتباع ہے کہ وہ بھی حرام ہے اور یا بنا اسکی ظلم ہے کہ وہ بھی حرام ہے دو خرابیاں تو اسمیں یہ ہیں تیسری خرابی اسمیں یہ ہے کہ خواہ اس موقعہ پر ننہال والوں کے پاس ہو یا نہو ہزار جتن کرو، سودی قرض لو کوئی چیز گرو کرو جسمیں آج کل یا تو نقد سود دینا پڑتا ہے یا پیداوار اس جائداد کا مرتہن لیتا ہے کہ وہ بھی سود ہی ہے گو زمینداروں کا فرقہ اسکو حلال سمجھ رہا ہے، رسالہ صفائی معاملات میں بفضلہ تعالیٰ سب شبہات اسکے متعلق رفع کردئے گئے ہیں۔ بہرحال سود کی پرواہ نہیں رہتی غرض کچھ ہو مگر یہاں کا سامان ضرور ہو۔ اب فرمائیے جب ایک امر غیر ضروری بلکہ معصیت کا اہتمام اس زور شور سے ہو

---

[1] یعنی اگر مان لو [2] طیب یعنی خوشی خاطر دل - ذی حق یعنی حقدار. مطلب یہ ہے کہ حقدار کی خوشدلی کے بغیر ۱۲ [3] یعنی نفع حاصل کرنا [4] یعنی بدلہ [5] گھڑ لیا [6] وہی حق [7] اصل حق [8] کھانا [9] پیروی ۱۲

کہ فرائض و واجبات کا بھی اہتمام نہ ہو تو یہ تعدی[۱] حدود شرعیہ سے ہے یا نہیں چوتھی خرابی یہ ہے کہ نیت اسمیں بھی وہی شہرت اور تفاخر کی ہے جسکا حرام ہونا بار بار مذکور ہو چکا ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ اپنے عزیزوں سے سلوک کرنا تو عبادت ہے، جواب یہ ہے کہ اگر صلۂ رحمی و سلوک منظور ہوتا تو بلا پابندی رسم جب انکو حاجت ہوتی اُنکی خدمت کرتے۔ اب تو عزیزوں پر خواہ فاقے گذر جائیں خبر بھی نہیں لیتے اپنے نام و نمود کیلئے تاویل صلۂ رحمی کی سوجھنے لگی۔

(۵) بعض شہروں میں یہ آفت ہے کہ اُس تقریب میں یا مخصوص غسل صحت کے روز خوب راگ باجا ہوتا ہے، اور کہیں ناچ ہوتا ہے، کہیں ڈومنیاں گاتی ہیں جنکا مذموم ہونا اوّل میں لکھا گیا ہے اور جسکے مفاسد انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب مذکور ہونگے غرض ان خرافات و معاصی[۲] کو موقوف کرنا چاہئے جب بچہ میں قوت برداشت کی دیکھی جاوے چپکے سے نائی کو بلا کر ختنہ کرادیں جب اچھا ہو جاوے غسل کرادیں، اگر گنجائش ہو اور بار بھی نہ ہو شکریہ میں دو چار اعزا، و احباب، دو چار مساکین کو ماحضر کھلاوے۔ اللہ اللہ خیر صلاح۔

## فصل پنجم

منجملہ ان رسوم کے منگنی کے رسوم ہیں جسکو قیامت کبریٰ یعنی شادی کی تمہید ہونیکی وجہ سے قیامت صغریٰ کہنا زیبا ہے اسمیں یہ واقعات ہوتے ہیں

(۱) جب منگنی ہوتی ہے تو خط لیکر نائی آتا ہے لڑکی والے کی طرف سے شکرانہ بنا کر حجام کے روبرو رکھا جاتا ہے اسمیں بھی وہی غیر لازم امر کا اپنے ذمہ کر لینا ہے کہ فرض واجب ٹل جاوے مگر یہ نہ ٹلے ممکن ہے کہ کسی کے گھر میں اسوقت دال روٹی ہو، مگر جہاں سے ہو شکرانہ کرو ورنہ منگنی مشکوک ہوگئی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور التزام[۳] ما لا یلزم کا تعدی[۴] حدود شرعیہ ہونا مذکور ہو چکا ہے، ایک تو یہ امر خلاف شرع ہوا پھر اس بیہودہ امر کیلئے اگر سامان موجود نہ ہو تو قرض لینا جسکا بلا ضرورت لینا ممنوع ہے اور ایسے ہی قرض پر وعید آئی ہے گو قلیل ہی قرض ہو، دوسرا امر خلاف شرع یہ ہوا

[۱] بڑھ جانا زیادتی کرنا۔ [۲] معاصی جمع معصیت گناہ [۳] لازم کر لینا اس چیز کا جو شریعت میں لازم نہیں یعنی غیر ضروری کو ضروری جاننا [۴] شرعی احکام پر زیادتی ۱۲

(۲) حجام کھانا کھا کر خوان میں سو روپیہ یا جسقدر لڑکی والے نے دیئے ہوں ڈالدیتا ہے، لڑکے والا اُسمیں سے ایک یا دو روپیہ اُٹھا کر باقی واپس کر دیتا ہے اور یہ روپیہ اپنے کمینوں کو تقسیم کر دیتا ہے بھلا سوچنے کی بات ہے کہ جب ایک یا دو روپیہ لینا دینا منظور رہے تو خواہ مخواہ سو روپے کو کیوں تکلیف دی اور اس رسم کے پورا کرنیکے واسطے بعض اوقات بلکہ اکثر سودی قرض لینا پڑتا ہے جو حدیث میں موجبِ لعنت ہے اور اگر قرض بھی نہ لیا تب بھی بجز افتخار[1] اور اظہارِ عظمت[2] اسمیں کونسی مصلحتِ عقلی ہے جب یہ عادت سب کو معلوم ہوگئی کہ ایک دو سے زیادہ نہ لیا جاویگا پھر تو کیا ہزار روپیہ میں بھی کوئی عظمت و شان نہیں رہی عظمت تو جب ہوتی جب دیکھنے والے یہ سمجھ لیتے کہ تمام روپیہ نذر کیا گیا ہے، اب تو بجز تمسخر[3] اور بازیچۂ طفلاں[4] کے اور کچھ نہیں مگر لوگ کرتے ہیں، اسی تفاخر اور عظمت دکھلانے کو، اور افسوس کہ بڑے بڑے عقلا جو اوروں کو عقل سکھاویں اس رسم دشمنِ عقل میں گرفتار رہیں، غرض اسمیں بھی اصل وضع کے اعتبار سے ریا کا گناہ اور باعتبار تقریر اخیر کے ایک فعل لایعنی[5] موجود ہے، ریا کا گناہ ہونا تو ظاہر ہے اور اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے اور فعل لایعنی کا مذموم ہونا بھی حدیث میں ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ لایعنی باتوں کو ترک کر دے غرض افعال لایعنی بھی مرضئ شارع علیہ السلام کیخلاف ہیں اور اگر سودی روپیہ لیا گیا تو اسکی وعید سب ہی جانتے ہیں غرض اتنی خرابیاں اس رسم میں موجود ہیں۔

(۳) پھر لڑکی والا حجام کو ایک جوڑا مع کچھ نقد روپیہ کے دیتا ہے اور یہاں بھی وہی دل لگی کہ دینا منظور ہے ایک یا دو اور دکھلاویں سو۔ واقعی رواج عجب چیز ہے کہ کیسے ہی عقل کیخلاف کوئی بات ہو مگر عقلا بھی اسکو کرتے ہوئے نہیں شرماتے اسکی خرابیاں بھی مذکور ہو چکیں۔

(۴) حجام کی واپسی کے قبل عورتیں جمع ہوتی ہیں اور ڈومنیاں گاتی ہیں، عورتوں کے جمع ہونے اور ڈومنیوں کے گانے کی خرابیاں، اور اُن خرابیوں کیوجہ سے اسکا خلافِ شرع ہونا قیامتِ کبریٰ میں بیان کریں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

---

[1] فخر۔ [2] بڑائی کا ظاہر کرنا ۱۲، [3] مذاق [4] بچوں کا کھیل۔ [5] کام بیفائدہ [6] دکھاوا ۱۲

(۵) جب حجام پہنچاتا ہے اپنا جوڑا مع روپیوں کے گھر میں بھیج دیتا ہے وہ جوڑا تمام برادری میں گھر گھر دکھلا کر حجام کو دیدیا جاتا ہے ۔ غور فرمائیے جہاں ہر ہر قدم پر معائنہ[۱] و ملاحظہ کی نوبت ہو کہاں تک نیت درست رہ سکتی ہے بالیقین جوڑا بنانے کے وقت ہی سے یہ نیت ہوتی ہے کہ ایسا بناؤ کہ کوئی نام نہ رکھے، غرض ریا بھی ہوئی اور اسراف بھی ہوا جنکا گناہ ہونا قرآن و حدیث میں منصوص ہے اور مصیبت یہ ہے کہ بعض اوقات اس اہتمام پر بھی دیکھنے والوں کو پسند نہیں آتا ہے وہی مثل ہے کہ مرغی اپنی جان سے گئی اور کھانیوالے کی ڈاڑھ بھی گرم نہوئی بعض عالی دماغ دیکھنے والے اسمیں خوب عیب نکالتے ہیں اور بدنام کرتے ہیں تو یہ غیبت کا گناہ انکو ہوا اور چونکہ اسکا باعث وہی جوڑا ہے اسلئے بنانیوالا بھی اس گناہ سے نہیں بچ سکتا، غرض بنانے والے کے پاس ریا، اور اسراف اور غیبت تین دولتوں کا ذخیرہ جمع ہوا اور یہ دیکھنے والے غیبت کا سرمایہ لے بیٹھے بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر عیب بھی نہ نکالا تو ریا کے گناہ سے اُن کا بچنا بھی مشکل ہے کیونکہ ان تعریف کرنیوالوں ہی نے تو ریا کرائی اگر لوگ ایسے موقعہ میں جوڑا نہ دیکھتے اور تعریف نہ کرتے تو کرنے والوں کی کیوں نیت بگڑتی بہرحال اچھا دائرہ ہے کہ کوئی بھی اُسکے محیط[۲] سے خالی نہیں۔

(۶) کچھ عرصہ کے بعد لڑکی والے کی طرف سے کچھ مٹھائی مع انگشتری اور رومال اور کسی قدر روپے کہ جسکو عرفِ عام میں نشانی کہتے ہیں بھیجی جاتی ہے اور یہ روپیہ بطور نیوتہ کے جمع کرکے بھیجا جاتا ہے یہاں بھی وہی اسراف اور ریا کی علت موجود ہے اور نیوتہ کی خرابیاں کچھ بیان بھی ہو چکی ہیں اور کچھ عنقریب قیامتِ کبریٰ میں مع جواب شبہ عوام کے بیان ہونگی انشاء اللہ تعالیٰ ۔

(۷) جو حجام اور کہار اس شیرینی کو لیکر آتے ہیں حجام کو جوڑا اور کہاروں کی پگڑیاں اور کچھ نقد دیکر رخصت کر دیا جاتا ہے اور اس شیرینی کو کنبہ کی عمر رسیدہ عورتیں جمع ہو کر ساری برادری میں گھر گھر تقسیم کرتی ہیں اور اُسی کے گھر کھانا کھاتی ہیں، سب جانتے ہیں کہ ان کہاروں کی کوئی اُجرت معیّن نہیں کی جاتی نہ اسکا لحاظ ہوتا ہے کہ یہ خوشی سے جاتے ہیں یا اُن پر جبر ہو رہا ہے، اکثر اوقات جانے والے

---

۱؎ دکھاوا ۱۲، ۲؎ گھیرے ۱۲

اپنے کسی کاروبار یا اپنی بیماری یا کسی بیوی بچہ کی بیماری کا عذر پیش کرتے ہیں، مگر یہ بھیجنے والے اگر کچھ قابو دار ہوئے تو خود ورنہ دوسرے قابو دار بھائی سے اُنکی کفش[۶] کاری کرا کے جبراً قہراً بھیجتے ہیں اور اس موقعہ پر کیا اکثر ان لوگوں سے جبراً کام لیا جاتا ہے جو کہ بالکل ظلم اور معصیت ہے اور دنیا میں بھی اکثر ظلم کا وبال پڑتا ہے اور آخرت میں جزاء[۱] بالمثل موجود ہے اور اُجرت کا مجہول[۳] ہونا یہ دوسرا امر خلاف شرع ہے، یہ تو اس کمیشن کی روانگی کے پھول کھلے آگے تقسیم کا موجب ریا ہونا محتاج بیان نہیں پھر تقسیم میں جو انہماک[۴] ہوتا ہے اکثر نمازیں بانٹنے والیوں کی اُڑجاتی ہیں اور وقت کا تنگ ہوجانا تو ضروری بات ہے ایک امر خلاف شرع یہ ہوا اور جن کے گھر یہ حصے جاتے ہیں اُن کے نخرے اور بلا عذر شرعی ہدیہ کا واپس کردینا محض کسی دنیوی رنج کی بنا پر یہ خود ایک امر شرع کے خلاف ہے بلکہ قبول کرنا بھی اس رسم ریائی کی اعانت اور ترویج ہے اسلئے یہ بھی شرعاً ناپسند ہے ایک خلاف یہ ہوا غرض یہ سب خرافات واجب الترک ہیں بس ایک کارڈ یا زبانی گفتگو سے پیغام نکاح کا ادا ہوسکتا ہے جانب ثانی اپنے طور پر ضروری امر کی تحقیق کرکے جب اطمینان ہوجاوے ایک کارڈ سے یا زبانی وعدہ کرسکتا ہے لیجئے منگنی ہوگئی، اگر استحکام[۵] کیلئے یہ رسمیں برتی جاتی ہیں، اول تو کسی مصلحت کے واسطے معاصی[۶] کا ارتکاب، جائز نہیں پھر ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود ان قصوں کے بھی جہاں مرضی نہیں ہوتی جواب دیدیتے ہیں کوئی بھی کچھ نہیں کرسکتا ۔

## فصل ششم

منجملہ ان رسوم کے قیامت کبریٰ[۸] کی رسم ہے جسکو عرف میں شادی کہتے ہیں اور واقع میں بربادی کہنا لائق ہے اور بربادی بھی کیسی دنیا کی بھی اور دین کی بھی اسلئے اسکا لقب قیامت کبریٰ رکھا گیا اسکے ہولناک واقعات یہ ہیں ۔

(۱) سب سے پہلے برادری کے مرد جمع ہوکر لڑکی والے کی طرف سے خط تعین تاریخ شادی کا لکھ کرنا ئی

---

[۱] جوتوں سے مرمت ۱۲ [۲] برابر کا بدلہ [۳] نامعلوم [۴] حد سے زیادہ مشغولیت اور توجہ [۵] مضبوطی اور پختگی [۶] یعنی گناہوں کا کرنا

[۸] بڑی قیامت ۱۲

کو دیکر رخصت کرتے ہیں ۔ یہ رسم ایسی ضروری ہے کہ چاہے برسات ہو، راہ میں ندی نالے پڑتے ہوں جسمیں حجام صاحب کے بالکل ہی رخصت ہونیکا بھی احتمال ہو، غرض کچھ ہی ہو مگر یہ ممکن نہیں کہ ڈاک کے خط پر اکتفا کریں یا حجام سے زیادہ کوئی معتبر آدمی جاتا ہو اُسکے ہاتھ بھیجدیں ۔ بتلائیے شریعت نے جس چیز کو ضروری نہیں ٹھیرایا اسکو اسقدر ضروری سمجھنا کہ شریعت کی ضروری بتلائے ہوئے امور سے زیادہ اسکا اہتمام کرنا انصاف کیجئے شریعت کا مقابلہ ہے یا نہیں اور جب مقابلہ ہے تو واجب الترک[۵۱] ہے یا نہیں اسی طرح مردوں کے اجتماع کا ضروری ہونا اسمیں بھی یہی التماس مذکور ہے اگر کہا جاوے کہ مشورہ کیلئے جمع کیا جاتا ہے تو بالکل غلط ہے وہ بیچارے تو خود پوچھتے ہیں کہ کون تاریخ لکھیں جو پہلے سے گھر میں خاص مشورہ کر کے معین کر چکے ہیں وہ بتلا دیتے ہیں اور وہ لوگ لکھ دیتے ہیں اور اگر مشورہ ہی کرنا ہے تو جسطرح اور امور میں مشورہ ہوتا ہے کہ ایک دو عاقل مصلحت اندیش سے رائے لے لی بس کفایت ہوئی گھر گھر کے آدمیوں کو جوڑنا کیا ضرور ہے ۔ پھر اکثر لوگ نہیں آسکتے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بجائے اپنے بھیجدیتے ہیں وہ مشورہ میں کیا تیر چلا دیں گے، کچھ بھی نہیں یہ نفس کی ناویلیں ہیں، سیدھی بات کیوں نہیں کہتے کہ صاحب یونہی رواج چلا آتا ہے ۔ بس اسی رواج کا عقلاً نقلاً مذموم ہونا اور واجب الترک ہونا بیان ہو رہا ہے غرض جس رسم کے سب اجزاء خلاف شرع ہیں پھر اسمیں ایک ضروری امر یہ بھی ہے کہ سرخ ہی خط ہو اور اُسپر گوٹا بھی لپٹا ہوا ہو، یہ بھی اسی التزام[۵۲] مالا یلزم کی فہرست میں داخل ہے جسکا خلاف شرع ہونا ثابت اور مذکور ہو چکا ہے ۔

(۲) گھر میں برادری کنبے کی عورتیں جمع ہو کر لڑکی کو علیحدہ مکان میں معتکف کر دیتی ہیں جسکو مائیوں بٹھلانا کہتے ہیں اسکے آداب یہ ہیں کہ اسکو چوکی پر بٹھلا کر اسکے داہنے ہاتھ پر کچھ ابٹنہ رکھتے ہیں اور گود میں کچھ کھیل بتاشے بھرتے ہیں اور کچھ کھیل بتاشے حاضرین میں تقسیم ہوتے ہیں اور اسی تاریخ سے برابر لڑکی کے ابٹنہ ملا جاتا ہے اور ایک کثیر التعداد پینڈیاں برادری میں تقسیم ہوتی ہیں ۔ یہ رسم بھی مرکب چند خرافات سے ہے اوّل اسکے علیحدہ بٹھلانے کو ضروری سمجھنا خواہ گرمی ہو، حبس ہو

[۵۱] ۔ یعنی اس کا چھوڑنا واجب ہے ۱۲ [۵۲] ایسی چیز کا لازم کرلینا جو لازم نہیں یعنی غیر ضروری کو ضروری جاننا ۔ ۱۲

گو جالینوس و بقراط بھی کہیں کہ اسکو کوئی بیماری ہو جاویگی مگر کچھ ہی ہو یہ فرض قضا نہ ہو وہ ہی غیر ضروری کو ضروری سمجھنا یہاں بھی جلوہ افروز ہے اور اگر احتمال اسکے بیمار ہونیکا ہو تو دوسرا گناہ کسی مسلمان کو ضرر پہنچانے کا ہوگا جسمیں ماشاء اللہ ساری برادری شریک ہو کر بلا ضرورت چوکی پر بٹھلانا اسکی کیا ضرورت ہی، کیا فرش پر اگر بٹنا ملا جاویگا تو بدن میں صفائی نہ آویگی اسمیں بھی وہی التزام مالایلزم جسکا خلاف شرع ہونا بارہا مرقوم ہو چکا ہے تیسرے داہنے ہاتھ پر بٹنا رکھنا اور گود میں کھیل بتاشے بھرنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی ٹوٹکا اور شگون ہے۔ اگر ایسا ہے تو شرک ہے اور شرک کا خلاف شرع ہونا کون مسلمان نہیں جانتا ورنہ التزام مالایلزم[1] تو ضرور ہے اسی طرح بتاشوں کی تقسیم کی پابندی یہ سب التزام مالایلزم اور سبب ریا و افتخار ہے جیسا کہ ظاہر ہے چوتھے عورتوں کا ضرور جمع ہونا جو ان سارے فسادوں کی جڑ ہے جیسا عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوتا ہے۔ اگر بمصلحت بدن کی صفائی اور نرمی کے بٹنا ملنے کی ضرورت ہو اسکا مضائقہ نہیں مگر معمولی طور سے بلا قید کسی رسم کے مل دو بس فراغت ہوئی اسکا اسقدر طومار کیوں باندھا جاوے

(۳) جب حجام خط لیکر دولھا کے گھر گیا تو وہاں برادری کی عورتیں جمع ہو کر دو خوان شکرانہ کے بناتی ہیں جسمیں ایک نائی کا دوسرا ڈومنیوں کا ہوتا ہے نائی کا خوان باہر بھیجا جاتا ہے اور ساری برادری کے مرد جمع ہو کر اسکو شکرانہ کھلاتے ہیں یعنی اس کھانے والے کا منہ تکا کرتے ہیں اور ڈومنیاں دروازے میں بیٹھ کر گالیاں گاتی ہیں اسمیں بھی خوان بنانا اسی التزام مالایلزم میں داخل اور خلاف شرع ہے۔ دوسری خرابی اسمیں یہ ہے کہ ڈومنیوں کو اُن کے گانے کی اُجرت دینا حرام لکھا ہے پھر گانا بھی گالیاں جو خود موجب گناہ ہیں اور حدیث شریف میں اسکو علاماتِ نفاق سے فرمایا ہے یہ تیسرا گناہ ہوا جسمیں سب سننے والے شریک ہیں کیونکہ جو شخص گناہ کے مجمع میں شریک ہو وہ بھی گنہگار ہوتا ہے۔ چوتھے مردوں کے اجتماع کو ضروری سمجھنا جو کہ التزام مالایلزم میں داخل ہے معلوم نہیں نائی کے شکرانہ کھلانے میں اتنے بزرگوں کو کیا مدد کرنی پڑتی ہے۔ بس کچھ بھی نہیں بقول

---

[1] غیر ضروری کو ضروری جاننا ۱۲

سمجھے اوپر ہی سے یوں ہی ہوتی آئی ہے ۔

(۴) نائی شکرانہ لکھا کر مطابق ہدایت اپنے آقا کے ایک یا دو روپے خوان میں ڈالدیتا ہے اور یہ روپیہ دولھا کے حجام اور ڈومنیوں میں نصفا نصف تقسیم ہوتا ہے دوسرا خوان شکرانہ کا بجنسہ ڈومنیاں اپنے گھر لیجاتی ہیں، پھر برادری کی عورتوں کیلئے اور شکرانہ بنا کر تقسیم کیا جاتا ہے اسمیں بھی وہی ریا و شہرت والتزام مالا یلزم موجود اسلئے بالکل شرع کے خلاف ۔

(۵) صبح کو برادری کے مرد جمع ہو کر خط کا جواب لکھتے ہیں اور ایک جوڑا حجام کو نہایت عمدہ بیش قیمت مع ایک رقم کثیر یعنی سو یا دو سو روپے کے دیتے ہیں وہی تمسخر جو اول ہوا تھا وہ یہاں بھی ہوتا ہے کہ دکھلائے جاتے ہیں سو اور لئے جاتے ہیں ایک دو ۔ پھر اس ریا و حرکت لایعنی کے علاوہ احیاناً[ف] اس رسم کے پوری کرنیکو سودی قرض کی ضرورت پڑنا یہ جُدا گانہ گناہ ہے جسکا ذکر مفصل آچکا ہے ۔

(۶) اب نائی رخصت ہو کر دلہن والوں کے گھر پہنچتا ہے وہاں برادری کی عورتیں پہلے سے جمع ہوتی ہیں حجام اپنا جوڑا گھر میں دکھلانے کیلئے دیتا ہے اور پھر ساری برادری میں گھر گھر دکھلایا جاتا ہے اسمیں بھی وہی عورتوں کی جمعیت اور جوڑا دکھلانے میں ریا و نمود کی خرابی ظاہر ہے ۔

(۷) اس تاریخ سے دولھا کے بٹنہ ملا جاتا ہے اور تاریخ معینہ شادی تک کنبہ کی عورتیں جمع ہو کر دولھا کے گھر بری کی تیاری اور دلھن کے گھر جہیز کی کرتی ہیں اور اس درمیان میں جو مہمان فریقین کے گھر آتے ہیں اُن کے آنے کا کرایہ دیا جاتا ہے، اسمیں وہی عورتوں کی جمعیت اور التزام مالا یلزم تو ہے ہی اور کرایہ اپنے پاس سے دینا خواہ دل چاہے یا نہ چاہے محض نمود و اظہار شان کیلئے یہ مزید برآں ہے ۔ اسی طرح آنے والوں کا یہ سمجھنا کہ یہ اُن کے ذمہ واجب ہی یہ ایک قسم کا جبر ہے ۔ ریا و جبر دونوں کا خلاف شرع ہونا ظاہر ہے ۔ اور اس سے بڑھ کر قصہ بری و جہیز کا ہے جو شادی کے اعظم ارکان سے ہیں ۔ اور ہر چند کہ یہ دونوں امر یعنی بری یا

---

[ف] کبھی کبھی ۱۲

سیاچق جو درحقیقت زوج یا اہل زوج کیطرف سے زوجہ یا اہل زوجہ کو ہدیہ ہے اور جہیز جو درحقیقت اپنی اولاد کیساتھ صلۂ رحمی ہے فی نفسہ امر مباح ملکہ مستحسن ہے مگر جس طور سے اسکا رواج ہے اس میں طرح طرح کی خرابیاں ہوگئی ہیں جنکا خلاصہ یہ ہے کہ اب ہدیہ مقصود رہا ہے نہ صلۂ رحمی بلکہ محض ناموری اور شہرت اور پابندی رسم کی نیت سے کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ بری اور جہیز دونوں کا اعلان ہوتا ہے بری بھی بڑی دھوم دھام اور تکلف سے جاتی ہے اور اسمیں اشیاء بھی معین ہیں۔ برتن بھی خاص طرح کے ضروری سمجھے جاتے ہیں، اسکا عام طور پر نظارہ بھی ہوتا ہے، موقع بھی معین ہوتا ہے۔ اگر ہدیہ مقصود ہوتا تو کیفما اتفق جب میسر آتا اور جو میسر آیا بلا پابندی کسی رسم کے اور بلا اعلان محض محبت سے بھیجدیا جاتا، اسی طرح جہیز کا اسباب بھی معین ہے کہ فلاں فلاں چیز ضروری ہو، اور تمام برادری اور بعض جگہ صرف اپنا کنبہ اور گھر والے اسکو دیکھیں اور دن بھی وہی خاص ہو، اگر صلۂ رحمی مقصود ہوتی تو کیف ما اتفق اور جو میسر آتا اور جب میسر آتا بطور سلوک دیدیتے اسی طرح ہدیہ اور صلۂ رحمی کیلئے کوئی شخص قرض کا بار نہیں اٹھاتا لیکن ان دونوں رسموں کے پورا کرنیکو اکثر اوقات مقروض بھی ہوتے ہیں گو سود ہی دینا پڑے اور گو حویلی اور باغ ہی فروخت یا گروی ہوجاوے پس اسمیں بھی التزام مالایلزم اور نمائش اور شہرت اور اسراف وغیرہ سب خرابیاں موجود ہیں اسلئے یہ بھی بطریق متعارف فہرست ممنوعات میں داخل ہوگیا۔

(۸) برات سے ایک دن قبل دولھا والوں کا حجام مہندی لیکر اور دلہن والوں کا حجام نوشہ کا جوڑا لیکر اپنے اپنے مقام سے چلتے ہیں اور یہ منڈھے کا دن کہلاتا ہے۔ دولھا کے یہاں اس تاریخ پر برادری کی عورتیں جمع ہوکر دلھن کا جوڑا تیار کرتی ہیں اور انکو سلائی میں کھیلیں اور بتاشے دیئے جاتے ہیں اور تمام کمینوں کو ایک ایک کام پر ایک ایک پروت دیا جاتا ہے، اسمیں بھی وہی التزام مالایلزم ہے اور نیز عورتوں کی جمعیت جو کہ مبنیٰ مفاسد بیشمار کا ہے ان تقریبات

---

ا حسن سلوک ۱۲ ۲ بذات خود ۱۲ ۳ چیزیں بھی ۱۲ ۴ جیسا موقعہ اتفاق ہوتا ۱۲ ۵ غیر ضروری کو ضروری جاننا ۱۲ ۶ یعنی جس صورت سے اسکا رواج ہے ۱۲ ۷ یعنی جو بیشمار خرابیوں کی بنیاد ہے ۱۲۔

میں عورتیں چند موقعوں پر جمع ہوتی ہیں چنانچہ کچھ مواقع مذکور ہو چکے ہیں اور کچھ باقی ہیں آئندہ مذکور ہونگے۔ اس اجتماع میں جو جو خرابیاں ہیں انکا شمار نہیں۔ تمثیلاً بعض کا بیان ہوتا ہے جب برادری میں خبر مشہور ہوئی کہ فلاں گھر فلاں تقریب ہے سر ہر بی بی کو نئے جوڑے قیمتی کی فکر ہوتی ہے کبھی خاوند سے فرمائش ہوتی ہے کبھی خود بزاز کو دروازے پر بلاکر اُس سے اُدھار لیا جاتا ہے یا سودی قرض لیکر اس سے خریدا جاتا ہے، شوہر کو اگر وسعت نہیں ہوتی تب بھی اسکا عذر قابل قبول نہیں ہوتا ظاہر ہے یہ جوڑا محض ریا و تفاخر کیلئے بنتا ہے ایک گناہ تو یہ ہوا پھر اس غرض سے مال خرچ کرنا اسراف ہے یہ دوسرا گناہ ہوا، خاوند پر اسکی وسعت سے زیادہ بلا ضرورت فرمائش کرنا اسکو ایذا پہنچانا ہے بزاز کو بلاکر بلا ضرورت اس نامحرم سے باتیں کرنا بلکہ اکثر بقعان لینے دینے کے واسطے آدھا آدھا ہاتھ جسمیں چھلے چوڑی مہندی سب ہی کچھ ہوتا ہے باہر نکال دینا کسقدر غیرت و عفت[۵] کیخلاف ہے یہ چوتھا گناہ ہوا پھر اگر سودی لیا تو سود دینا پڑا یہ پانچواں گناہ ہوا اگر خاوند کی نیت ان بیجا فرمائشوں سے بگڑ گئی اور حرام آمدنی پر اسکی نظر پہنچی کسی کا حق تلف کیا رشوت لی اور یہ فرمائشیں پوری کی گئیں اور اکثر یہی ہوتا ہے کہ حلال آمدنی سے یہ بیجا فرمائشیں پوری نہیں ہوتیں تو اس گناہ کا باعث یہ بی بی ہوئی، اور گناہ کا سبب بننا بھی گناہ ہے یہ چھٹا گناہ ہوا، اکثر ایسے جوڑے کیلئے گوٹا ٹھپا مصالح بھی لیا جاتا ہے اور بوجہ بے علمی یا بے پروائی کے اسکی بیع[۵۳] میں اکثر سود لازم آجاتا ہے کیونکہ چاندی سونے کی چیز کی خرید و فروخت کے مسائل بہت نازک ہیں چنانچہ رسالہ صفائی معاملات میں اسکے مسائل بھی بیان کئے ہیں، بہرحال یہ ساتواں گناہ ہوا، پھر غضب یہ ہے کہ ایک شادی کیلئے جو جوڑا بنا وہ دوسری شادی کیلئے کافی نہیں اسکے لئے پھر دوسرا جوڑا چاہئے ورنہ عورتیں نام رکھیں گی یہی گناہ پھر دوبارہ[۵] جمع ہونگے گناہ کا بار بار کرنا ایک قسم کا اصرار ہے جو خود مستقل گناہ ہے یہ آٹھواں گناہ ہوا یہ تو پوشاک کی تیاری تھی اب زیور کی فکر ہوئی اگر اپنے پاس نہیں ہوتا تو مانگا تانگا پہنا جاتا ہے اور اسکے عاریت

---

[۵] پاکدامنی ۱۲ [۵۳] خرید

ہونیکو پوشیدہ کیا جاتا ہے اور اسکو اپنی ہی ملکیت ظاہر کیا جاتا ہے یہ ایک قسم کا خداع[1] وکذب[2] ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص بہ تکلف اپنی آسودگی ظاہر کرے ایسی چیز سے جو اس کی نہیں ہے اسکی ایسی مثال ہے جیسے کسی نے دو کپڑے جھوٹ اور فریب کے پہن لئے یعنی سر سے پاؤں تک جھوٹ ہی جھوٹ لپیٹ لیا یہ نواں گناہ ہوا، پھر اکثر زیور بھی ایسا پہنا جاتا ہے جسکی جھنکار دور تک جاوے تاکہ محفل میں جاتے ہی سب کی نگاہیں اُن ہی کے نظارہ میں مشغول ہو جاویں بجتا زیور پہننا خود ممنوع ہے، حدیث میں ہے کہ ہر باجہ کیساتھ شیطان ہے یہ دسواں گناہ ہوا۔ اب سواری کا وقت آیا نوکر کو ڈولی لانیکا حکم ہوا یا صاحبِ تقریب کے یہاں سے ڈولی آئی تو بی بی کو غسل کی فکر پڑی کچھ کھلی پانی کی تیاری میں دیر ہوئی، کچھ نیت غسل کے باندھنے میں دیر ہوئی، غرض اس دیر دیر میں نماز جاتی رہی تب کچھ پرواہ نہیں اور کوئی کام ضروری میں حرج ہو جاوے تب کچھ مضائقہ نہیں اور اکثر ان بھلے مانسوں کے غسل کے روز یہی مصیبت پیش آتی ہے۔ اگر نماز قضا ہو گئی تو یہ گیارھواں گناہ ہوا۔ اب کہار دروازے پر پکار رہے ہیں بی بی اندر سے اُن کو گالیاں اور کوسنے سنا رہی ہیں. بلاوجہ کسی غریب کو دُر پھٹ کرنا یا گالی کوسنا دینا ظلم صریح ہے یہ بارھواں گناہ ہوا۔ اب خدا خدا کرکے بی بی تیار ہوئیں کہاروں کو ہٹا کر سوار ہوئیں بعض عورتیں ایسی بے احتیاط ہوتی ہیں کہ ڈولی کے اندر سے پلہ لٹک رہا ہے یا کسی طرف سے پردہ ہی کھل رہا ہے یا عطر و پھلیل اسقدر بھرا ہے کہ رستہ میں خوشبو مہکتی جاتی ہے یہ نامحرموں کے روبرو اظہارِ زینت ہے، حدیث میں وارد ہے کہ جو عورت گھر سے عطر لگا کر نکلے یعنی اسطرح کہ دوسروں کو بھی خوشبو پہنچے تو وہ ایسی ویسی ہے یہ تیرھواں گناہ ہوا۔ اب منزلِ مقصود کو پہنچیں کہار ڈولی دروازے میں رکھ الگ ہو گئے اور یہ بیدھڑک تر گھر میں داخل ہوئیں، یہ احتمال ہی نہیں کہ گھر میں شاید کوئی نامحرم مرد پہلے سے ہو، اور بارہا ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ایسے موقعہ پر نامحرم کا سامنا ہو جاتا ہے مگر عورتوں کو تمیز ہی نہیں کہ اوّل گھر میں تحقیق کر لیا کریں شبہ قوی کے موقع پر تحقیق نہ کرنا یہ چودھواں گناہ ہوا۔ اب گھر میں پہنچیں حاضرین

---

[1] دھوکا۔ [2] جھوٹ ۱۲

کو سلام کیا جواب ہوا بعضوں نے تو زبان کو تکلیف ہی نہیں دی فقط ماتھے پر ہاتھ رکھدیا بس سلام ہو گیا جسکی ممانعت حدیث میں آئی ہے بعض نے لفظ سلام بھی کہا تو صرف سلام یہ بھی سنت کے خلاف ہے السلام علیکم کہنا چاہیئے۔ اب جواب ملاحظہ فرمائیے جیتی رہو ٹھنڈی رہو سہاگن رہو بھائی جئے، میاں جئے، بچہ جئے غرض کنبہ بھر کی فہرست شمار کرنا آسان اور وعلیکم السلام جو سب کو جامع ہے مشکل، یہ مخالفت سنت کی ہمیشہ ہمیشہ کرنا پندرھواں گناہ ہوا۔ اب مجلس جمی تو شغل اعظم یہ ہوا کہ غیبتیں شروع ہوئیں جو حرام قطعی اور سخت ممنوع ہے یہ سولھواں گناہ ہوا۔ باتوں کے درمیان میں ہر ہر بی بی اس کوشش میں ہے کہ میری پوشاک اور زیور پر سب کی نظر پڑ جانا چاہیئے۔ ہاتھ سے پاؤں سے، زبان سے غرض تمام بدن سے اسکا اظہار ہوتا ہے جو صریح ریا ہے جسکا حرام ہونا سب معلوم ہے۔ یہ سترھواں گناہ ہوا۔ اور جسطرح ہر بی بی دوسروں کو اپنا مایۂ افتخار دکھلاتی ہے اسی طرح ایک دوسرے کی مجموعی حالت دیکھنے کی بھی کوشش کرتی ہے، چنانچہ اگر کسی کو اپنے سے کم پایا تو اسکو حقیر و ذلیل سمجھا اور اپنے کو بڑا یہ صریح تکبر اور گناہ ہے، یہ اٹھارواں گناہ ہوا اور اگر دوسرے کو اپنے سے بڑھا ہوا دیکھا تو حسد اور ناشکری اور حرص اختیار کی یہ تینوں گناہ ہیں یہ انیسواں، بیسواں، اکیسواں گناہ ہوا اکثر اس طوفان اور بیہودہ مشغولی میں نمازیں اڑجاتی ہیں ورنہ وقت تو تنگ ضرور ہوجاتا ہے، یہ بائیسواں گناہ ہوا، پھر اکثر ایکدوسرے کو دیکھکر یا ایک دوسرے سے سنکر ان رسوم خرافات کی تعلیم بھی پاتی ہیں اور اس تعلیم و تعلم کا سلسلہ بلا کسی نصاب و سبق کے اس ملاقات ہی کی بدولت قائم ہے، معاصی کی تعلیم و تعلم یہ دونوں گناہ ہیں یہ تیئسواں گناہ ہوا۔ یہ بھی ایک دستور ہے کہ ایسے موقع پر جو سقہ پانی لاتا ہے اس سے پردہ کرنے کیلئے بند مکان میں عورتیں نہیں جاتیں بلکہ اسکو حکم ہوتا ہے کہ تو منہ پر نقاب ڈالکر چلا آ، اور کسی کو دیکھنا مت اب آگے اسکا ایمان جانے چاہے دزدیدہ نظر سے تمام مجمع کو دیکھ لے تو کسی کو کچھ غیرت نہیں، ایسے منظر پر بقصد بیٹھنا کہ نامحرم دیکھ سکے حرام۔ یہ چوبیسواں گناہ ہوا۔ اب کھانے کے وقت

---

۱ تم پر سلامتی ہو۔ ۲ اور تم پر بھی سلامتی ہو ۱۲ ۳ سب سے بڑا شغل ۴ فخر کی پونجی ۵ سکھانا ۶ سیکھنا ۱۲

جسقدر طوفان مچتا ہے کہ ایک ایک بی بی چار چار طفیلیوں کو ہمراہ رکاب لاتی ہیں اور اُنکو خوب خوب بھر بھر دیتی ہیں اور گھر والے کے مال یا آبرو جانے کی کچھ پرواہ نہیں کرتیں یہ پچیسواں گناہ ہوا، اب بعد فراغ گھر جانیکو ہوتی ہیں، کہاروں کی آواز سنکر یاجوج ماجوج کی طرح وہ تموج ہوتا ہے کہ ایک پر دوسری، دوسری پر تیسری، غرض سب دروازہ میں جا لپٹتی ہیں کہ پہلے میں سوار ہوں، کہار بھی اکثر اوقات ٹلنے نہیں پاتے اچھی طرح سامنا ہو جاتا ہے یہ چھبیسواں گناہ ہوا پھر کسی کی کوئی چیز گم ہو جاوے تو بلا دلیل کسی کو تہمت لگانا بلکہ بعض اوقات اسپر تشدد کرنا اکثر شادیوں میں پیش آتا ہے یہ ستائیسواں گناہ ہوا، پھر اکثر تقریب والے گھر کے مرد بے احتیاطی اور جلدی میں بالکل دروازے میں گھر کے روبرو آ کھڑے ہوتے ہیں اور بہتوں پر نگاہ پڑتی ہے انکو دیکھ کر کسی نے منہ پھیر لیا، کوئی کسی کی آڑ میں ہو گئی، کسی نے ذرا سر نیچا کر لیا بس یہ پردہ ہو گیا اچھی خاصی روبرو بیٹھی رہتی ہیں یہ اٹھائیسواں گناہ ہوا، پھر دولھا کی زیارت اور برات کے تماشے کو دیکھنا فرض اور تبرک سمجھتی ہیں جسطرح عورت کو اپنا بدن غیر مرد کو دکھلانا جائز نہیں اسی طرح سے بلا ضرورت غیر مرد کو دیکھنا بھی بوجہ احتمال فتنہ کے ممنوع ہے یہ انتیسواں گناہ ہوا، پھر واپسی دولت خانہ کے بعد کئی کئی روز تک آنیوالی بیبیوں میں اور اہل تقریب کی کارروائیوں میں جو عیب نکالے جاتے ہیں اور کیڑے ڈالے جاتے ہیں وہ تیسواں گناہ ہوا، اور اسی طرح کی اور بہت سی خرابیاں اور گناہ کی باتیں اس مجمع مستورات میں جمع ہیں جو عاقل و دیندار کو مشاہدہ[1] اور تامل[2] سے بے تکلف معلوم ہو سکتی ہیں اسلئے رہبری رائے یہ ہے کہ ام المفاسد[3] یہ جمع ہونا ہے اسکا انسداد[4] سب سے زیادہ بہتر ہے

(۹) حجام آرندہ[5] جوڑا کو بروقت پہنچانے جوڑا۔ کچھ انعام دیتے ہیں اور پھر یہ جوڑا نائن لیکر ساری برادری میں گھر گھر دکھلاتی پھرتی ہے اور اس رات کو برادری کی عورتیں جمع ہو کر کھانا کھاتی ہیں، ظاہر ہے کہ جوڑا دکھلانے کا منشا بجز ریا اور کچھ بھی نہیں اور عورتوں کے جمع ہونے کے برکات ابھی مذکور ہو چکے ہیں غرض اس موقعہ پر بھی معاصی کا خوب اجتماع ہے ۔

[1] دیکھنے، [2] غور ۱۲، [3] خرابیوں کی جڑ ۱۲، [4] بند کرنا [5] لانے والا ۱۲

(۱۰) علی الصباح دولھا کو غسل دیکر شاہانہ جوڑا پہناتے ہیں اور پرانا جوڑا معہ جوتے کے حجام کو دیا جاتا ہے اور چوٹی سہرے کا حق کمینوں کو دیا جاتا ہے، اکثر اس جوڑے میں خلاف شرع بھی لباس ہوتا ہے اور سہرا چونکہ کفار کی رسم ہے اسلئے اس حق کا نام چوٹی سہرے سے مقرر کرنا بیشک مذموم اور تائید رسم کفار کی ہے یہ بھی خلاف شرع ہوا۔

(۱۱) اب نوشہ کو گھر میں بلا کر چوکی پر کھڑا کر کے دھیانیاں سہرا باندھ کر اپنا حق لیتی ہیں اور کمنے کی عورتیں کچھ ٹکے نوشہ کے سر پر پھیر کر کمینانؔ حاضرین کو دیدیتی ہیں، نوشہ کے گھر میں جانے کے وقت کوئی احتیاط نہیں رہتی، بڑی بڑی گھری پردہ دالیاں آرائش و زیبائش کئے ہوئے اسکے سامنے آکھڑی ہوتی ہیں، اور یہ سمجھتی ہیں کہ یہ تو اُسکی شرم کا وقت ہے یہ کسی کو نہ دیکھے گا بھلا غضب کی بات ہے یا نہیں، اوّل تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ نہ دیکھے گا مختلف طبائع کے لڑکے ہوتے ہیں جنمیں اکثر تو آجکل شریر ہی ہیں پھر اگر اس نے نہ دیکھا تم کیوں اسکو دیکھ رہی ہو حدیث شریف میں ہے کہ لعنت کرے اللہ تعالیٰ دیکھنے والے پر اور جسکو دیکھے، غرض اس موقعہ پر دولھا اور عورتیں سب گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں، پھر سہرا باندھنا یہ دوسرا امر خلاف شرع ہوا کیونکہ یہ رسم کفار کی ہے، حدیث میں ہے کہ جو تشبہ کرے کسی قوم کیساتھ وہ اُن ہی میں سے ہے، پھر لڑجھگڑ کر اپنا حق لینا اوّل تو ویسے بھی کسی چیز پر جبر کرنا حرام ہے اور بالخصوص ایک معصیت کا ارتکاب کر کے اسپر کچھ لینا گندؔ در گند ہے اور نوشہ کے سر پر سے پیسوں کا اُتارنا یہ بھی ایک ٹوٹکا ہے جسکی نسبت حدیث میں ہے کہ ٹوٹکا شرک ہے، غرض سرتاسر خلاف شرع امور کا مجموعہ ہے۔

(۱۲) اب برات روانہ ہوتی ہے، یہ برات بھی شادی کا رکنِ اعظم سمجھا جاتا ہے اور اسکے لئے کبھی دولھا والے کبھی دلہن والے بڑے بڑے اصرار و تکرار کرتے ہیں غرض اس سے محض ناموری اور تفاخر ہے اور کچھ نہیں عجب نہیں کہ کسی وقت میں جبکہ راہوں میں امن نہ تھا اکثر راہزنوں اور قزاقوں سے دوچار ہونا پڑتا تھا بمصلحت حفاظتِ دولھا دلہن و اسباب زیور وغیرہ کے برات

---

ؔ موجود کمینوں کو ؔ گندگی میں گندگی ۱۲

لیجانے کی رسم ایجاد ہوئی اور اسی وجہ سے گھر پیچھے ایک آدمی برات میں ضرور جاتا تھا مگر اب تو نہ وہ ضرورت باقی رہی اور نہ کوئی مصلحت صرف افتخار واشتہار رہ گیا ہے پھر اکثر اسمیں ایسا بھی کرتے ہیں کہ بُلائے پچاس اور جا پہنچے سو۔ اوّل تو بے بلائے اس طرح کسی کے گھر جانا حرام ہے حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص دعوت میں بے بُلائے جائے تو وہ گیا تو چور ہوکر اور نکلا لٹیرا ہوکر یعنی ایسا گناہ ہوتا ہے جیسے چوری اور لوٹ مار کا پھر دوسرے شخص کی اسمیں بے آبروئی بھی ہوجاتی ہے کسی کو رسوا کرنا یہ دوسرا گناہ ہے، پھر ان امور کی وجہ سے اکثر جانبین میں ایسی ضد اضدی اور بے لطفی ہوتی ہے کہ عمر بھر اسکا اثر قلوب میں باقی رہتا ہے چونکہ نا اتفاقی حرام ہے اسلئے اسکے اسباب بھی حرام ہونگے ، اسلئے یہ فضول رسم ہرگز جائز نہیں، راہ میں جو گاڑیبانوں پر جہالت سوار ہوتی ہے اور گاڑیوں کو بے سدھ بلا ضرورت بھگانا شروع کرتے ہیں اسمیں سیکڑوں خطرناک وارداتیں ہوجاتے ہیں، ظاہر ہے کہ ایسے مہلکہ اور خطرہ میں پھنسنا بلا ضرورت کسی طرح جائز نہیں۔ اور کوئی شخص گھوڑ دوڑ[۱] کا شبہ نہ کرے[۲] کہ اگر اسمیں قمار[۳] نہ ہو تو اس وقت وہ جائز ہے حالانکہ اسمیں بھی خطرہ ہے، جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ اوّل تو گھوڑ دوڑ میں جسقدر سوار ہیں سب ماہر ہیں، اسمیں یہ احتمال کم ہے اور یہاں بہلیوں کے سوار سب اناڑی ہیں یہاں احتمال ضرر[۴] کا غالب ہے، دوسرے وہاں ضرورت تعلیم ومشق فن کی ہے یہاں بجز مفاخرت[۵] کے اور کیا ضرورت ہے۔

(۱۳) دولھا اس شہر کے کسی مشہور ومتبرک مزار پر جاکر کچھ نقد چڑھا کر شامل برات ہوجاتا ہے۔ اسمیں جو عقیدہ جاہلوں کا ہے وہ یقینی شرک تک پہنچا ہوا ہے، اگر کوئی فہیم اس بدعقیدہ سے پاک بھی ہو تب بھی اس رسم سے چونکہ ان فاسد الاعتقاد[۶] لوگوں کے فعل کی تائید وترویج ہوتی ہے اسلئے سب کو بچنا چاہئے۔

(۱۴) حجام آرندۂ مہندی[۷] کو بروقت پہنچانے مہندی کے وہ مقدار انعام دیتا ہے کہ جس مقدار انعام پر دولھا والا اس مقدار خرچ کا اندازہ کرلیتا ہے جو اسکو فرد کلیناں میں دینا پڑتا ہے یعنی یہ فرد

---

۱ یعنی یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ اسکی مثال گھوڑ دوڑ جیسی ہے گھوڑ دوڑ کو اس صورت میں جائز مانا جاتا ہے کہ جب اسمیں دونوں طرف سے شرط نہ ہو ۱۲

۲ ہنسی جانے ۳ جوا ۴ نقصان ۵ بڑائی ۱۲ ۶ خراب عقیدہ رکھنے والے ۱۲ ۷ مہندی لانیوالا ۱۲

اس انعام سے آٹھ حصہ زیادہ ہوتی ہے یہ بھی زبردستی کا ٹیکس ہے کہ پہلے سے نوٹس دیدیا جاتا ہے کہ ہم تم سے اتنا روپیہ دلوا دیں گے چونکہ اسطرح جبراً دلوانا حرام ہے اسلئے اسکی تمہید اور اطلاع کیلئے ایک اطلاع مقرر کرنا بھی اسی کے حکم میں ہے کیونکہ معصیت[۵۱] کا عزم[۵۲] بھی معصیت ہے ۔

(۱۵) کچھ مہندی دلہن کے لگائی جاتی ہے اور باقی تقسیم ہو جاتی ہے یہ دونوں امر بھی خواہ التزام[۵۳] مالا یلزم ہیں، اسطرح کہ اسکے خلاف کو عیب سمجھتے ہیں، پس صریح[۵۴] تعدی[۵۵] حدود شرعیہ سے ہے ۔

(۱۶) برات آنے کے دن دلھن کے گھر کی عورتیں جمع ہوتی ہیں اس مجمع کے ظلمات[۵۶] وخوبیتیں اوپر عرض کر چکا ہوں ۔

(۱۷) اور ہر کام پر پروت تقسیم ہوتے ہیں مثلاً نائی نے دیگ کیلئے چولھا کھود کر پروت مانگا تو اسکو ایک خوان میں اناج اور اسپر ایک بھیلی گڑ کی رکھ کر دیا جاتا ہے اسی طرح ہر ہر خفیف کام پر بھی جرمانہ ہوتا ہے خدمتگزاروں کو دینا بھی بہت اچھی بات ہے مگر اس ڈھونگ کی کون ضرورت ہے ۔ اسکا جو حق الخدمت سمجھا جاوے اسکو ایک دفعہ دیدیا جاوے اسکی بنا بھی وہی تشہیر[۵۷] ہے، بس علاوہ اسکے اسکو اجرتِ خدمت تو کہہ نہیں سکتے کیونکہ اجرت کیلئے شرعاً تعیین[۵۸] مقدار ضروری ہے اور یہاں ہرگز ایسی تعیین نہیں ہے کہ پاؤ سیر کا بھی فرق نہ ہونے پاوے پس لابد[۵۹] انعام واحسان ہوگا اسمیں اسطرح زبردستی لینا حرام ہے اور جس چیز کا لینا حرام دینا بھی حرام ہے اور اگر اسکو اُجرت کہا جاوے تو بوجہ مجہول ہونے کے اجارۂ فاسد ہے ۔ اور اجارہ فاسد حرام ہے ۔

(۱۸) برات پہنچنے پر گاڑیوں کو گھاس دانہ اور مانگے کی گاڑیوں کو گھی اور گڑ بھی دیا جاتا ہے اس موقعہ پر اکثر گاڑیبان ایسا طوفان بپا کرتے ہیں کہ گھر والا بے آبرو ہو جاتا ہے اور باعث اس کے وہی برات لانیوالے ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ امر مذموم[۶۰] کا سبب بننا بھی امر مذموم ہے ۔

(۱۹) برات ایک جگہ قیام کرتی ہے طرفین کے برادری کے سامنے بری کھولی جاتی ہے۔ اب

---

۵۱ گناہ ۵۲ ارادہ ۵۳ غیر ضروری کو ضروری سمجھنا ۵۴ صراحۃً ۵۵ شریعت کی حدود سے آگے بڑھ جانا ہے ۱۲ ۵۶ یعنی برائیاں ۵۷ شہرت طلبی ۵۸ مقدار کا معین کرنا ۔ ۵۹ لامحالہ ۶۰ برا کام ۱۲ ص

وقت آیا ہے اس معصیت ریا[۱] و افتخار[۲] کے ظہور کا جو اصل مقصود تھا اور اسی سبب سے یہ رسم ممنوع ہے۔

(۲۰) جسمیں بعض اشیاء تو بہت ضروری ہیں شاہانہ جوڑا انگوٹھی پاؤں کا زیور سہاگ پوڑہ عطر و تیل مسی سرمہ دانی کنگھی پان کھیل اور باقی غیر ضروری جسقدر جوڑے بری میں ہوتے ہیں اتنی ہی مٹکیاں ہوتی ہیں ان سب مہملات کا التزام[۳] مالایلزم ہونا ظاہر ہے جسکا خلاف شرع ہونا بارہا مرقوم ہو چکا ہے اور ریا و نمود تو سب رسموں کی جان ہے اسکو تو کہنے کی حاجت ہی کیا۔

(۲۱) اس بری کو لیجانے کے واسطے دلہن کی طرف کے کمین خوان لیکر آتے ہیں اور ایک ایک آدمی ایک ایک چیز سر پر لیجاتا ہے دیکھئے اس ریا کا اور اچھی طرح ظہور ہوا گو وہ ایک ہی آدمی کے لیجانے کا بوجھ ہو مگر لیجاوے اسکو ایک قافلہ تاکہ سلسلۂ دراز معلوم ہو کھلا تکاثر[۴] و تفاخر[۵] ہے۔

(۲۲) تمام مرد کنبے کے بری کیساتھ جاتے ہیں اور بری زنانہ مکان میں پہنچا دی جاتی ہے، اس موقع پر اکثر بے احتیاطی ہوتی ہے کہ مرد بھی گھر میں چلے جاتے ہیں اور مستورات کا بیحجابانہ سامنا ہوتا ہے نہیں معلوم کہ اس روز تمام گناہ اور بے غیرتی کی باتیں کس طرح حلال اور عین تہذیب بنجاتی ہیں۔

(۲۳) اس بری میں شاہانہ جوڑا اور بعض چیزیں رکھ کر باقی سب چیزیں واپس ہو جاتی ہیں جسکو دولہا والا بجنسہٖ صندوق میں رکھ لیتا ہے جب واپس لینا تھا تو خواہ مخواہ بھیجنے کی تکلیف کیوں کی بس وہی نمود و شہرت پھر جب واپس آنا یقینی ہے تب تو عقلا کے نزدیک کوئی شان کی بات بھی نہیں ممکن ہے کہ کسی سے مانگ لایا ہو پھر گھر آ کر واپس کر دیگا۔ اور اکثر ایسا واقعہ بھی ہوتا ہے، غرض تمام لغویات شرع کے بھی خلاف اور عقل کے بھی خلاف پھر لوگ ان پر غش ہیں۔

(۲۴) بری کے خوان میں دلہن والوں کی طرف سے ایک یا سوا روپیہ ڈالا جاتا ہے جسکو بری کی چنگیر کہتے ہیں اور وہ دولہا کے نائی کا حق ہوتا ہے اسکے بعد ڈومنی ایک ڈوری لیکر دولہا کے پاس جاتی ہے۔ اور ایک حقیف[۶] انعام ۲ ر یا ۴ ر دیا جاتا ہے اس میں بھی وہی التزام مالایلزم

---

[۱] دکھاوا [۲] فخر [۳] غیر ضروری کو ضروری جاننا [۴] زیادتی مال کا اظہار [۵] بڑائی [۶] ہلکا

اور جبر[۱] فی التبرع[۱] سر تا سر ہے اور معلوم نہیں کہ ڈومنی صاحبہ کا کیا استحقاق ہے اور یہ ڈوری کیا واہیات ہے -

(۲۵) برات والے نکاح کے واسطے بلائے جاتے ہیں خیر غنیمت ہے خطا معاف ہوئی ان خرافات میں اکثر اسقدر دیر لگتی ہے کہ اکثر تو تمام شب اسی کی نذر ہو جاتی ہے، پھر بے خوابی[۲] سے کوئی بیمار رہو گیا کسی کو سوء ہضمی[۳] ہو گئی، کوئی غلبہ خواب[۴] سے ایسا سویا کہ صبح کی نماز ندارد ہوئی - ایک رونا ہو تو رویا جاوے یہاں تو سر سے پاؤں تک نور ہی نور بھرا ہے اللہ تعالیٰ رحم فرماویں -

(۲۶) سب سے پہلے سقہ پانی لیکر آتا ہے اسکو سوا روپیہ بیر گھڑی کے نام سے دیا جاتا ہے گو دل نہ چاہے مگر زکوٰۃ سے بڑھ کر فرض ہے کہ ضرور دو، غضب ہے کہ اول تو تبرعات میں جبر جو محض حرام ہے - اور جبر کے یہی معنی نہیں کہ لاٹھی ڈنڈا مار کر کسی سے کچھ لے لیا جاوے بلکہ یہ بھی جبر ہی کہ اگر نہ دیں گے تو بدنام ہوں گے پھر لینے والے خود مانگ مانگ کر جھگڑ جھگڑ کر لیتے ہیں اور وہ بیچارہ اپنی ننگ و ناموس کیلئے دیتا ہی یہ سب جبر حرام ہی - پھر یہ بیر گھڑی ہندوانہ لغت ہے معلوم ہوتا ہی کہ کفار سے یہ رسم سیکھی ہے - یہ رسمیں دو سری ظلمت ہوئیں -

(۲۷) اس کے بعد ڈوم شربت گھولنے کے واسطے آتا ہے جسکو عہ دیا جاتا ہے اور شکر شربت کی دلہن والوں کے یہاں سے آتی ہے، یہاں بھی وہی جبر تبرعات موجود ہے - پھر یہ ڈوم صاحب کس مصرف کے ہیں بیشک شربت گھولنے کے لئے بہت ہی موزوں ہیں کیونکہ آلاتِ نشاط بجاتے بجاتے ہاتھ میں مادہ سرور کا پیدا ہو گیا ہو گا تو شربت میں ملجانے سے پینے والوں کو سرور زیادہ ہو گا -

(۲۸) قاضی صاحب کو بلا کر نکاح پڑھواتے ہیں بس یہ ایک امر ہے جو تمام غیر مشروعات میں ایک مشروع ہے مگر اسمیں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر جگہ حضرات قاضی صاحبان مسائلِ نکاح و متعلقات اسکے سے محض ناواقف ہوتے ہیں کہ بعض مواقع پر یقیناً نکاح بھی درست نہیں ہوتا تمام

[۱] جبر زبردستی - فی، میں - تبرع احسان یا نفلی کام، یعنی جو ضروری نہیں جسکا کرنا محض احسان ہے اسکے متعلق زبردستی ۱۲ [۲] نہ سونے کے باعث ۱۲ [۳] بدہضمی [۴] نیند کی زیادتی - ۱۲

عمر بدکاری ہوا کرتی ہے اور بعض ایسے طماع[1] کہ روپیہ سوا روپیہ کے لالچ میں آکر جسطرح سے فرمائش کیجاوے کر گذرتے ہیں خواہ نکاح ہو یا نہو اسمیں بہت اہتمام چاہئے کہ نکاح پڑھنے والا خود عالم ہو یا کسی عالم سے خوب تحقیق کر کے نکاح پڑھے ۔

(۲۹) اور انکو کچھ دیکر رخصت کرتے ہیں اکثر جگہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ لوگ اسکو اپنا حق واجب اللادا سمجھتے ہیں حتیٰ کہ اگر کوئی نہ دے یا مقدار معین سے کم دے تو اس سے تکرار کرتے ہیں تقاضا کرتے ہیں بڑی تہذیب کو کام فرمایا تو زبان سے نہ بولیں گے مگر دلمیں ضرور ناخوش ہوتے ہیں تو ایسے لینے کی نسبت "رفاہ المسلمین شرح مسائل اربعین" میں خزانۃ الروایات سے حرام ہونا نقل کیا ہے اور اس سے بڑھکر ایک یہ رواج ہو رہا ہے کہ اکثر جگہ قاضی لوگ اپنا نائب بھجدیتے ہیں اور اُن کو جو کچھ ملتا ہے اسمیں زیادہ حصہ قاضی کا اور تھوڑا سا اُس نائب کا ہوتا ہے یہ استحقاق قاضی کا محض بلا دلیل ہے اور اسپر اور مطالبہ کرنا بالکل ناجائز۔ یہ امر قابل یاد رکھنے اور لحاظ کرنے کے ہے کہ البتہ اگر خوشی سے صاحب تقریب کچھ دیدے تو لے لینا جائز ہے اور جسکو دیا ہے اُسی کی ملک ہے مثلاً اگر نائب کو خوشی سے دیا تو تمامتر اسکی ملک ہے منیب[2] صاحب اُس سے اسوجہ سے لیتے ہیں کہ ہم نے تمکو مقرر کیا ہے سو محض اسوجہ سے لینا رشوت اور حرام ہے، راشی[3] و مرتشی[4] یعنی نائب اور منیب دونوں عاصی ہوتے ہیں ۔

(۳۰) اس کے بعد اگر دولھا والے چھوہارے لیگئے ہوں تو وہ لٹا دیتے ہیں یا تقسیم کر دیتے ہیں ورنہ وہی شربت خواہ گرمی ہو یا سردی علاوہ التزام مالا یلزم کے جو کہ شربت میں ہے کسی کو بیمار ڈالنے کا سامان کرنا جیسا کہ بعض فصلوں میں شربت پینے سے واقع ہوتا ہے۔ کہاں جائز ہے ۔

(۳۱) اب دلھن کیطرف کا نائی ہاتھ دھلاتا ہے اسکو کچھ دھلائی دیا جاتا ہے یہ انعام فی نفسہٖ ایک تبرع و احسان ہے مگر اسکو دینے والے اور لینے والے حق واجب اور ننگ سمجھتے ہیں اسطرح

[1] لالچی [2] نائب بنانیوالا [3] راشی رشوت دینے والا [4] مرتشی رشوت لینے والا ۱۲

سے دینا لینا حرام ہے کیونکہ تبرع میں جبر حرام ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا اور اگر حق الخدمت کہا جاوے تو دلہن والوں کا خادم ہے اُن کے ذمّہ ہونا چاہئے دولہا والوں سے کیا واسطہ یہ تو مہمان ہیں - علاوہ خلاف شرع ہونے کے خلافِ تہذیب بھی کسقدر ہے کہ مہمانوں سے فیس اور اُجرت نوکروں کی وصول کی جاوے -

(۳۲) اور دولہا کیلئے گھر میں سے شکرانہ بنکر آتا ہے جو خالی رکابیوں میں سب براتیوں ... کو تقسیم کیا جاتا ہے اسمیں علاوہ التزام مالا یلزم کے عقیدہ کا بھی فساد ہے اگر یہ شکرانہ نہ بنایا جاوے تو باعث نامبارکی کا سمجھتے ہیں بلکہ اکثر رسوم میں یہی عقیدہ ہے یہ خود شعبہ شرک کا ہے۔ حدیث میں ہے کہ طیرہ یعنی بدشگونی اور نامبارکی کی کچھ اصل نہیں، شریعت جسکو بے اصل بتلاوے اور لوگ اسپر پُل بنا کر کھڑا کریں فرمائیے شریعت کا مقابلہ ہے یا نہیں -

(۳۳) اسکے بعد سب براتی کھانا کھا کر چلے جاتے ہیں، لڑکی والے کے گھر سے نوشہ کیلئے پلنگ سجا کر بھیجا جاتا ہے اور کیسے اچھے وقت بھیجا جاتا ہے جب تمام شب پڑے پڑے ہڈیاں چور ہو چکیں اب مرہم آیا ہے واقعی حقدار تو ابھی ہوا ہے اس سے پہلے تو اجنبی محض تھا - بھلے مانسو! اگر داماد نہ تھا بیچارہ بُلایا ہوا مہمان تو تھا آخر مہمان کے مدارات کا بھی حکم شرع میں اور عقل میں ہے یا نہیں اور دوسرے براتی آپ بھی فضول ہی رہے اُنکی اب بھی کسی نے بات نہیں پوچھی صاحبو وہ بھی تو مہمان ہیں -

(۳۴) حجام آرندۂ[1] پلنگ کو نیگ دیا جاتا ہے بس معلوم ہوا یہ چارپائی اس علّت کے لئے آئی تھی، استغفر اللہ اسمیں بھی وہی جبر فی التبرع[2] ظاہر ہے

(۳۵) پچھلی شب کو ایک خوان میں شکرانہ بھیجا جاتا ہے جسکو برات کے سب لڑکے ملکر کھاتے ہیں چاہے ان کمبختی ماروں کو تداخل[3] ہی ہو جاوے مگر شادی والوں کو اپنی رسمیں پورا کرنے سے کام ہے، پہلے جہاں شکرانہ بنانے کا ذکر آیا ہے وہاں بدلیل بیان ہو چکا ہے کہ یہ بھی خلاف شرع ہے -

---

۱ پلنگ لانیوالا ۱۲ ۲ غیر مزدوری کام میں زبردستی ۱۲ ۳ بدہضمی مراد ہے اصل معنی ہیں ایک میں دوسرے کا داخل ہونا یعنی کھانا جب ہضم ہو رہا ہو اور کھا لیا اس صورت میں بدہضمی وغیرہ کا خطرہ ہے ۱۲

(۳۶) حجام آرندہ خوان کو عہ دیا جاتا ہے کیوں نہ دیا جاوے ان حجام صاحب کے بزرگوں نے اس بیچارے برائی کے باپ دادا کو قرض روپیہ چلایا تھا یہ بیچارہ اسکو ادا کر رہا ہے ورنہ اسکے باپ دادا جنت میں جانے سے اٹکے رہیں گے۔

(۳۷) صبح کو برات کے بھنگی دلہن والوں کے گھر دف بجاتے ہیں، یہ دف[۱] برات کیساتھ آتے تھے اور دف فی نفسہ جائز بھی تھے مگر اسمیں شریعت نے یہ مصلحت رکھی ہے کہ اس سے اعلان نکاح کا ہو جائے جو کہ مطلوب ہے لیکن اب یقینی بات ہے کہ اظہار شان و شوکت و تفاخر کیلئے بجایا جاتا ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ جو مباح[۲] ذریعہ معصیت بن جاوے وہ بھی معصیت ہو جاتا ہے، اسلئے یہ دف بھی موقوف کرنے کے قابل ہیں۔ اعلان کے ہزاروں طریقے ہیں اور اب تو ہر کام مجمع میں ہوتا ہے پہلے سے ذکر مذکور ہوا کرتا ہے بعد میں مدتوں تذکرہ رہتا ہے بس یہ اعلان کافی ہے اور اگر دف کے ساتھ شہنائی بھی ہو تو کسی حال میں جائز نہیں عربی میں اسکو براع[۳] کہتے ہیں، حدیث میں اسکا مذموم و مکروہ ہونا آیا ہے۔

(۳۸) اور دلہن والوں کی طرف کا بھنگی برات کے گھوڑوں کی لید اٹھاتا ہے اور دونوں طرف کے بھنگیوں کو برابر نیگ لید اٹھائی اور صفائی کا ملتا ہے بھلا اس ٹھٹیرہ بدلائی سے کیا فائدہ۔ دونوں کو جب برابر ملتا ہے تو اپنے اپنے کمینوں کو دیدیا ہوتا۔ خواہ مخواہ دوسرے سے دلا کر تبرعات میں جبر لازم کرا یا جسکا ناجائز ہونا اوپر گذر چکا۔

(۳۹) دلہن والوں کی ڈومنی دولہا کو پان کھلانے کے واسطے اپنا پروت موافق دستور کے لیکر جاتی ہے اور اسکو کچھ انعام ملتا ہے، بیچارہ کو آج ہی لوٹ لو کچھ بچا کر لیجانے نہ پاوے بلکہ ادر قرض کر جاوے اسی جبر فی التبرع کو یاد کر لو۔

(۴۰) اس کے بعد نائن دلہن کا سر کر کے کنگھی کو ایک کٹورے میں رکھ کر لیجاتی ہے اور اسکو سر بندھائی اور پوڑے لپائی کے نام سے کچھ دیا جاتا ہے کیوں نہ دیا جاوے یہ بیچارہ سب کا مقروض بھی ہے یہاں بھی اسی جبر کو یاد کر لو۔

---

[۱] ڈھپرے ۱۲ [۲] جائز چیز ۱۲ [۳] اردو میں اسکو نفیر اور رباط کہتے ہیں۔ ۱۲

(۴۱) اس کے بعد فرد الغام گیناںِ دلہن والوں کی طرف سے تیار ہوکر دولہا والوں کو دی جاتی ہے وہ خواہ اسکو تقسیم کردے یا یکمشت روپیہ دلہن والوں کو دیدے اسمیں بھی وہی تبرع جبر لازم آتا ہے جسکا حرام ہونا کئی بار مذکور ہو چکا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب یہ لوگ ایسے ہی موقعہ کی توقع سے عمر بھر خدمت کرتے ہیں جواب یہ ہے کہ جسکی خدمت کی ہے اس سے حق الخدمت لینا چاہئے یہ کیا لغو حرکت ہے کہ خدمت کریں زید کی اور حق الخدمت ادا کرے عمر۔

(۴۲) نوشہ گھر میں بلایا جاتا ہے اور اسوقت پوری بے پردگی ہوتی ہے اور بعض باتیں بیحیائی کی اس سے پوچھی جاتی ہیں جنکا گناہ اور بے غیرتی ہونا محتاجِ بیان نہیں۔

(۴۳) اگر بہت عزت کو کام فرمایا گیا تو اسکا روماں گھر میں منگایا جاتا ہے اور اسوقت سلامی کا روپیہ جمع کرکے جو بطور نیوتہ کے ہوتا ہے دولہا کو دئیے جاتے ہیں اور شادیوں میں کئی موقعوں پر نیوتہ جمع ہوتا ہے جسکی اصل یہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلے زمانہ میں کسی غریب آدمی کو کوئی تقریب پیش آئی اسکے عزیزوں نے بطور امداد کے کچھ جمع کرکے دیدیا چونکہ اسوقت ان امور میں اسقدر طول نہ تھا، تھوڑے سے سرمایہ میں سب ضروری[1] کام انجام پاگئے نہ اسکو بار ہوا کہ مفت رقم ہاتھ آگئی نہ دینے والوں پر گراں ہوا کسی کا زیادہ خرچ نہیں ہوا اگر بطور تبرع و احسان کے دیتے ہونگے تو اسکا عوض نہ چاہتے ہوں گے گو دوسرا شخص بقاعدہ ھل[2] جزاء الاحسان الا الاحسان کے اسکی ضرورت کے وقت ...... اسکی اعانت کردیتا ہو بشرط گنجائش وبہ لحاظ[3] کمی بیشی کے اور اگر بطور قرض کے ہوتا ہوگا تو اسکو یہ قرض بتدریج[4] ادا کردینا آسان ہوتا تھا واقعی اسوقت یہ مصلحت نہایت مفید تھی اور اب تو اسمیں کوئی بھی مصلحت نہیں رہی جسقدر صرف ہوتا ہے اسکا کوئی جزو معتد[5] بہ نیوتہ میں جمع نہیں ہوتا، پھر ناحق مقروض بننے سے کیا نفع پھر اکثر اسپر تکرار اور رنج بھی ہوتا ہے غرض بے ضرورت مقروض ہونا بھی منع ہے رنج و تکرار کا کام کرنا بھی منع ہے پھر گنجائش کے وقت ادا نہیں کرسکتے جب دوسرے شخص کے یہاں کوئی تقریب ہو تب ہی ادا کرنا ممکن ہے اگر اسوقت پاس نہ ہو تو

---

[1] احسان کا بدلہ احسان ہے [2] آہستہ آہستہ [3] قابلِ اعتبار [4] اسکا عوض نا ضروری ۱۲

بعض اوقات سودی قرض لیکر دینا پڑتا ہے یہ بھی گناہ ہی ہے جس دستور میں اتنے گناہ ہوں وہ بیشک واجب الترک[۱] ہیں ۔

(۴۴) اسمیں ڈومنی اور نائن کا نیگ بقدر ۸ ر نکالا جاتا ہے اللہ میاں کی زکوٰۃ کا چالیسواں حصہ اسقدر فرض نہیں سمجھتے کھیت کا دسواں حصہ واجب نہیں جانتے مگر ان کا حصہ نکالنا سب فرائض سے بڑھ کر فرض یہ التزام مالایلزم کسقدر لغو امر ہے، پھر یہ کہ نائن تو خدمتی بھی ہے، بھلا یہ ڈومنی کس مصرف کی ہے جو ہر جگہ اسکا ساجھا اور حق رکھا ہوا ہے بقول شخصے بیاہ میں بیچ کا لیکھا شاید گانے بجانے کا حق الخدمت سمجھا جاوے تو اس خدمت کی کیفیت سُن لینا چاہئے اکثر لوگ یہ سنکر کہ شادی میں گیت درست ہے بیدھڑک ڈومنیاں گواتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ درست کسطرح تھا اور اب رواج کسطرح پر ہے اسکی تو مثال ایسی ہے کہ کوئی کسی کی روٹی غصب کرکے لاوے اور مفتی سے پوچھے کہ روٹی حرام ہے یا حلال اور اس سے حلال سنکر خوب غصب کیا کرے ظاہر ہے کہ ایسے فتوے سے کام نہیں چل سکتا اسکو یہ پوچھنا چاہئے تھا کہ میرے پاس غصب کی روٹی ہے وہ حلال ہے یا حرام پھر دیکھو کہ کیا جواب ملتا ہے، غرض یہ کہ گیت ڈومنیوں کا جسطرح رائج ہے اسکو دیکھنا چاہئے کہ اسمیں کچھ خرابی ہے یا نہیں تو اب میں پوچھتا ہوں کہ یہ ڈومنیاں لے اور گت سے گاتی ہیں یا نہیں ۔ بیشک گت سے گاتی ہیں تو ذرا کسی عالم سے پوچھو تو سہی کہ یہ غنا امام ابو حنیفہؒ کے مذہب میں حرام ہے یا نہیں اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ عید کے روز پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بھی دو لڑکیوں نے گایا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو وہ نابالغ لڑکیاں تھیں دوسرے وہ اُتار چڑھاؤ سے نہ گاتی تھیں چنانچہ حدیث میں لفظ جاریتین[۲] لیستا بمغنیتین اس معنی کی دلیل ہے اور یہ بتلاؤ کہ انکی آواز اجنبی مردوں کے کانوں میں پہنچتی ہے یا نہیں اور نامحرم عورت کی آواز کسی غیر مرد کے کان میں جانا اور اسطرح سے کہ سننے سے خرابی پیدا ہو حرام ہے یا نہیں پھر اس راگ میں یہ بھی خاصیت ہے کہ جو صفات قلب میں غالب ہوتے ہیں انکو اور زور ہو جاتا ہے، یہ بتلاؤ کہ ہم لوگوں کے قلب میں،

---

[۱] یعنی انکا چھوڑنا ضروری ہے ۱۲ [۲] دو لڑکیاں جو گانا جانتی تھیں ۱۲

صفاتِ خبیثہ[۵۶] کا غلبہ ہے یا نہیں اور صفاتِ خبیثہ کا قوت دینا حرام ہے یا نہیں، پھر یہ کہ آدھی بلکہ تمام تمام رات دائرہ اور کہیں کہیں ڈھولک بھی پٹتا ہے جس سے پاس والوں کو عموماً اور حاضرین مجلس کی خصوصاً نیند ضائع ہوتی ہے اور صبح ہوتے سب مُردہ کی طرح پڑ پڑ کر سوتے ہیں پس صبح کی نمازیں اُنکی قضا ہوتی ہیں یا نہیں اور نماز کا قضا کرنا اور جس شغل کی وجہ سے نماز قضا ہو وہ شغل حرام ہے یا نہیں اور کہیں کہیں مضامین گیت کے خلافِ شرع بھی ہوتے ہیں ۔ پس ان کے گانے اور سننے سے سب کو گناہ ہوتا ہے یا نہیں اب بتلاؤ کہ اسطرح کا گیت گانا اور گوانا حرام ہے یا نہیں پھر جب وہ حرام ہوا تو اسکی اُجرت دینا دلانا کس طرح جائز ہوگا اور اُجرت بھی کسطرح گھر والا تو اسطرح دیتا ہے کہ اس نے بلایا اُسکے یہاں تقریب ہے اور بھلا اور آنے والیوں کی کیا کمبختی ہے کہ اُن سے بھی جبراً وصول کیا جاتا ہے اور جو نہ دے اسکی تذلیل و تحقیر اور اس پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے وہی جبر تبرعات کا قصہ یاد کر لیا جاوے پس ایسے گانے کو اور ایسے حق کو کیونکر نہ حرام کہا جاوے ۔

(۴۵) بعد فراغت کھانے کے جہیز کی تمام چیزیں مجمعِ عام میں لائی جاتی ہیں اور ایک ایک چیز سب کو دکھلائی جاتی ہے اور زیور کی فہرست سب کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے فرمایئے کہ یہ پوری ریا ہے یا نہیں ۔ علاوہ اسکے زنانے کپڑوں کا مردوں کو دکھلانا کسقدر غیرت کی بات ہے ۔

(۴۶) اور ع‍ہر نیگ کمینوں کا جہیز کے خوان میں ڈالا جاتا ہے وہی جبر فی التبرع کا مضمون یاد دلایا جاتا ہے ۔

(۴۷) اب لڑکی کے رخصت ہونیکا وقت آیا میانہ یا پالکی دروازہ میں رکھ کر دلہن کے باپ بھائی وغیرہ اُسکے سر پہ ہاتھ دھرنے کو گھر میں بلائے جاتے ہیں اور اسوقت بھی اکثر مردوں عورتوں کا آمنا سامنا ہوجاتا ہے جسکا مذموم ہونا ظاہر ہے ۔

---

[۵۶] بُری صفتیں ۱۲

(۴۸) اور لڑکی کو رخصت کر کے ڈولے میں بٹھاتے ہیں اور مقتضائے عقل کے خلاف سب میں رونا پیٹنا مچتا ہے ممکن ہے کہ بعض کو مفارقت کا قلق ہو مگر اکثر تو رسم ہی کو پورا کر نیکو روتی ہیں کہ کوئی یوں کہے گا کہ ان لوگوں پر لڑکی ...... بھاری تھی۔ اسکو دفع کر کے خوش ہوئے اور یہ جھوٹا رونا ناحق کا فریب ہے جو کہ عقلاً و نقلاً گناہ ہے۔

(۴۹) اور دلہن کے دوپٹہ کے ایک پلّہ میں کچھ نقد دوسرے میں ہلدی کی گرہ، تیسرے میں چاول چوتھے میں چاول اور گھاس کی پتی باندھتے ہیں یہ ایک شگون اور ٹوٹکا ہے جو علاوہ خلاف عقل ہونے کے شعبہ شرک کا ہے۔

(۵۰) اور ڈولہ میں مٹھائی کی چنگیر رکھ دیتے ہیں جسکا مصرف آگے آتا ہے اس سے اسکا بیہودہ اور ممنوع ہونا معلوم ہو جائے گا۔

(۵۱) اوّل ڈولا دلہن کیطرف کے کہار اٹھاتے ہیں اور دولھا والے اسپر سے بکھیر شروع کرتے ہیں۔ اکثر اسمیں کوئی اثر شگونی بھی سمجھتے ہیں کہ اس کے سر پر سے آفات اُتر گئیں تب تو فساد اعتقاد بھی ہے ورنہ نام و نمود و شہرت کی نیت ہونا ظاہر ہے غرض ہر حال میں مذموم ہے پھر لینے والے اس بکھیر کے بھنگی ہوتے ہیں جس سے تادیل صدقہ کی بھی نہیں چل سکتی ورنہ غریبوں محتاجوں کو دیتے۔ بھنگی سب سے زیادہ دنیا میں فضول ہیں انکو بلاؤں کا لینے والا سمجھ لیا ہے اسلئے ان کو اسکا مصرف قرار دیا۔ پس یہ ایک طرح کا اسراف بھی ہے کہ مستحقین کو چھوڑ کر غیر مستحقین کو دیا، پھر اسمیں بعض کے چوٹ بھی لگ جاتی ہے کسی کے تو بھیڑ کی وجہ سے اور کسی کو خود پیسہ روپیہ لگ جاتا ہے یہ خرابی مزید براں ہے۔

(۵۲) اس بکھیر میں ایک مٹھی ان کہاروں کو دی جاتی ہے بابت بکھیر کے اور وہ سب کمینوں کا حق ہوتا ہے وہی جبر فی التبرع کا ناجائز ہونا یاد کر لیا جاوے۔

(۵۳) جب بکھیر کرتے ہوئے شہر کے باہر پہنچتے ہیں تو یہ کہار ڈولا کسی باغ میں رکھ کر اپنا نیگ لیکر چلے جاتے ہیں وہی جبر فی التبرع یہاں بھی ہے۔

(۵۴) اور دلہن کے عزیز واقارب جو اسوقت تک ڈولے کیساتھ ہوتے ہیں رخصت کرکے چلے جاتے ہیں اور وہاں وہ چنگیر مٹھائی کی نکالکر براتیوں میں بھاگ دوڑ چھینا جھپٹی شروع ہوتی ہے اس التزام مالایلزم کے علاوہ اکثر یہ بے احتیاطی ہوتی ہے کہ اجنبی مرد ڈولے میں اندھا دھند ہاتھ ڈالکر وہ چنگیر لے لیتے ہیں اسکی پرواہ نہیں ہوتی کہ پردہ کھل جاویگا نائن یا دلہن کو ہاتھ لگ جاویگا اور بعض غیرتمند اعزہ دلہن کے یا دولھا کے اس پر جوش کھاکر سخت وسست کہنے ہیں جسمیں بڑی دور نوبت پہنچتی ہے مگر اس منحوس رسم کو کوئی نہیں چھوڑتا تمام تہ کا فضیحتی منظور مگر اسکا قضا کرنا نامنظور انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۵۵) راستے میں جو اوّل ندی ملتی ہے تو کہار لوگ اس ندی پر پہنچکر ڈولہ رکھدیتے ہیں کہ ہمارا حق دو تب ہم پار جاویں اور یہ حق کم ازکم عہ ہوتا ہے جسکو دریا اتروائی کہتے ہیں یہ وہی جبر فی التبرعات ہے

(۵۶) جب مکان پر ڈولا پہنچتا ہے تو کہار لوگ ڈولا نہیں رکھتے جب تک اُنکو عہ ڈولا ٹکوائی نہ دیا جاوے اگر یہ انعام ہے تو انعام میں جبر کیسا اور اگر اُجرت ہے تو اُجرت کی طرح ہونا چاہیے کہ جب کسی کے پاس ہوا دیدیا اسوقت معین کرکے مجبور کرنا بجز اتباع رسم کے اور کچھ بھی نہیں۔ جسکو التزام مالایلزم کہنا چاہیئے۔

(۵۷) جب کہار ڈولا رکھ کر چلے جاتے ہیں تو دہانیاں بہو کو ڈولے میں سے نہیں اُتارنے دیتیں جب تک کہ اُنکو اُنکا حق نہ دیا جاوے۔ بلکہ اکثر دروازہ بند کرلیتی ہیں جس کے یہ معنی ہیں کہ ہم کو جب تک فیس نہ دی جاوے ہم دلہن کو گھر میں نہ گھسنے دیں گے۔ یہ بھی جبر فی التبرع ہے۔

(۵۸) اس کے بعد نوشہ کو دروازے میں بُلاکر ڈولے کے پاس کھڑا کیا جاتا ہے اسکی سخت پابندی ہے۔ اور یہ ایک قسم کا شگون ہے جسکی بنا فسادِ اعتقاد ہے اور اکثر اسوقت پردہ دار عورتیں بھی بے تمیزی سے سامنے آکھڑی ہوتی ہیں۔

(۵۹) عورتیں صندل اور مہندی پیس کرلیجاتی ہیں اور دلہن کے داہنے پاؤں اور کوکھ کو ایک ایک ٹیکا لگاتی ہیں یہ صریح ٹوٹکا ہے جو شعبۂ شرک ہی۔

(۶۰) تیل اور ماش صدقہ کرکے بھنگن کو دیا جاتا ہے اور میانہ کے چاروں پایوں پر تیل چھڑکا جاتا

ہے۔ دیکھئے وہی فسادِ عقیدہ کا روگ اس لغو حرکت کا منشار ہے

(۶۱) اور اس وقت ایک بکرا گڈریے سے منگاکر نوشہ اور دلہن کے اوپر سے صدقہ کرکے اسی گڈریہ کو مع کچھ نیگ کے جسکی مقدار ۲ر یا ۴ر ہوتے ہیں دیدیا جاتا ہے دیکھئے یہ کیا حرکت ہے اگر بکرا خرید ا ہے تو اسکی قیمت کہاں ہے اگر ۲ر ۴ر قیمت ہے تو بھلا ویسے تو اتنے کو کسی سے خرید لو، اور اگر خرید ا نہیں تو گڈریہ کی یہ ملک ہے تو یہ غیر کے مال میں صدقہ ہے یعنی وہی بات ہوئی حلوائی کی دوکان اور نانا جی کی فاتحہ، پھر صدقہ کا مصرف گڈریہ بہت موزوں ہے، غرض سرتاپا لغو حرکت ہے ۔اور بالکل شریعت کے بالکل خلاف ہے ۔

(۶۲) اسکے بعد بہو کو اُتار کر گھر میں لاتے ہیں اور ایک بوریا پر قبلہ رُخ بٹھاتے ہیں اور سات سہاگنیں ملکر تھوڑی تھوڑی کھیر بہو کے داہنے ہاتھ پر رکھتی ہیں اور اس کھیر کو ان میں سے ایک سہاگن مُنہ سے چاٹ لیتی ہے یہ رسم تمامتر شگونوں اور فالوں سے مرکب ہے جسکا مبنیٰ فسادِ عقیدہ ہے اور قبلہ رُخ ہونا بہت برکت کی بات ہے مگر جب اُسکی پابندی فرائض سے بڑھ کر ہونے لگے اور اسکے ترک کو موجب بدشگونی سمجھیں تو یہ تعدی حدود میں داخل ہوجاویگا ۔

(۶۳) یہ کھیر دو طباقوں میں اُتاری جاتی ہے ایک ان میں سے ڈومنی کو (شاباش ری ڈومنی تیرا تو سب جگہ ظہور رہا ہے) اور ایک نائن کو مع کچھ انعام کے جسکی مقدار کم سے کم پانچ ٹکے ہیں دئیے جاتے ہیں یہ سب بناء الفاسد علی الفاسد ہے ۔

(۶۴) اسکے بعد ایک یا دو من کی کھیر برادری میں تقسیم کیجاتی ہے جسمیں بجز ریا کے اور کچھ بھی نیت نہیں

(۶۵) اسکے بعد بہو کا مُنہ کھولا جاتا ہے اور سب سے پہلے ساس یا سب سے بڑی عورت خاندان کی بہو کا منہ دیکھتی ہے اور کچھ منہ دکھلائی دیتی ہے جو ساتھ والی کے پاس جمع ہوتا رہتا ہے اسکی ایسی سخت پابندی کہ جسکے پاس منہ دکھائی نہ ہو وہ ہرگز ہرگز منہ نہیں دیکھ سکتی کیونکہ لعنت و ملامت کا اتنا بھاری بوجھ اسپر رکھا جاوے جسکو وہ کسی طرح اُٹھا ہی نہ سکے، غرض اسکو واجبات سے قرار دیا ہے جو صریح تعدی حدود شرعیہ ہے ۔ پھر اسکی کوئی وجہ معقول سمجھ میں نہیں آئی ۔ کہ اسکے ذمّہ منہ پر ہاتھ رکھنا بلکہ ہاتھوں پر منہ رکھنا

یہ کیوں فرض کیا گیا ہے اسطرح کہ اگر کوئی نہ کرے (گو یہ قضیہ فرضیہ ہے) تو تمام برادری میں بیچاری اور بے شرم اور بے غیرت مشہور ہو جاوے بلکہ ایسا تعجب کریں کہ جیسے کوئی سمجھدار مسلمان کافر بن جاوے پھر بتلائیے یہ بھی تعدی حدود ہے یا نہیں اس سترم شرم میں اکثر دلہنیں نماز قضا کر ڈالتی ہیں۔ اگر ساتھ والی نے پڑھوادی تو خیر ورنہ مذہب مستورات میں اسکو اجازت نہیں کہ خود اُٹھ کر یا کسی سے کہہ سنکر نماز کا انتظام کرے، اسکو حس و حرکت کرنا، بولنا چالنا، کھانا پینا، اگر کھجلی بدن میں اُٹھے تو کھجلانا، اگر جمائی یا انگڑائی کا غلبہ ہو جمائی انگڑائی لینا یا نیند آنے لگے تو لیٹ رہنا اگر پیشاب پاخانہ خطا ہونے لگے تو اسکی اطلاع تک کرنا بھی اس مذہب زنان میں حرام بلکہ کفر ہے خدا جانے کیا جرم کیا تھا جو ایسی سخت کال کوٹھری میں یہ مظلومہ مقید کیگئی ہے، ہائے یہ شان تو بندے کی اپنے مالک حقیقی کے روبرو ہونا زیبا تھی - اور جنکی ہے انکی ہے - ؎

اے قلم بنگر گراحبا کیستی — درمیان اصبعین کیستی

یا الٰہی اپنی رحمت کا صدقہ مجھ نالائق کو ایسا انقیاد و تسلیم نصیب فرما دیجئے - اور بعض شہروں میں یہ خرافات ہیں کہ مرد بھی دلہن کا منہ دیکھتے ہیں۔ استغفر اللہ نعوذ باللہ -

(۶۶) پھر سب عورتیں منہ دیکھتی ہیں اس کے بعد کسی کا بچہ بہو کی گود میں بٹھاتی ہیں اور کچھ مٹھائی دیکر اُٹھا لیتی ہیں وہی خرافات شگون مگر کیا ہوتا ہے اسپر بھی بعضوں کے تمام عمر اولاد نہیں ہوتی، تو بہ توبہ کیا برے خیالات ہیں۔

(۶۷) اسکے بعد بہو کو اُٹھا کر چارپائی پر بٹھاتے ہیں پھر دلہن کے داہنے پیر کا انگوٹھا نائن دھوتی ہے - دو روپیہ یا اٹھنی وغیرہ جو بہو کے ایک پلہ میں بندھا ہوتا ہے انگوٹھا دھلوائی میں نائن کو دیا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے یہ بھی کوئی شگون ہے -

(۶۸) بعد آنے دلہن کے شکرانہ کے دو طباق ایک اسکے لئے دوسرا نائن کیلئے جو بہو کے ساتھ آتی ہے بنائے جاتے ہیں اسوقت بھی وہی سات سہاگنیں ملکر کچھ دانہ بہو کے منہ کو لگا کر (اس بیچاری کو للچانے کیلئے) آپسمیں سب ملکر کھا لیتی ہیں - شاباش - یہ سب شگون معلوم ہوتا ہے -

(٦٩) پھر دولھا والوں کی نائن دُلہن والوں کی نائن کا ہاتھ دھلواتی ہے اور یہ نائن موافق تعلیم اپنے آقا کے کچھ نقد ہاتھ دھلوائی میں دیتی ہے اور کھانا شروع کر دیتی ہے یہ بھی التزام مالا یلزم اور جبر فی التبرع ہے۔

(٧٠) بوقت کھانا کھانے کے ڈومنیاں گالیاں دیتی ہیں کمبختوں پر خدا کی مار اور اُس نائن سے نیگ لیتی ہیں۔ ماشاء اللہ ہمارے بھائیوں کی نائن بھی بادشاہوں سے شان میں کم نہیں گا ہے بدشنام خلعت دہند، مگر گا بے کا فرق ہے کیونکہ انکی قسمت میں تو ہمیشہ کیلئے یہ دولت لکھی ہے کہ گالیاں کھاؤ اور انعام دو نعوذ باللہ من الجہل۔

(٧١) جب جہیز کھولا جاتا ہے تو ایک جوڑا ساتھ والی نائن کو دیا جاتا ہے اور ایک جوڑا سب دہانیاں آپس میں تقسیم کر لیتی ہیں چہ خوش مان نہ مان میں تیرا مہمان، اگر کوئی کہے کہ نہیں صاحب سب مانے ہوئے ہیں، تو حضرت مانے ہوئے آپ ہی ہیں جب جانتے ہیں کہ نہ ماننے سے نکو بنائے جائینگے۔ ایسا زبردستی کا ماننا تو وہ بھی مان لیتا ہے جسکے چوری ہوتی ہے اور خاموش ہو کر بیٹھ رہتا ہے یا کوئی ظالم غضب کر لیتا ہے اور یہ ڈر کے مارے نہیں بولتا، ایسے ماننے سے کسی کا مال نہیں ہو جاتا، اسی طرح بعض جگہ یہ بھی دستور ہے کہ جہیز میں بٹوے اور کمر بند اور تلے دانیاں ہوتی ہیں وہ سب دہانیاں آپس میں تقسیم کر لیتی ہیں اور رحصہ رسد بہو کو بھی دیتی ہیں۔

(٧٢) شب کا وقت تخلیہ کیلئے ہے جسمیں بعض بیحیا عورتیں جھانکتی تاکتی ہیں اور مطابق مضمونِ حدیث کے داخل دائرۂ لعنت ہوتی ہیں۔

(٧٣) بوقت صبح بیحیائی ہوتی ہے کہ شب خوابی کا بستر چادر وغیرہ دیکھتے ہیں اس سے بڑھکر بعض جگہ یہ غضب ہے کہ تمام کنبہ میں نائن کے ہاتھ پھرایا جاتا ہے، کسی کا راز معلوم کرنا مطلقاً حرام ہے بالخصوص ایسی حیا کی بات کی تشہیر سب جانتے ہیں کہ کسقدر بیعزتی کی بات ہے مگر افسوس ہے کہ عین وقت پر کسی کو ناگوار نہیں معلوم ہوتا۔ اللہ بچاوے۔

(٧٤) بوقت شام یعنی درمیان عصر و مغرب بہو کا سر کھولا جاتا ہے اور اسوقت ڈومنیاں گاتی

ہیں اور انکو ۱۲ یا پانچ ٹکے مانگ بھرائی اور سر کھلائی کے نام سے دیئے جاتے ہیں اسمیں بھی التزام مالایلزم اور گانے کی اُجرت کی خرابی موجود ہے ۔

(۷۵) بہو کے آنے سے اگلے دن اُسکے عزیز و قریب دو چار گاڑیاں اور مٹھائی وغیرہ لیکر آتے ہیں اس آمد کا نام چوتھی ہے۔ اسمیں بھی التزام مالایلزم کی علت لگی ہوئی ہے علاوہ اسکے یہ ماخوذ ہے کفارِ ہند سے اور تشبہ بالکفار کا ممنوع ہونا ظاہر ہے ۔

(۷۶) بہو کے بھائی وغیرہ گھر میں بُلائے جاتے ہیں اور بہو کے پاس علیحدہ مکان میں بیٹھتے ہیں اکثر اوقات یہ لوگ شرعًا نامحرم بھی ہوتے ہیں مگر اسکی کچھ تمیز نہیں ہوتی کہ نامحرم کے پاس تنہا مکان میں بیٹھنا خصوصًا زیب و زینت کیساتھ کسقدر گناہ اور بے غیرتی ہے وہ اکثر بہو کو کچھ نقد دیتے ہیں اور کچھ مٹھائی کھلاتے ہیں اور چوتھی کا جوڑا مع تیل و عطر و خرچ کمیناں گھر میں بھیجدیتے ہیں یہ سب التزام مالایلزم میں داخل ہے ۔

(۷۷) جب نائی ہاتھ دھلانے آتا ہے تو وہ اپنا نیگ جو زیادہ سے زیادہ ۱۲ اور کم سے کم ۲ ہے لیکر ہاتھ دھلواتا ہے اس فرضیت کا بھی کچھ ٹھکانا ہے جتنے حقوق اللہ و حقوق العباد ہیں سب میں توقف ہوجاوے مگر اس تصنیفی حق میں جو واقع میں ناحق ہے کیا ممکن کہ ذرا فرق آجائے پہلے اسکا قرض ادا کردو اسکے بعد کھانا نصیب ہو استغفر اللہ مہمانوں سے دام لیکر کھانا کھلایا یہ ان ہی بندگانِ رسم کا کام ہے یہ التزام مالایلزم و تعدی حدود ہے ۔

(۷۸) بروقت کھانا کھانے چوتھی والوں کے ڈومنیاں دروازہ میں بیٹھکر اور گالیاں گاکر اپنا نیگ لیتی ہیں خدا ان کو سمجھے ایسے ہی لینے والے اور ایسے ہی دینے والے اہل حاجت کو خوشامد اور دعاؤں پر پھوٹی کوڑی نہ دیں اور ان بدذاتوں کو گالیاں کھاکر روپئے بخشیں واہ رے رواج تو بھی کیسا زبردست ہے خدا تجھے ہمارے ملک سے غارت کرے ۔

(۷۹) دوسرے روز چوتھی کا جوڑا پہناکر مع اُس مٹھائی کے جو بہو کے گھر سے آئی تھی رخصت کرتے ہیں ماشاء اللہ عطائے تو بلقائے تو کے یہی معنی ہیں بھلا صاحب اس مٹھائی کے بھیجنے سے

اور پھر واپس لے جانے سے کیا حاصل ہوا گویا اس مبارک گھر سے مٹھائی میں برکت آجانے کیلئے بھیجی ہوگی خیال تو کیجئے رسم کی پابندی میں عقل بیچاری کی بھی تو حکومت گئی گذری اور التزام مالایلزم کا شرعی گناہ والزام تو قائم ہی ہے۔

(۸۰) اور بہو کیساتھ نوشہ بھی جاتا ہے اور رخصت کرنے کے وقت وہی چاروں چیزیں پلوؤں میں باندھی جاتی ہیں جو رخصت کے وقت وہاں سے بندھکر آئی تھیں، یہ خرافات اور شگون ہے

(۸۱) وہاں جاکر جب دلہن اُتاری جاتی ہے تو اسکا داہنا انگوٹھا نائن دھوکر وہ اٹھنی یا روپیہ جو بہو کے پلو میں بندھا ہوتا ہے لیتی ہے وہی شگون یہاں بھی ہے۔

(۸۲) دولھا جب گھر میں جاتا ہے تو سالیاں اسکا جوتا چھپاکر جوتا چھپائی کے نام سے کم انکم عشر لیتی ہیں۔ شاباش ایک تو چوری کریں اور اُلٹا انعام پاویں -اوّل تو ایسی چہل ہنسی کہ کسی کی چیز اٹھا چھپادی، حدیث میں اسکی ممانعت آئی ہے، پھر یہ کہ ہنسی دل لگی کا خاصہ ہے کہ اس سے ایک بے تکلفی بڑھتی ہے بھلا اجنبی مرد سے ایسا تعلق وارتباط پیدا کرنا یہ خود شرع کے خلاف ہے، پھر اس انعام کو حق لازمی سمجھنا یہ بھی جبر فی التبرع وتعدی حدود ہے۔ بعض جگہ جوتا چھپائی کی رسم نہیں مگر اسکا انعام باقی ہے کیا واہیات ہے۔ اس سے بدتر رسم چوتھی کھیلنا ہے جو بعض شہروں میں رائج ہے۔ اسمیں جسدرجہ بیحیائی و بے غیرتی ہوتی ہے اسکا کچھ پوچھنا نہیں، پھر جنکی عورتیں اس چوتھی کھیلنے میں شریک ہوتی ہیں اُن کے شوہر باوجود اطلاع کے انتظام وانسداد نہ کرنے کی وجہ سے دیوث بنتے ہیں اور مشابہت کفار کی ان سب کے علاوہ۔

(۸۳) جب دولھا آتا ہے تو وہاں کا نائی اسکے داہنے پیر کا انگوٹھا دھوکر اپنا حق لیتا ہے جو ایک روپیہ کے قریب ہوتا ہے۔ اور باقی کمینوں کا خرچ گھر میں دیدیتے ہیں یہ سب شگون والتزام مالایلزم ہے ان سب مواقع میں نائی کا حق سب سے زیادہ سمجھا جاتا ہے یہ کفار ہند کی رسم کا اتباع ہے۔ اُن کے رواج میں نائی کے چونکہ اختیارات بہت وسیع ہیں اسلئے اسکی بڑی قدر ہے بے علم مسلمانوں نے اختیارات تو سلب کرلئے مگر تنخواہ وہی رکھی۔ جو اکثر جگہ محض ناحق کا لینا دینا ہے، جہاں کوئی شرعی

تاویل بھی نہیں ہو سکتی ۔

(۸۴) دو چار دن کے بعد پھر دولھا والے دولھا اور دلہن کو لیجاتے ہیں اور اسکو بہوڑا کہتے ہیں اور اسمیں بھی وہی سب رسمیں ہوتی ہیں جو چوتھی میں ہوئی تھیں جو مکروہات و معاصی اسمیں تھے وہی یہاں بھی سمجھ لئے جاویں ۔

(۸۵) اسکے بعد بہو کے باپ کے گھر سے کچھ عورتیں بہو کو لینے آتی ہیں ۔ اور اپنے ساتھ کھجوریں لاتی ہیں وہی التزام مالا یلزم ۔

(۸۶) اور یہ کھجوریں ساری برادری میں تقسیم ہوتی ہیں وہی ریا و نمود

(۸۷) پھر جب یہاں سے رخصت ہوتی ہے تو نئی کھجوریں اسکے ساتھ جاتی ہیں وہی التزام مالا یلزم ۔

(۸۸) اور وہ باپ کے گھر جاکر برادری میں تقسیم ہوتی ہیں وہی فخر و ریا

(۸۹) اسکے بعد اگر شب برات اور محرم ہو تو باپ کے گھر ہوگا ، یہ پابندی کونسی وحی سے ثابت ہے صرف وجہ اسکی ایک خیال جاہلیت ہے کہ محرم اور شب برات کو نعوذ باللہ نامبارک سمجھتے ہیں اسلئے دولھا کے گھر اسکا ہونا نازیبا جانتے ہیں ۔

(۹۰) اور رمضان بھی وہیں ہوگا قریب عید سواری بھیجکر بہو کو بلاتے ہیں غرض یہ کہ جو تہوار غم اور بھوک اور سوزش کے ہیں محرم تو خود زمانہ حزن کا سمجھا جاتا ہے رمضان میں بھوک پیاس کا ہونا ظاہر ہے ، شب برأت کو عوام جلتا بلتا کہتے ہیں ، غرض یہ سب باپ کے حصہ میں اور عید جو خوشی اور شیرینی کا تہوار ہے وہ گھر ہونا چاہیئے ۔

(۹۱) اور وہاں سے دو تین من جنس مثل سوئیاں ، چاول آٹا میوہ وغیرہ بھیجا جاتا ہے اور دولھا دلہن کا جوڑا مع کچھ نقدی گھی کے نام سے اور کچھ شیرینی دی جاتی ہے یہ ایسا فرض ضروری ہے کہ گو سودی قرض لینا پڑے مگر یہ قضا نہ ہو جو صریح لغی ہی حدود ہے ۔

(۹۲) بعد نکاح کے سال دو سال تک بہو کی روانگی کے وقت کچھ مٹھائی اور نقد اور جوڑے

وغیرہ طرفین سے بہو کے ہمراہ کر دیئے جاتے ہیں اور عزیزوں میں بھی خوب دعوتیں ہوتی ہیں، مگر وہی جرمانہ کی دعوت کہ بدنامی سے بچے گویا ناموری و سُرخروئی حاصل کرنیکو سارا بکھیڑا ہوتا ہے پھر اسمیں معاوضہ و مساوات کا پورا لحاظ ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات خود شکایات و تقاضا کر کے دعوت کھاتے ہیں۔ غرض تھوڑے دنوں تک یہ آؤبھگت سچی یا جھوٹی ہوتی رہتی ہے پھر اسکے بعد "کس نمی پرسد کہ بھیا کون ہو" سب خوشیاں منانے والے اور جھوٹی خاطرداری کرنے والے علیحدہ ہوئے اب جو مصیبت پڑے بھگتو، کاش جسقدر روپیہ بیہودہ اُڑایا ہے ان دونوں کیلئے اس سے کوئی جائداد خرید کر دی جاتی یا تجارت کا سلسلہ شروع کر دیا جاتا تو کسقدر راحت ہوتی ساری خرابی اس التزام مالایلزم کی ہے۔

(۹۳) شیرینی طرفین کی طرفین کی برادری میں تقسیم ہوتی ہے جسکی بنا وہی ریا ہے اور اگر شیرینی سب کو نہ پہنچے تو اپنے گھر سے منگا کر اسمیں ملاؤ یہ بھی جرمانہ ہے۔

(۹۴) بعض جگہ کنگنا باندھنے کا بھی دستور ہے جو بوجہ رسم کفار ہونے کے منع ہے۔

(۹۵) بعض جگہ آرسی مصحف کی رسم ہے، اسمیں بھی طرح طرح کی رسوائیاں اور فضیحتیاں ہیں جو بالکل عقل اور شرع کے خلاف ہیں۔

(۹۶) بعض جگہ آرائش و آتشبازی کا سامان ہوتا ہے جو سراسر اسراف اور افتخار حرام ہے۔

(۹۷) بعض جگہ باجے ہندوستانی اور انگریزی ہوتے ہیں معازف و مزامیر کا حرام ہونا حدیث میں موجود ہے۔

(۹۸) بعض جگہ چوتھی کھیلنے کا رواج ہے، جو سراسر بے غیرتی اور بیحیائی تشبہ بالکفار ہے جیسا اوپر مفصل مذکور ہوا۔

(۹۹) بعض جگہ دولھا دلہن کو گود میں لیکر ڈولہ سے اُتارتا ہے کسقدر بے غیرتی کی بات ہے

(۱۰۰) بعض تاریخوں اور مہینوں اور سالوں کو مثلاً ۱۸ سال کو منحوس سمجھتے ہیں اور اُس میں شادی نہیں کرتے یہ اعتقاد بھی بالکل عقل اور شرع کے خلاف ہے

یہ ایک سو واقعات ہیں جن میں سے کسی میں ایک گناہ کسی میں دو کسی میں چار پانچ اور بعض میں تیس تک مجتمع ہیں، اگر اوسطی واقعہ تین گناہ رکھے جاویں تو واقعات مذکورہ پورے تین سو گناہوں کا مجموعہ ہے جس عقد میں تین سو حکم شرعی کی مخالفت ہو۔ اُس میں خیر و برکت کا کیا ذکر۔ غرض واقعات مذکورہ اِن معاصی سے پُر ہیں۔ اسراف۔ افتخار و نمائش۔ التزام مالا یلزم تشبہ بالکفار۔ سودی قرض یا بلا ضرورت[۵] قرض لینا۔ جبر تبرعات۔ بے پردگی۔ شرک فساد عقیدہ۔ نمازوں کا یا جماعت کا قضا ہونا۔ اعانت معاصیت امر استحسان معاصی کا جن کی مذمت قرآن وحدیث میں صاف صاف مذکور ہے چنانچہ مختصراً ذکر ہوتا ہے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اسراف مت کرو بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے اسراف کرنیوالوں کو اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ بیہودہ اُڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکر گذار ہے۔ اور حدیث میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص دکھلاوے کا کوئی کام کرے، دکھلاویگا اللہ تعالیٰ اسکو یعنی اسکی رسوائی کو اور جو شخص سنانے کے واسطے کوئی کام کرے سنا دیگا اللہ تعالیٰ اسکے عیوب قیامت کے روز۔ اور حدیث میں ہے کہ اپنی نماز میں سے شیطان کا حصہ مت بناؤ کہ کہ نماز پڑھ کر داہنی طرف سے پھرنے کو ضروری سمجھنے لگو۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر ضروری کو ضروری قرار دینا شیطان کی رضا و خوشی کا باعث ہے۔

محققین نے فرمایا ہے کہ جب مندوبات پر اصرار کرنے کا یہ حال ہے تو مباح پر اصرار کرنیکا تو کیا حال ہوگا اور میں کہتا ہوں کہ اگر معاصی پر اصرار کرے تو کیا ہوگا اور حدیث میں ہے کہ لعنت فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے اور دینے والے کو اور قرض کے باب میں جو تہدیدیں آئی ہیں وہ مشہور و معروف ہیں وہ بلا ضرورت قرض لینے سے روکنے کیلئے کافی ہیں۔ اور حدیث

[۵] مستحبات ۱۲

ہیں ہے کہ کسی شخص کا مال حلال نہیں ہے بدون اسکی خوشدلی کے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تبرعات[1] میں جبر حرام ہے اور حدیث میں ہے کہ لعنت کرے اللہ تعالیٰ دیکھنے والے کو اور جسکی طرف دیکھا جاوے۔ اس سے بے پردگی کی مذمت ومذمت ثابت ہوئی شرک کی مذمت کون نہیں جانتا اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کسی عمل کے ترک کرنیکو کفر نہ سمجھتے تھے بجز نماز کے اور حدیث میں ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جان میری اسکے قبضہ میں ہے کہ میرا ارادہ یوں ہوا کہ اول لکڑیاں جمع کراؤں اور پھر نماز کیلئے اذان کہلواؤں، پھر جو لوگ نماز میں حاضر نہیں ہوئے انکی طرف چلوں اور اُن کے گھروں کو جلادوں اس سے جماعت میں حاضر نہ ہونیکی کسدرجہ سخت وعید معلوم ہوتی ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایکدوسرے کی مدد نہ کرو گناہ اور ظلم میں۔ اور حدیث میں ہے کہ جب نیکی کرنے سے تیرا جی خوش ہو اور برا کام کرنے سے جی برا ہو پس تو مومن ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کو مستحسن[2] سمجھنا اور اسپر اصرار کرنا ایمان کا ویران کرنیوالا ہے اور حدیث میں بالخصوص ان رسوم جہالت کی نسبت بہت ہی سخت وعید آئی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے زیادہ بغض اللہ تعالیٰ کو تین شخصوں کیساتھ ہے، ان میں سے ایک یہ بھی۔ فرمایا کہ جو شخص اسلام میں آکر جاہلیت کی رسم برتنا چاہے، اور بہت سی احادیث مضامین مذکورہ کی موجود ہیں، چونکہ ان خرابیوں کی برائی بدیہی[3] ہے اسلئے زیادہ دلائل قائم کرنیکی حاجت نہیں سہ اگر در خانہ[4] کس است یک حرف بس است۔ پس مسلمان پر فرض وواجب ومقتضائے ایمان وعقل یہ ہے کہ ان خرابیوں کی برائی جب عقلاً ونقلاً ثابت ہو گئی ہمت کرکے سب کو خیرباد کہے۔ اور نام وبدنامی پر نظر نہ کرے بلکہ تجربہ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زیادہ عزت ونیکنامی ہوتی ہے اور ان رسوم کی موقوفی کے دو طریق ہیں ایک تو یہ کہ سب برادری متفق ہو کر یہ سب بکھیڑے موقوف کر دے۔ دوسرا

---

[1] نفلی چیزوں میں یعنی جبراً کرنا ضروری ۔ [؟] محض بہتر ہو۔ [2] زبردستی [3] یعنی پسند کرنا ۱۲ [4] ظاہر ۱۲ [5] یعنی گھر میں اگر کوئی سمجھدار آدمی ہے تو اسکو ایک حرف ہی کافی ہوتا ہے ۱۲

طریق یہ ہے کہ اگر کوئی اسکا ساتھ نہ دے تو خود ابتدا کرے دیکھا دیکھی اور لوگ بھی ایسا ہی کریں گے اسی طرح چند روز میں عام اثر پھیلے گا اور ابتدا کرنیکا ثواب اس شخص کو ملے گا اور مرنے کے بعد بھی وہ ثواب لکھا جایا کریگا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب جسکو گنجائش ہو وہ کرے نہ ہو وہ نہ کرے، اسکا جواب یہ ہے کہ اوّل تو گنجائش والوں کو بھی گناہ کرنا جائز نہیں جب ان رسوم کا معصیت ہونا ثابت ہو گیا پھر گنجائش سے اجازت کب ہو سکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ جب گنجائش والے کریں گے تو انکی برادری کے غریب آدمی بھی اپنی حفظ آبرو[۱] کیلئے ضرور کریں گے۔ اسلئے ضروری امر از مقتضائے[۲] انتظام بھی ہے کہ سب ہی ترک کر دیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر یہ رسم موقوف ہو جاویں تو پھر میل ملاپ کی کوئی صورت نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ اوّل تو میل ملاپ کی مصلحت سے معاصی کا ارتکاب[۳] کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا پھر یہ کہ میل ملاپ اسپر موقوف بھی نہیں۔ بلا پابندی رسوم اگر ایک دوسرے کے گھر جاوے یا اسکو بلا دے اسکو کھلاوے پلاوے کچھ امداد و سلوک کرے جیسا یار دوستوں میں راہ و رسم جاری ہیں تو کیا یہ ممکن نہیں بلکہ اب تو ان رسموں کی بدولت بجائے محبت و الفت کے جو میل ملاپ سے اصلی مقصود ہے، اکثر رنج و تکرار و شکایت اور پرانے کینوں کا تازہ کرنا اور صاحب تقریب کی عیب جوئی اور تذلیل کے درپے ہونا، اور اسطرح کی دوسری خرابیاں دیکھی جاتی ہیں اور چونکہ ایسا لینا دینا اور کھانا کھلانا عرفاً حرام ہو گیا ہے اسلئے کچھ فرحت و مسرت بھی نہیں ہوتی، نہ دینے والے کو کہ وہ ایک بیگار سی اُتارتا ہے نہ لینے والے کو کہ وہ اپنا حق ضروری یا معاوضہ سمجھتا ہے، پھر لطف کہاں اسلئے ان تمام خرافات کا حذف[۴] کر دینا واجب ہے۔ منگنی میں زبانی وعدہ کافی ہے نہ حجام کی ضرورت نہ جوڑا اور نشانی اور شیرینی کی حاجت اور جب دونوں نکاح کے قابل ہو جائیں زبانی یا بذریعہ خط و کتابت کوئی وقت ٹھیراکر دولھا کو بلا کر ایک اسکا سرپرست اور ایک خدمت گزار اس کے ہمراہ کافی ہے نہ بری کی ضرورت نہ برات کی حاجت، نکاح کرکے فوراً یا ایک آدھ روز مہمان رکھکر

۱؎ آبرو محفوظ رکھنے کیلئے ۱۲ ۲؎ یعنی انتظام کا تقاضا۔ ۳؎ گناہوں کا کرنا۔ ۴؎ گرا دینا ۱۲

اسکو رخصت کردیں اور بقدر اپنی گنجائش کے جو ضروری و کار آمد چیزیں جہیز میں دینا منظور ہوں بلا اعلان اسکے گھر بھیجدیں یا اپنے گھر اسکے سپرد کر دیں نہ سسرال کے جوڑوں کی ضرورت نہ چوتھی بہوڑا کی حاجت اور جب چاہیں دلہن والے بلالیں جب موقعہ ہو دولھا والے بلالیں اپنے اپنے کمینوں کو فریقین بقدر گنجائش دیدیں، منہ پر ہاتھ رکھنا بھی کچھ ضرور نہیں بلکہ بھی فضول ہے اگر توفیق ہو شکریہ میں حاجتمندوں کو دو۔ کسی کام کیلئے قرض مت کرو البتہ ولیمہ مسنون ہے وہ بھی خلوص نیت و اختصار کیساتھ نہ کہ فخر و اشتہار کیساتھ ورنہ ایسا ولیمہ بھی جائز نہیں، حدیث میں ایسے ولیمہ کو شرالطعام[1] فرمایا گیا ہے نہ ایسا ولیمہ جائز نہ اسکا قبول کرنا جائز، اس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اکثر کھانے جو برادری کو کھلائے جاتے ہیں انکا کھانا کچھ بھی جائز نہیں۔ دیندار کو چاہیے کہ نہ خود ان رسموں کو کرے اور جس تقریب میں یہ رسمیں ہوں ہرگز وہاں شریک نہ ہو صاف انکار کر دے برادری کنبہ کی رضامندی اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے روبرو کچھ کام نہ آوے گی۔ واللہ الموفق بس نکاح ہو گیا۔

**تتمہ**۔ ان ہی رسوم مذکورہ میں سے مغالاۃ فی المہر یعنی مہر کے زیادہ ٹھیرانے کی رسم ہے جو خلاف سنت ہے۔ حدیث میں ہے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ خبردار مہر بڑھا کر مت ٹھیراؤ اسلئے کہ اگر یہ عزت کی بات ہوتی دنیا میں اور تقویٰ کی بات ہوتی اللہ کے نزدیک تو تمہارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ مستحق تھے۔ مجھ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بیوی سے نکاح کیا ہو یا کسی صاحبزادی کا نکاح کیا ہو بارہ اوقیہ سے زیادہ پر، روایت کیا اسکو ترمذی وغیرہ نے بارہ اوقیہ[2] قریب ڈیڑھ سو روپے کے ہوتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ بڑا مہر

---

[1] سب سے بُرا کھانا ۱۲ [2] ایک اوقیہ ۴۰ درہم کا ہوتا ہے ۱۲ اوقیہ کے ۴۸۰ درہم ہوئے، صحیح حدیث میں یہ بھی ہے کہ بارہ اوقیہ اور نش پر نکاح کیا۔ نش آدھے کو کہتے ہیں یعنی ساڑھے بارہ اوقیہ پر نکاح ہوا۔ جس کی مقدار پانسو درہم بیان کی گئی ہے۔ پانسو درہم کا حساب آسانی سے اسطرح لگایا جا سکتا ہے کہ ۲۰۰ درہم کے ۵۲ تولہ ہوتے ہیں (جو چاندی کی زکوٰۃ کا نصاب ہے) تو پانسو درہم کے ۱۳۰ تولے ہونگے یعنی ایکسو تیس تولہ چاندی مہر مقرر ہوا ۱۲

اسلئے مقرر کرتے ہیں کہ شوہر چھوڑ نہ سکے، یہ عذر بالکل لغو ہے اول تو جنکو چھوڑنا ہوتا ہے چھوڑ ہی دیتے ہیں، پھر جو کچھ بھی ہو اور جو مطالبہ مہر کے خوف سے نہیں چھوڑتے وہ چھوڑنے سے بدتر کر دیتے ہیں یعنی تطلیق[۱] کی جگہ تعلیق[۲] عمل میں لاتے ہیں کہ نکاح سے تو نہیں نکالتے مگر حقوق بھی ادا نہیں کرتے - ان کا کوئی کیا کر لیتا ہے یہ سب عذر فضول ہیں۔ اصل یہ ہے کہ افتخار[۳] کیلئے ایسا کرتے ہیں کہ خوب شان ظاہر ہو سو فخر کیلئے کوئی کام کرنا گو اصل میں مباح ہو حرام ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ فی نفسہ[۴] بھی خلاف سنت اور مکروہ ہو وہ تو اور بھی ممنوع ہو جاویگا مسنون تو یہی ہے کہ ڈیڑھ سو روپیہ کے قریب ٹھیرالیں اور پھر اگر ایسا ہی زیادہ باندھنے کا شوق ہے تو ہر شخص کی وسعت کے موافق مقرر کرلیں ۔اس سے زیادہ نہ کریں۔

# دربیان کیفیت ازدواج حضرات بنات مقدسات وازواج مطہرات نبویہ رضی اللہ عنہن

ماخوذ از مدارج النبوۃ وکتب حدیث وغیرہ

## نکاح حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورؐ سے اس دولتِ عظمیٰ[۵] کی درخواست کی آپؐ نے صغرسنی[۶] کا عذر فرما دیا۔ حضرت علیؓ نے اپنے اہل[۷] وخواص[۸] کے اصرار سے اور بحسب[۹] بعض روایات حضرات شیخین[۱۰] کی ترغیب سے شرماتے ہوئے خود حاضر ہو کر زبانی عرض کیا آپ پر فوراً وحی نازل ہوئی اور آپ نے اُن کی عرض کو قبول کر لیا۔

(مؤلف کہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ منگنی میں یہ تمام بکھیڑے جو آجکل رائج ہیں سب لغو اور خلاف سنت ہیں بس زبانی پیغام اور زبانی جواب کافی ہے) اور اسوقت عمر حضرت فاطمہؓ کی ساڑھے پندرہ سال

---

۱ طلاق دینا۔ ۲ ادھر میں لٹکا دینا ۳ بڑائی ۴ اصل میں ۵ بہت بڑی دولت ۶ صغر بفتحِ ثانی، کم عمر، صغرسنی عمر کی کمی۔ ۷ رشتہ داروں ۸ خاص دوستوں، ۹ یعنی کچھ روایتوں کے بموجب ۱۰ یعنی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان دونوں بزرگوں کو شیخین کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ کچھ روایتوں میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو توجہ دلائی تھی کہ وہ یہ رشتہ پیش کریں۔ ۱۲

کی اور حضرت علیؓ کی ۲۱ برس کی تھی ۔

(مؤلف ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس عمر کے بعد توقف نکاح میں اچھا نہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دولھا دلہن کی عمر میں تناسب بھی ملحوظ رکھنا مناسب ہے ۔ اور بہتر یہ ہے کہ دولھا کسی قدر دلہن سے عمر میں بڑا ہو ۔) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے انس جاؤ، اور ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و طلحہؓ و زبیرؓ اور ایک جماعت انصار کو بلا لاؤ

(مؤلف :۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کی مجلس میں اپنے خاص لوگوں کو مدعو کرنا کچھ مضائقہ نہیں ۔ اور حکمت اسمیں یہ ہے کہ نکاح میں اعلان و اشتہار ہو جائے جو کہ مطلوب ہے، مگر اس اجتماع میں غلو و مبالغہ[۱] نہو بلا تکلف جو دو چار آدمی قریب نزدیک کے ہوں جمع ہو جاویں ) یہ سب صاحب حاضر ہو گئے اور آپنے ایک بلیغ خطبہ[ع] پڑھ کر ایجاب قبول کرایا ۔

(مؤلف ۔ اس سے معلوم ہوا کہ باپ کا پیچھے پیچھے پھرنا یہ بھی خلاف سنت ہے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ باپ خود اپنی دختر کا نکاح پڑھ دے کیونکہ یہ ولی ہے دوسرا وکیل، اور ولی کو بہرحال وکیل سے ترجیح ہے ) اور چار سو مثقال[۲] چاندی مہر مقرر ہوا جسکی مقدار اسوقت انگریزی سکہ سے بارہ ماشہ کے روپیہ سے ڈیڑھ سو روپے ہوتے ہیں ۔

(مؤلف ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہر لمبا چوڑا ٹھیرانا بھی خلاف سنت ہے پس مہر فاطمی کافی و موجب برکت ہے اور اگر کسی کو وسعت نہو تو اس سے بھی کم مناسب ہے ) پھر آپنے ایک طبق خرما کا لیکر بکھیر دیا ۔

(مؤلف :۔ اس روایت کو ذہبی وغیرہ محدثین نے ضعیف کہا ہے اور غایۃ[۳] ما فی الباب سنت[۴] زائدہ ہو گا ۔ مگر قاعدہ شرعیہ ہے کہ جہاں امر مباح یا مستحب میں اقتران[۵] کسی مفسدہ[۶] کا ہو جاوے اسکو ترک کر دینا مصلحت ہے ۔ اس معمول میں اکثر رنج و تکرار کی نوبت آجاتی ہے اسلئے تقسیم پر کفایت کریں )

حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ کو حضرت ام ایمن کے ہمراہ حضرت علیؓ کے گھر بھیجدیا ۔

(مؤلف ) صاحبو! یہ دونوں جہان کی شہزادی کی رخصت ہے جسمیں نہ دھوم دھام، نہ

---

[۱] زیادتی و حد سے بڑھ جانا [۲] ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے [۳] یعنی انتہا یہ کہ [۴] ایسا فعل جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا مگر ضروری یا شرعی حکم جانکر نہیں ۱۲ [۵] ملاپ : آمیزش ۔ [۶] خرابی ۔

ع الخطبۃ الماثورہ میں وہ خطبہ نقل بھی کر دیا گیا ہے ۱۲

میانہ، نہ پالکی نہ بکھیر نہ آپ نے حضرت علیؓ سے کمینوں کا خرچ دلایا نہ کنبہ برادری کا کھانا کیا۔ ہم لوگوں کو بھی لازم ہے کہ اپنے پیغمبر سردار دوجہاں کی پیروی کریں۔ اور اپنی عزت کو حضور کی عزت سے بڑھ کر نہ سمجھیں۔ نعوذ باللہ منہ۔ پھر حضور پُرنور اُن کے گھر تشریف لائے اور حضرت فاطمہؓ سے پانی منگایا وہ ایک پیالہ چوبیں میں پانی لائیں۔ (لکڑی کا پیالہ ۱۲)

(مولف- اس سے معلوم ہوا کہ نئی دلہن کو شرم میں اسقدر مبالغہ کرنا کہ چلنا پھرنا اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا عیب سمجھا جاوے یہ بھی سنت کے خلاف ہے) حضور نے اپنا آب دہن مبارک اسمیں ڈالدیا اور حضرت فاطمہؓ کو فرمایا کہ ادھر کو منہ کرو، اور اُن کے سینۂ مبارک اور سرِ مبارک پر قدرے پانی چھڑکا اور دعا کی کہ الٰہی ان کو، ان کی اولاد کو شیطان مردود سے آپکی پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ اے علیؓ اُدھر کو پشت کرو اور آپنے اُن کے ساتھ بھی یہی کیا مگر پشت کیطرف پانی نہیں چھڑکا۔

(مؤلف) مناسب ہے کہ نکاح کے بعد دولھا دلہن کو ایک جگہ جمع کر کے یہ عمل کیا کریں کہ موجب برکت ہے۔ ہندوستان میں ایسی رسم ہے کہ باوجود نکاح ہوجانے کے بھی دولھا دلہن میں پردہ رہتا ہے اور ایک دوسرا عمل جو مشہور ہے کہ دلہن کے دونوں پاؤں دھو کر گھر میں جابجا پانی چھڑکا جاتا ہے۔ تذکرۃ الموضوعات میں اسکو موضوع قرار دیا ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ بسم اللہ کی برکت کیساتھ اپنے گھر میں جاؤ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ نکاح کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد عشا حضرت علیؓ کے گھر تشریف لائے اور ایک برتن میں پانی لیکر اسمیں لعاب مبارک ڈالا اور "قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس" پڑھ کر دُعا کی پھر حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو علی الترتیب حکم فرمایا کہ اسے پئیں اور وضو کریں پھر دونوں صاحبوں کیلئے دعاء تطہیر و تالیف و برکتِ اولاد و خوش نصیبی کی فرمائی اور فرمایا جاؤ آرام کرو۔

(مولف- اگر داماد کا گھر قریب ہو تو یہ عمل بھی کرنا موجب برکت ہے) اور جہیز حضرت سیدۃ النساء کا یہ تھا دو چادر یمانی جو سوسی کے طور پر ہوتی تھیں، دو نہالی جمیں السی کی چھال بھری تھی اور چار گدے، دو بازوبند چاندی کے اور ایک کملی اور ایک تکیہ اور ایک پیالہ اور ایک چکی اور ایک مشکیزہ اور پانی رکھنے کا برتن یعنی گھڑا اور بعض روایتوں میں ایک پلنگ بھی آیا ہے۔ (ازالۃ الخفاء)

(مؤلف۔ صاجو جہیز میں تین امر کا لحاظ رکھنا چاہئیے۔

اوّل اختصار کہ گنجائش سے زیادہ تردد نہ کرے۔

دوم۔ ضرورت کا لحاظ کہ جن چیزوں کی سردست ضرورت واقع ہوگی، وہ دینا چاہیئے۔

سوم۔ اعلان نہ ہونا کیونکہ یہ تو اپنی اولاد کے ساتھ صلۂ رحمی ہے دوسروں کو دکھلانے کی کیا ضرورت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے جو اس روایت میں مذکور ہے تینوں امر ثابت ہیں) اور حضورؐ نے

کام اسطرح تقسیم فرمایا کہ باہر کا کام حضرت علیؓ کے ذمّہ اور گھر میں کا کام حضرت فاطمہؓ کے ذمّہ۔

(مؤلف۔ معلوم نہیں ہندوستان کی شریف زادیوں میں گھر کے کاروبار سے کیوں عار کی جاتی ہے)

پھر حضرت علی نے ولیمہ کیا اور ولیمہ میں یہ سامان تھا۔ جو چند صاع (ایک صاع ثمبری سیر سے ساڑھے

تین سیر کے قریب ہوتا ہے) اور کچھ خرما کچھ مالیدہ۔

(مؤلف۔ پس ولیمہ کا مسنون طریق یہ ہے کہ بلا تکلف و بلا تفاخر اختصار کیسا تھ جسقدر میسر ہو جاوے

اپنے خاص لوگوں کو کھلادے۔)

## نکاح ازواج مطہرات

مہر حضرت خدیجہؓ کا پانسو درہم یا اس قیمت کے اونٹ تھے جو ابوطالب نے اپنے ذمّہ رکھے۔ اور

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا کوئی برتنے کی چیز تھی جو دس درم کی تھی۔ اور حضرت جویریہ کے چارسو

درم تھے۔ اور حضرت ام حبیبہؓ کا چار سو دینار تھے، جو شاہ حبشہ نے اپنے ذمّہ رکھے۔ اور حضرت سودہ کا

چارسو درم تھے۔ اور ولیمہ حضرت اُم سلمہؓ کا قدرے جَو کا کھانا تھا۔ اور حضرت زینب بنت جحش کے ولیمہ

میں ایک بکری ذبح ہوئی تھی اور گوشت روٹی لوگوں کو کھلائی گئی اور حضرت صفیہؓ کا جو کچھ صحابہ کے

پاس حاضر تھا سب جمع کر لیا گیا یہی ولیمہ تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ نہ اونٹ

ذبح ہوا نہ بکری۔ سعد بن عبادہ کے گھر سے ایک دودھ کا پیالہ آیا تھا۔ بس وہی ولیمہ تھا۔

(مولف) اور مفصل حالات نکاح بنات مقدسات و ازواج مطہرات کے کتب سیر میں مذکور

ہیں۔ مگر اس مقام پر ایک نکاح کی مفصل حالت لکھ کر باقی عقودؐ کے واقعات میں سے صرف

سلہ عقود جمع ہے عقد کی۔ یعنی نکاح ۱۲

بعض مہر و ولیمہ کے ذکر پر اکتفا کیا گیا کہ زیادہ غرض اس مقام پر یہ دکھلانا ہے کہ یہ تکلفات و اسرافات وغیرہا سب ہمارے سردار دو جہاں کے طریقہ محبوبہ[۱] مرضیہ[۲] مقبولہ[۳] کے خلاف ہے اور یہ غرض اس اجمال سے حاصل ہے اور ایک درم تخمیناً سوا چار آنہ[۴] کا ہوتا ہے اور ایک دینار دس درم کا۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ حضور کا مہر کسقدر ہلکا تھا۔ اور کوئی شخص ناداری کی تاویل نہیں کر سکتا۔ حضور اگر چاہتے تو دنیا بھر کے خزانے آپ کے پائے مبارک پر سے تصدق کر دیئے جاتے۔ اور چار سو دینار صرف ایک بی بی کا مہر ہوا سو وہ بھی ایک بادشاہ نے اپنے ذمہ لے لیا تھا اسپر بھی وہ ہمارے ملک کے رواج سے پھر بھی بہت کم ہے۔ اہل ایمان پر لازم ہے کہ اسی طریقہ پر اپنا معمول مقرر کریں۔ ورنہ خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق بنتے ہیں۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند مسائل ضروری نکاح کے متعلق جنکی بہت ضرورت رہتی ہے لکھدیئے جائیں سب کو بالخصوص نکاح خواں قاضیوں کو ان کا یاد کر لینا ضروری ہے، ان کے نہ جاننے سے اکثر اوقات نکاح میں خرابی ہو جاتی ہے۔

**مسئلہ**۔ نابالغہ کا نکاح بدون اجازت ولی کے صحیح نہیں اور خود اس منکوحہ کا زبان سے کہنا قابل اعتبار نہیں خواہ اسکا پہلا نکاح ہو یا دوسرا نکاح ہو۔

**مسئلہ**۔ اگر نابالغہ کا نکاح ولی نے غیر کفو[۵] سے کر دیا، سو اگر باپ یا دادا نے کسی ضروری مصلحت سے کیا ہے تو صحیح ہے بشرطیکہ ظاہر اکوئی امر خلاف مصلحت نہ ہو۔ ورنہ صحیح نہ ہوگا۔ اور اگر باپ دادا کے سوا کسی دوسرے ولی نے نکاح کیا ہے تو فتویٰ اسپر ہے کہ بالکل جائز نہ ہوگا۔

**مسئلہ**۔ بالغہ کا نکاح بلا اجازت اسکے جائز نہیں پس اگر یہ اسکا دوسرا نکاح ہوتا ہے، تب تو زبان سے اجازت لینا چاہیئے اور اگر پہلا نکاح ہے تو اگر اجازت لینے والا ولی ہے تب دریافت کرنے کے وقت اسکا خاموش ہو جانا ہی اجازت ہے اور اگر کوئی دوسرا شخص ہے تو اسکا زبان سے کہنا ضروری ہے بدون اسکے اجازت معتبر نہ ہوگی۔

---

[۱] پیارا [۲] پسندیدہ [۳] یعنی جو اللہ کے ہاں مقبول ہے ۱۲ [۴] ۳½ ماشہ وزن ہوتا ہے [۵] کفو کے معنی ہمسر اور برابری کے ہیں۔ یعنی جو حسب نسب میں برابر ہو ۱۲

**مسئلہ** بالغہ اگر بلا اجازت ولی کے خود اپنا نکاح کرے تو کفو میں تو جائز ہے اور غیر کفو میں فتویٰ یہی ہے کہ بالکل جائز نہیں البتہ اگر کسی عورت کا کوئی ولی ہی نہ ہو یا اسکی کارروائی پر رضامند ہو تو غیر کفو میں بھی جائز ہو گا۔

**مسئلہ**۔ اگر ولی نے بالغہ کا نکاح بلا اسکی اجازت کے کر دیا اور بعد میں وہ سنکر خاموش ہو گئی تو اب نکاح صحیح ہو گیا۔ اور اگر غیر ولی نے ابتداءً اجازت لی تھی مگر وہ خاموش ہو گئی تو اس وقت تو نکاح صحیح نہ ہو گا لیکن اگر صحبت کے وقت اسکی ناراضی ظاہر نہ ہوئی تو وہ نکاح اب صحیح ہو جاویگا۔

**مسئلہ** ایجاب وقبول کے الفاظ ایسی بلند آواز سے کہنے چاہئیں کہ گواہ اچھی طرح سُن لیں۔

**مسئلہ**۔ ولی سب سے اول باپ ہے پھر دادا، پھر حقیقی بھائی، پھر علاتی[1] بھائی، پھر انکی اولاد، اسی ترتیب سے پھر حقیقی چچا، پھر چچازاد بھائی۔ پھر علاتی چچا، اسی ترتیب سے پھر اور عصبات بترتیب فرائض کے۔ جب کوئی عصبہ نہ ہو تو ماں، پھر دادی، پھر نانا، پھر حقیقی بہن، پھر علاتی بہن، پھر اخیافی[2] بھائی بہن، پھر پھوپی، پھر ماموں، پھر خالہ، پھر چچازاد بہن، پھر اور ذوی الارحام۔

**مسئلہ**۔ ولی قریب[3] کے ہوتے ہوئے ولی بعید[4] کو ولایت نہیں پہنچتی۔

**مسئلہ**۔ طلاق تین طرح پر ہے، رجعی۔ بائن۔ مغلظہ، رجعی میں عدت کے اندر اگر شوہر نے رجوع کر لیا نکاح باقی رہیگا۔ دوسرے سے نکاح جائز نہیں اور اگر عدت کے اندر رجعت نہ کی تو نکاح جاتا رہیگا۔ بعد عدت اس عورت کا دوسرے شخص سے نکاح جائز ہے اور بائن اور مغلظہ میں رجوع جائز نہیں ہے مگر عدت کے اندر دوسرے شخص سے بھی نکاح جائز نہیں البتہ بعد عدت جائز ہے۔

**مسئلہ** عدت کی یہ تفصیل ہے کہ اگر بی بی شوہر کے پاس نہیں بھیجی گئی اور شوہر نے طلاق دیدیا تو عدت بالکل واجب نہیں۔ اور اگر شوہر کے پاس بھیجی گئی ہے سو اگر ابھی اسکو حیض شروع نہیں ہوا یا عمر زیادہ ہونے سے حیض بند ہو گیا اور اسکو طلاق دی گئی ہے تو اسکی عدت تین ماہ ہے۔ اور اگر اسکو حیض آتا ہے تو تین حیض ہے اور اگر اسکو حمل ہے تو عدت اسکی یہ ہے کہ بچہ پیدا ہو جاوے۔ اور اگر شوہر مر گیا ہے

[1] باپ شریک بھائی۔ [2] ماں شریک بہن [3] قریب ولی۔ [4] دور کا ولی مثلاً باپ کے ہوتے ہوئے بھائی ولی نہیں یا بھائی کے ہوتے ہوئے چچا ولی نہیں ۱۲

تو اسوقت سب کی عدت چار مہینے دس دن ہیں، مگر حمل والی کی عدت یہاں بھی بچہ کا پیدا ہونا ہے غرض جس عورت کی جو عدت ہو اُس عدت کے اندر دوسرا نکاح جائز نہیں۔ جو عورت کافر مسلمان ہوجاوی اور اسکا خاوند مسلمان نہو تو اسکا حکم مثل طلاق کے ہے اسمیں بھی عدت واجب ہے جب تک تین حیض اسوقت سے نہ آجائیں، یا اگر حمل والی ہو تو جبتک بچہ پیدا نہو جاوے کسی شخص سے اسکا نکاح جائز نہیں۔ اسمیں اکثر لوگ احتیاط نہیں کرتے۔

مسئلہ۔ نکاح کے وقت یہ بھی تحقیق کر لینا ضرور ہے کہ ناکح منکوحہ میں علاقۂ حرمتِ نسبی[۱] یا رضاعی[۲] کا تو نہیں۔

# دربیان بعضے احکام ضروریہ حجاب متعلق آں ماخوذ از کتب حدیث و فقہ

مسئلہ:۔ مرد کو ناف سے زانو کے نیچے تک بدن ڈھانکنا فرض ہے، مردوں سے بھی اور عورتوں سے بھی بجز اپنی بی بی کے کہ اُس سے کوئی عضو ڈھانکنا ضرور نہیں، گو بلا ضرورت بدن دکھانا خلاف اولیٰ ہے

مسئلہ، عورت کو عورت کے روبرو بھی ناف سے زانو کے نیچے تک بدن کھولنا جائز نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ بعضی عورتیں جو نہاتے وقت دوسری عورت کے روبرو ننگی بیٹھ جاتی ہیں یہ بالکل گناہ ہے۔

مسئلہ۔ عورت کو اپنے محرم شرعی کے روبرو ناف سے زانو کے نیچے تک اور کمر اور شکم کھولنا حرام ہے، باقی سر اور چہرہ اور ہاتھ اور بازو اور پنڈلی کھولنا گناہ نہیں گو بعض اعضاء کا بلا ضرورت ظاہر کرنا مناسب بھی نہیں اور محرم شرعی وہ ہے جس سے عمر بھر کسی طرح نکاح صحیح ہونیکا احتمال نہو مثلاً باپ، بیٹا، حقیقی بھائی یا علاتی بھائی یعنی باپ دونوں کا ایک ہو اور ماں دو ہوں یا اخیافی یعنی ماں ایک ہو اور باپ دو ہوں۔ یا ان بھائیوں کی اولاد یا ان ہی تین طرح کی بہنوں کی اولاد ہو اور مثل ان کے جس جس سے ہمیشہ کیلئے نکاح حرام ہو۔ اور جس سے عمر بھر میں کبھی بھی نکاح صحیح ہونیکا احتمال ہو وہ شرعاً محرم نہیں بلکہ نامحرم ہے اور جو حکم شریعت میں محض اجنبی اور غیر آدمی کا ہے وہی

---

[۱] پیدائشی اور نسبی رشتہ کے باعث حرمت ۱۲۔ [۲] دودھ کے رشتہ کے باعث حرمت ۱۲

ان کا ہے گو کسی قسم کا رشتہ قرابت رکھتا ہو جیسے چچا کا یا پھوپھی کا بیٹا یا ماموں کا یا خالہ کا بیٹا یا دیور یا بہنوئی یا نندوئی وغیرہم یہ سب نامحرم ہیں ان سے وہی پرہیز ہے جو نامحرم سے ہوتا ہے، بلکہ چونکہ ایسے موقعہ پر فتنہ کا واقع ہونا سہل ہے اسلئے اور زیادہ احتیاط کا حکم ہے۔

مسئلہ، علماء نے فساد زمانہ کو دیکھ کر بعض محرموں کو مثل نامحرموں کے قرار دیا ہے، بوجہ انتظام و احتیاط کے جیسے جوان خسر اور جوان عورت کا داماد اور شوہر کا بیٹا اُسکی دوسری بی بی سے اور دودھ شریک بھائی وغیرہم اہل تجربہ کو معلوم ہے جو کچھ ایسے علاقوں میں فتنہ و فساد واقع ہو رہے ہیں

مسئلہ جو شرعاً محرم ہو اُسکے روبرو سر اور بازو اور پنڈلی وغیرہ بھی کھولنا حرام ہے اور اگر بہت ہی مجبوری ہو مثلاً عورت کو ضروری کاروبار کیلئے باہر نکلنا پڑتا ہے یا کوئی رشتہ دار کثرت سے گھر میں آتا جاتا رہتا ہے اور گھر میں تنگی ہے کہ ہر وقت کا پردہ نہیں نبھ سکتا، ایسی حالت میں جائز ہے کہ اپنا چہرہ[۵۱] اور دونوں ہاتھ کلائی کے جوڑ تک اور دونوں پاؤں ٹخنوں کے نیچے تک کھولے رکھے۔ اور اسکے علاوہ اور کسی بدن کا کھولنا جائز نہ ہوگا، پس ایسی عورتوں کو لازم ہے کہ سر کو خوب ڈھانکیں اور کُرتا بڑی آستین کا پہنیں۔ پائجامہ غرارہ دار پہنیں اور ٹخنے اور کلائی نہ کھلنے پاویں۔ اور اگر کوئی مجبوری نہو تو اتنا بھی ظاہر نہ کریں بلکہ گھر میں بیٹھیں بضرورت شرعی یا طبعی نکلیں تو برقع پہنیں جیسا کہ شرفاء میں معمول ہے۔ گو بعض ناعاقبت اندیش اس پردہ کو اُڑانا چاہتے ہیں اور اسکو خلاف شرع بتاتے ہیں مگر واقع میں شرعاً و نقلاً یہ مامور بہ ہے چنانچہ تفصیل مسئلہ پردہ کی بوجہ احسن رسالہ لطائف رشیدیہ مصنفہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی میں لکھی ہے اور اسمیں یہ مسئلہ نہایت بسط و وضاحت سے مذکور ہے جس کسی کا جی چاہے اُسمیں دیکھ لے۔

مسئلہ جس عضو کا ظاہر کرنا جائز نہیں جسکی تفصیل اوپر گذر چکی ہے اُسکو مطلقاً دیکھنا حرام ہے گو شہوت بالکل نہو اور جس عضو کا ظاہر کرنا اور نظر کرنا جائز ہے اُسمیں یہ قید ہے کہ شہوت کا

---

۵۱۔ مگر چہرہ پر دوپٹہ کا کچھ حصہ ڈال لیں یعنی گھونگٹ نکال لیں۔ قرآن پاک میں یہی حکم ہے۔ یدنین علیھن من جلابیبھن (اپنی چادروں کا کچھ حصہ لٹکالیں)۔ ۱۲

اندلیشہ نہ ہو اور اگر ذرا شک بھی ہو تو دیکھنا اسوقت حرام ہے اب یہاں سے سمجھئے کہ عجوزہ ضعیفہ جسکی طرف اصلاً احتمال رغبت کا نہ ہو اسکا چہرہ تو دیکھنا اسوقت جائز ہوگا مگر سر اور بازو وغیرہ دیکھنا جائز نہ ہوگا ایسی عورتیں گھروں میں اسکی احتیاط نہیں کرتیں اپنے نامحرم رشتہ داروں کے روبرو ننگے سر بے آستین کا کرتا پہنے بیٹھی رہتی ہیں اور خود بھی گنہگار ہوتی ہیں اور مردوں کو بھی گنہگار کرتی ہیں۔

مسئلہ - جس عضو کا دیکھنا حرام ہے اگر علاج معالجہ کی ضرورت سے دیکھا جاوے جائز ہے بشرطیکہ نظر اس سے نہ بڑھائے۔

مسئلہ - جو شخص شرعاً نامحرم ہے اسکا اور عورت کا تنہا مکان میں ہونا حرام ہے، اسی طرح اگر تنہائی نہ ہو بلکہ دوسری عورت موجود ہو مگر وہ نامحرم ہو تب بھی مرد کا اس مکان میں ہونا جائز نہیں البتہ اگر اس عورت کا کوئی محرم یا شوہر یا اس مرد کی کوئی محرم عورت یا زوجہ بھی اس مکان میں ہو تو مضائقہ نہیں۔

مسئلہ - جس عضو کا دیکھنا جائز نہیں اسکو چھونا بھی جائز نہیں اور جس عضو کا دیکھنا جائز ہے اور چھونے میں اندیشہ شہوت کا ہے تو دیکھنا جائز ہوگا اور چھونا حرام ہوگا، البتہ ضرورت علاج معالجہ کی مستثنیٰ ہے لیکن حتی المقدور اپنے خیال کو ادھر اُدھر بانٹ دے دلمیں خیال فاسد نہ آنے دے۔

مسئلہ، کافر عورت کا حکم مثل اجنبی مرد کے ہے پس ان کے روبرو سر اور بازو کا کھولنا بھی جائز نہوگا اس ملک کی عورتیں اکثر بھنگنیوں کے یا مالنوں کے آنے جانے میں اسکی احتیاط نہیں کرتیں۔

مسئلہ اگر قابلہ یعنی بچہ جنانے والی کافر ہو زچہ کو اسکے روبرو جسقدر بدن کھولنے کی ضرورت ہے اُسکا کھولنا تو جائز ہے باقی سر اور بازو کھولنا ناجائز ہے۔

مسئلہ - نامحرم مرد و عورت میں باہم ہمکلامی بھی بلا ضرورت ممنوع ہے اور ضرورت میں بھی فضول باتیں نہ کرے نہ ہنسے نہ مذاق کی کوئی بات کرے۔ اپنے لہجہ کو نرم کرکے گفتگو نکرے۔

---

[۱] بوڑھی عورت [۲] کمزور [۳] قطعاً - ۱۲

مسئلہ۔ گانے کی آواز مرد کی عورت کو سننا یا عورت کی مرد کو سننا دونوں ممنوع ہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو بعض جگہ عادت ہے کہ بعضے رسمی واعظ مناجات یا قصیدہ آواز بنا کر عورتوں کو سناتے ہیں یہ بہت بُرا ہے۔

مسئلہ۔ فقہا نے نامحرم جوان عورت کو سلام کرنے یا اسکا سلام لینے سے منع کیا ہے۔

مسئلہ۔ مرد کا جھوٹا کھانا پینا عورتِ نامحرمہ کو اور عورتِ نامحرمہ کا جھوٹا نامحرم مرد کو کھانا جبکہ احتمال التذاذ[1] کا ہو مکروہ ہے۔

مسئلہ۔ اگر نامحرم کا لباس وغیرہ دیکھکر طبیعت میں میلان ہوتا ہو اسکو بھی دیکھنا حرام ہے۔

مسئلہ۔ جو لڑکی نابالغ ہو مگر اسکی طرف مرد کو رغبت ہوتی ہو اسکا حکم مثل عورتِ بالغہ کے ہے۔

مسئلہ۔ جسطرح بُری نیت سے نامحرم کی طرف نظر کرنا اُسکی آواز سننا اُس سے بولنا اسکو چھونا حرام ہے۔ اسی طرح اسکا خیال دل میں جمانا اور اُس سے لذت لینا بھی حرام ہے اور یہ قلب کا زنا ہے

مسئلہ۔ اسی طرح نامحرم کا ذکر کرنا، یا ذکر سننا یا اسکا فوٹو دیکھنا یا اس سے خط وکتابت کرنا غرض جس ذریعہ سے خیالات فاسد پیدا ہوں یہ سب حرام ہے۔

مسئلہ۔ جسطرح مرد کو اجازت نہیں کہ نامحرم عورت کو بلا ضرورت دیکھے بھالے اسی طرح عورت کو بھی جائز نہیں کہ بلا ضرورت مرد کو جھانکے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو عورتوں کی عادت ہے کہ دولھا کو یا برات کو جھانک جھانک کر دیکھتی ہیں یہ بہت بُری بات ہے۔

مسئلہ۔ ایسا باریک کپڑا پہننا جسمیں بدن جھلکتا ہو مثل برہنہ ہونے کے ہے حدیث میں ایسے کپڑے کی مذمت آئی ہے۔

مسئلہ۔ مرد کو عورت سے بدن دبوانا جائز نہیں۔

مسئلہ۔ بجتا زیور جسکی آواز نامحرم کے کان میں جائے یا ایسی خوشبو جسکی مہک غیر محرم کے دماغ تک پہنچے استعمال کرنا عورتوں کو جائز نہیں یہ بھی بے پردگی میں داخل ہے۔ اور جو زیور خود

---

[1] لذت آنے کا احتمال ہو۔

نہ بجتا ہو مگر دوسری چیز سے لگ کر آواز دیتا ہو ایسے زیور میں یہ احتیاط واجب ہے کہ پاؤں زمین پر آہستہ رکھے تا کہ افشائے نہ ہو۔

مسئلہ۔ چھوٹی لڑکی کو بھی بجتا زیور نہ پہناوے۔

مسئلہ۔ پیر بھی اگر نامحرم ہو مثل دوسرے نامحرم مردوں کے ہے اس کے روبرو بلا حجاب آجانا بہت برا ہے البتہ اگر وہ بہت بوڑھا ہو یا مرید نی بہت بڑھیا ہو تو صرف چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں ٹخنوں سے نیچے کھول دینا جائز ہے مگر باقی اعضا دکھلانا یا تنہائی میں اسکے پاس بیٹھنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ۔ جس عضو کو حیات میں دیکھنا جائز نہیں بعد موت کے بھی جائز نہیں اور اسی طرح بدن کے جدا ہونے کے وقت بھی جائز نہیں اسی طرح زیر ناف کے بالوں کو یا عورت کے سر کے بالوں کو بھی اُترنے یا ٹوٹنے کے بعد دیکھنا مرد کو جائز نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں جو کنگھی کر کے بالوں کو ویسے ہی پھینکدیتی ہیں کہ عام طور سے سب کی نگاہ سے گذرتے ہیں جائز نہیں۔

مسئلہ۔ ہیجڑا یا خواجہ سرا یا عنین سب کا حکم مثل نامحرم مرد کے ہے۔ اسی طرح کی احتیاط ان سے بھی لازم ہے۔

مسئلہ۔ امرد یعنی بے ریش لڑکا بعض احکام میں مثل اجنبی عورت کے ہے۔ یعنی وقت اندیشۂ شہوت کے اسکی طرف دیکھنا، اس سے مصافحہ یا معانقہ کرنا۔ اس کے پاس تنہائی میں بیٹھنا، اسکا گانا سننا، یا اُس سے بدن دبوانا، یا اس سے پیار اخلاص کی باتیں کرنا۔ یہ سب حرام ہے۔

مسئلہ۔ عورتوں کو پردہ کی وجہ سے سفر میں نماز قضا کرنا جائز نہیں اور نہ گاڑی میں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھنا درست ہے بلکہ چادر یا برقع پہنکر نیچے اُتر کر کے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا واجب ہے برقعہ کا پردہ ایسے وقت پر کافی ہے۔

مسئلہ۔ سفر میں اگر کوئی محرم ہمراہ نہ ہو تو عورت کو سفر کرنا حرام ہے۔

مسئلہ۔ عورت کو مساجد یا مقابر میں جانا مکروہ ہے البتہ بہت بڑھیا کو مسجد میں حاضر ہونا جائز ہے

مسئلہ۔ بعضے لوگ جوان لڑکیوں کو اندھے یا بینا مردوں سے پڑھواتے ہیں یہ بالکل خلاف شریعت ہے۔

# فصل ہفتم

منجملہ ان رسوم کے نکاحِ ثانی کو عار سمجھنا ہے جسمیں مسلمانانِ ہند اور شرفا خصوصًا مبتلا ہیں شرعًا و عقلًا جیسا نکاحِ اوّل ویسا نکاح ثانی دونوں میں فرق سمجھنا محض بے وجہ ہے۔ صرف کفارِ ہند کے اختلاط[۱] سے اور کچھ جائداد کی محبت سے یہ خیال فاسد جم گیا ہے جسکو بناءِ[۲] الفاسد علی الفاسد کہنا زیبا ہے۔ مقتضائے ایمان اور عقل یہ ہے کہ جسطرح نکاح اوّل بے روک ٹوک کردیتے ہیں اُسی طرح نکاح ثانی بھی کردیا کریں۔ اگر نکاح ثانی سے دل تنگ ہوتا ہے تو نکاح اوّل سے کیوں نہیں ہوتا بلکہ اسکو عیب سمجھنے میں خوفِ کفر ہے کہ حکمِ شرعی کو باعثِ توہین و تحقیر سمجھنا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نکاح کرنا تو کچھ فرض نہیں البتہ عیب نہ سمجھنا بیشک فرض ہے تو علماء کو اسی کا اہتمام کافی ہے۔ ترویج[۳] نکاح ثانی میں کیوں کوشش کرتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ بعض حالات میں تو نکاح ثانی بھی مثل نکاح اوّل کے فرض ہے۔ مثلاً عورت جوان ہے قرائن سے طبیعت میں تقاضا معلوم ہوتا ہے۔ تجرّد[۴] میں اندیشۂ فساد ہے یا نان و نفقہ کی تنگی ہے اور افلاس میں آبرو اور دین کے ضائع ہونے کا احتمال ہے تو بیشک ایسی عورت کا نکاح ثانی کرنا فرض ہوگا۔ اور اگر ایسی نہ بھی ہو تب بھی چونکہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ جس عمل سے دلمیں تنگی اور انقباض پیدا ہوجاتا ہے اور موجبِ عار و ننگ سمجھنے لگتے ہیں تو تاوقتیکہ اس عمل کو عام طور پر شائع نہ کیا جائے وہ تنگی دل سے نہیں نکلتی اسلئے اصل مقصو[د] علماء کا تو یہی ہے کہ اسکو عیب نہ سمجھیں، مگر چونکہ یہ موقوف ہے اسکے عمل میں لانے پر اسلئے ترویج عملی میں کوشش کرنا ضروری جانتے ہیں اور واقع میں بھی ضروری ہے۔

---

[۱] میل جول۔ [۲] خراب کی بنا خراب پر [۳] رواج دینا [۴] بے نکاح رہنے میں۔

# فصل ششم

منجملہ ان رسوم کے طالب علموں کا بڑے بڑے عہدوں کے حاصل کرنے کیلئے باوجود ضائع ہونے دین کے انگریزی پڑھنا یا معقول و فلسفہ میں دنیات سے زیادہ توغل[۱] وانہماک کرنا ہے چونکہ ان دونوں چیزوں کا ضرررساں ہونا تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہوچکا ہے اسلئے داخل وعید قرآنی ہوکر واجب المنع ٹھیریں گے۔ قَالَ اللہ تعالیٰ[۲] ویتعلمون ما یضرھم ولا ینفعھم۔ ہرچند کہ حصلان انگریزی یہ کہتے ہیں کہ انگریزی ایک زبان ہے اسمیں کیا برائی ہے مگر یہ نہیں سمجھتے کہ اس سے غایت ما فی الباب خود اسکی اباحت ذاتی ثابت ہوتی ہے اور بس لیکن مباح جب ذریعہ معصیت کا ہوجاوے یا بہ نیت ارتکاب[۳] معصیت کی اسکو اختیار کیا جاوے تب تو وہ مباح معصیت ہوجاتا ہے۔ مثلاً چلنا فی نفسہ[۴] مباح ہے مگر جب بہ نیت چوری کرنے کے چلے عقلاً و نقلاً اسوقت یہ چلنا ضرور حرام ہوجاویگا اور ظاہر ہے کہ یہ جو بڑے بڑے پاس کئے جاتے ہیں ان سے بجز اسکے کہ بڑے بڑے عہدے اور منصب جو بالکل خلاف شرع ہیں حاصل کئے جاویں اور کوئی بھی غرض نہیں۔ جب وہ معصیت ہیں تو کوئی زبان جب اسکا ذریعہ بنایا جاوے کیونکر معصیت نہ ہوگی۔ تو اگر اسمیں اور مفاسد بھی نہ ہوتے جو غالب الوقوع ہیں جیسے کہ دین کی پرواہ نہ رہنا عقائد میں فساد آجانا نخوت[۵] و ترفع[۶] و تکبر و طول امل[۷] کا پیدا ہوجانا وغیرہ وغیرہ اور ہر طرح سے دینیات کا پابند رہنا، علم و عمل دونوں درست رہتے تب بھی بوجہ نیت مذکورہ کے اسکی تحصیل حرام ہوتی اور جب سب جمع ہوجاویں تب تو کچھ پوچھنا ہی نہیں البتہ اگر اپنی کارروائی روزمرہ کیلئے پڑھے یا ضرورت دینیہ کیلئے پڑھے اسوقت یہ وجہ حرمت کی نہ رہیگی۔ مگر اسمیں کسی پاس وغیرہ حاصل کرنے کی ضرورت نہیں صرف استعداد کافی ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا دعویٰ کرے تو اسکے صدق و کذب کا معیار وامتحان یہی ہے کہ اگر وہ پاس حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے تو سچا ہے ورنہ جھوٹا۔ اسی طرح معقولات کے توغل سے

---

[۱] مشغول رہنا [۲] باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ سیکھتے ہیں اُن چیزوں کو کہ ان کو نقصان دے اور انکو نفع نہ دے۔ [۳] گناہ کرنے کیلئے۔ [۴] اصل میں یا بذات خود [۵] غرور [۶] بڑائی [۷] لمبی لمبی دنیا وی آرزو ۱۲

اکثر فسادِ عقیدہ اور نخوت وکبرا ور عدمِ[1] مبالات فی الدین وغیرہ یہ خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں ۔ اس عارض کی وجہ سے کہ مثل لازم ہے وہ بھی حرام ہوگا ۔ اگر یہ امور بھی نہ ہوں تو اکثر نیت اس تحصیل سے مُباہاتِ[2] وحصولِ جاہ ہوا کرتا ہے کہ کوئی شخص ناقص التحصیل سمجھ کر حقیر نہ جانے تو اس حالت میں ذریعہ معصیت ہونے سے معصیت ہوجاویگا، البتہ اگر ان سب غوائل[3] سے پاک ہو مضائقہ نہیں مگر قدرِ ضروری پر اکتفا کرنا واجب ہوگا ۔

# فصل نہم

منجملہ ان رسوم کے بعض مصنفین اور اہل مطابع کا حق تالیف یا تحشیہ بیچنا یا خریدنا یا رجسٹری کرانا ہے چونکہ حق محض شرعاً مملوک نہیں جیسا کہ اہل حدیث وفقہ پر ظاہر ہے اسمیں کوئی تصرف مالکانہ کرنا اور دوسروں کو اس سے منتفع ہونے سے روکنا حرام اور معصیت ہے ۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ مت کھاؤ اپنے مالوں کو اپنے آپسمیں غیر مشروع طریقے سے ۔

# فصل دہم

منجملہ ان رسوم کے اکثر تاجروں اور ثقہ لوگوں کا بلکہ بعض اہل علم اور اہل فقر کا کھیل تماشوں کے مجمع میں تفریح کیلئے چلا جانا ہے مثل گھوڑ دوڑ، اکھاڑا، کشتی ونمائش گاہ ومیلہ ہنود یا تھیٹر وغیرہ چونکہ ایسے مجمعوں میں اکثر امور خلاف شرع واقع ہوتے ہیں، ڈھول نقارہ وغیرہ سے خالی نہیں ہوتے بازاری عورتوں کی آمدورفت سے پاک نہیں ہوتے ۔ گھوڑ دوڑ میں قمار بھی ہوتا ہے کشتی میں گھٹنہ، ران، پہلوانوں کے کھلے ہوتے ہیں ۔ میلہ کفار میں تو کفریات کا اجتماع محتاجِ بیان نہیں اسلئے ایسے مجمعوں میں جانا معاصی وکفریات کی تائید وترویج کرنا اور مجمع فسق وفجور کو بڑھانا ہے ۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص بڑھاوے مجمع کسی قوم کا وہ اُن ہی میں سے ہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو لب سڑک بیٹھک مقرر کرنے سے منع فرمایا تھا کیونکہ ایسے مواقع میں آدمی معصیت سے بچ نہیں سکتا

[1] دین سے بے پرواہی ۔ [2] فخر کرنا [3] خرابیاں اصل میں جمع غائلہ کی ہے بمعنی ہلاک کرنے والی چیز ۱۲

اسی طرح قرب قیامت میں ایک لشکر کے دھنسنے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر سنائی جو خانہ کعبہ کی اہانت کیلئے آتا ہوگا حضرت ام سلمہؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! اُن میں تو دو کاندار لوگ بھی ہونگے آپ نے فرمایا کہ اسوقت سب دھنس جاویں گے۔ تاجرا! تم شاید ضرورت کا عذر کرتے ہو تو یہ حدیث سن لو اور اللہ خیر الرازقین[۱] آیت قرآنی پڑھ کر اپنی تسلی کر لو۔

# باب سوم

## اُن رسوم کے بیان میں جنکو عبادت سمجھ کر کیا جاتا ہے اور اسمیں چند فصلیں ہیں

### فصل اوّل

منجملہ ان رسوم کے مولد شریف کی محفل ہے اسکی تین صورتیں ہیں اور ہر ایک کا جدا حکم ہے پہلی صورت۔ وہ محفل جسمیں قیود مروجہ متعارفہ میں سے کوئی قید نہو نہ قید مباح نہ قید مکروہ سب قیود سے مطلق ہو مثلاً کچھ لوگ اتفاقاً جمع ہوگئے کسی نے انکو اہتمام کرکے نہیں بلایا یا کسی اور مباح ضرورت سے بلائے گئے تھے۔ اس مجمع میں خواہ کتاب سے خواہ زبانی حضور پُر نور سرور عالم فخر آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالات ولادت شریفہ و دیگر اخلاق و شمائل و معجزات و فضائل مبارکہ کا صحیح صحیح روایات سے بیان کر دیا گیا اور اثنائے بیان میں اگر ضرورت امر بالمعروف[۲] یا بیان احکام کی دیکھی جائے تو اسمیں بھی دریغ نہیں کیا گیا۔ یا اصل میں اجتماع استماع[۳] وعظ و احکام کیلئے ہوا اور اسکے ضمن میں ان وقائع شریفہ و فضائل کا بیان بھی آگیا یہ وہ صورت ہے کہ بلا نکیر جائز بلکہ مستحب اور سُنت ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حالات و کمالات اسی طریق سے بیان فرمائے ہیں اور آپکے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

---

[۱] اللہ سب سے اچھا رزق دینے والا ہے [۲] اچھی بات بتانا [۳] وعظ اور احکام سننے کیلئے ۱۲

نے ان کو روایت کیا جسکا سلسلہ محدثین میں آجتک بفضلہ تعالیٰ جاری ہے اور تا بقائے دین جاری رہے گا۔

دوسری صورت۔ وہ محفل جسمیں قیود غیر مشروعہ موجود ہوں جو کہ اپنی ذات میں بھی قبیح[1] و معصیت[2] ہیں مثلاً روایت موضوعہ[3] خلاف واقعہ بیان کیجاویں یا خوشرو و خوش الحان لڑکے اسمیں غزلخوانی کریں یا رشوت و سود وغیرہ کا حرام مال اسمیں خرچ کیا جاوے یا حد ضرورت سے زیادہ اُسمیں روشنی فرش و آرائش مکان وغیرہ کا تکلف کیا جائے یا لوگوں کو جمع کرنیکا اہتمام بہت مبالغہ سے کیا جاوے کہ اسقدر اہتمام نماز و جماعت و وعظ کیلئے بھی نہ ہوتا ہو، یا نثر یا نظم میں حضرت حق تعالیٰ شانہ، یا حضرت انبیاء علیہم السلام یا حضرات ملائکہ علیہم السلام کی توہین اور گستاخی صراحۃً یا اشارۃً کی جاوے۔ یا اس مجمع میں جانے سے نماز یا جماعت فوت ہو جاوے یا وقت تنگ ہو جاوے، یا اسکا قوی احتمال ہو یا بانی مجلس کی نیت شہرت اور تفاخر کی ہو۔ یا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں حاضر و ناظر جانا جاوے یا اور کوئی اسی قسم کا خلاف شرع اُسمیں پایا جاوے۔ یہ وہ صورت ہے جو اکثر عوام و جہلا میں شائع و ذائع ہے اور شرعاً بالکل ناجائز و گناہ ہے۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے جھوٹ بولا مجھ پر جانکر پس اسکو اپنا ٹھکانہ دوزخ میں ڈھونڈھ لینا چاہیئے اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کو جھوٹ بولنے کیلئے یہ کافی ہے کہ جو سنا کرے اسکو بیان کر دیا کرے۔ روایت کیا اسکو مسلم نے۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ روایات کے بیان کرنے میں بڑی احتیاط کرنا چاہیئے۔ بدون علم و تحقیق کے بیان کرنا گناہ ہے۔ خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف کسی غلط امر کا منسوب کرنا سخت ہی وبال ہے۔ اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گانا جماتا ہے نفاق کو قلب میں جسطرح جماتا ہے پانی زراعت[4] کو روایت کیا اسکو بیہقیؒ نے۔ اس حدیث سے گانے کی مذمت معلوم ہوئی۔ بالخصوص جہاں احتمال فتنہ کا ہو جیسے کہ خوشرو یا عورت کا

---

[1] بُرا [2] گناہ [3] بنادی [4] کھیتی

گانا۔ اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ پاک ہیں نہیں قبول کرتے مگر پاک اور حلال مال کو اور اسی روایت میں ہے کہ ایک شخص بڑا سفر دراز کرے اور اسکے بال بھی پریشان ہیں اور بدن اور لباس بھی میلا ہے اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کیطرف بڑھا بڑھا کر یارب یارب کہتا ہے (یعنی تمام سامان قبولیت دُعا کے بظاہر مجتمع ہیں، مگر ساتھ ہی اس کے یہ ہے کہ اسکا کھانا حرام اور پانی حرام اور لباس حرام اور حرام ہی سے غذا دیا گیا پس ایسے شخص کی دُعا کب قبول ہو۔ روایت کیا اسکو مسلم نے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کیسے ہی خلوص سے کوئی عبادت کرے مگر حرام مال لگانے کا گناہ اُسکے اوپر جو رہتا ہے وہ جدا نہیں ہوتا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ تم اسراف مت کرو اور فرمایا کہ بیشک فضول اُڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ جس خرچ[۱] میں کوئی مشروع[۲] غرض نہ ہو وہ سب اسمیں داخل ہوگا خواہ روشنی ہو یا اور تکلفات ہوں لباس و وضع غیر مشروع کے باب میں جو حدیثیں آئی ہیں وہ باب اول میں مذکور ہو چکی ہیں۔ حاجت اعادہ[۳] کی نہیں ہے۔ حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے اُس ذات پاک کی کہ میری جان اسکے قبضہ میں ہے کہ تم لوگ یا تو امر بالمعروف[۴] و نہی عن المنکر[۵] کرتے رہو نہیں تو عنقریب بھیجے گا اللہ تعالیٰ تمپر عذاب اپنے پاس سے، پھر تمہاری یہ حالت مردودیت کی ہو جاویگی۔ کہ تم اس سے دعا کروگے اور قبول نہ ہوگی روایت کیا اسکو ترمذی نے۔

حضرت حسنؒ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کسی ختنہ میں بلائے گئے۔ آپنے انکار فرمادیا، کسی نے دریافت کیا آپنے فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں ہم لوگ ختنہ میں نہیں جاتے تھے اور نہ اُسکے لئے بُلائے جاتے تھے۔ روایت کیا اسکو احمدؒ نے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس کام کیلئے لوگوں کو بلانا سنت سے ثابت نہیں اسکے لئے بلانے کو صحابی نے ناپسند فرمایا اور جانے سے انکار کیا اور راز اسمیں یہ ہے کہ بُلانا دلیل ہے اہتمام کی تو

---

[۱] یعنی جس خرچ میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جو شریعت میں جائز ہے [۲] وہ چیز جو شریعت میں جائز ہے ۱۲ [۳] دوبارہ بیان کرنا ۱۲ [۴] یعنی اچھی باتیں بتلاتے رہو۔ [۵] یعنی بُری باتوں سے روکتے رہو۔ ۱۲

شریعت نے جس امر کا اہتمام نہیں کیا اسکا اہتمام کرنا دین میں ایجاد کرنا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابن عمرؓ نے لوگوں کو جب مسجد میں چاشت کی نماز کیلئے مجتمع دیکھا تو براہ انکار اسکو بدعت فرمایا اور اسی بنا پر فقہار نے جماعت نافلہ کو مکروہ کہا ہے۔ اور حضرت حق تعالیٰ اور انبیار اور ملائکہ علیہم السلام کی گستاخی کا مذموم و کفر ہونا محتاج بیان نہیں کون مسلمان اسکا منکر ہے گو بہت سے جاہل شاعر اسمیں مبتلا ہیں نہ ایسے اشعار کا تصنیف کرنا جائز نہ اُنکا پڑھنا اور سننا جائز۔ اسی طرح نماز یا جماعت یا وقت کا ضائع کرنا ظاہر ہے کہ حرام ہے اور جو ذریعہ گناہ کا ہو وہ بھی گناہ ہوتا ہے اسی لئے حدیث شریف میں عشار کے بعد باتیں کرنیکی ممانعت آئی ہے اور اسکی وجہ شراح حدیث نے بھی لکھی ہے کہ اس سے صبح یا تہجد کی نماز میں خلل پڑیگا۔

اسی طرح نمائش اور فخر کا حرام ہونا سب جانتے ہیں اور ذریعہ حرام کا حرام ہی ہوتا ہے حدیث میں ہے کہ جو شخص شہرت کا کپڑا پہنے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکو ذلت کا لباس پہناویں گے اور حدیث میں ہے کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے اور حاضر و ناظر ہونا موقوف ہے علم و قدرت پر سو چونکہ حق تعالیٰ کا علم و قدرت دونوں کامل ہیں اسلئے وہ ہر زمان و مکان میں حاضر و ناظر ہیں یہ اعتقاد حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ یا اور انبیار و اولیار کیساتھ کرنا اگر اس بنا پر ہے کہ آپکے لئے علم و قدرت ذاتی ثابت کرتا ہے جیسا کہ بعض جہلار کا عقیدہ ہے تب تو یہ شرک ہے گو اللہ تعالیٰ سے کم ہی سمجھتا ہو کیونکہ مشرکین عرب بنص قرآنی مشرک ہیں اور یہ بھی قرآن ہی سے ثابت ہے کہ وہ اپنے آلہہ[۱] کو اللہ تعالیٰ کی برابر نہ سمجھتے تھے۔ اور اگر یوں جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اطلاع اور اذن دیتا ہے تو شرک تو نہیں ہے مگر بلاحجۃ شرعیہ گناہ ضرور ہے اسلئے کہ جھوٹ سب جانتے ہیں کہ حرام ہے۔ اور جھوٹ جیسا زبان سے ہوتا ہے دل سے بھی ہوتا ہے۔ مگر اصل میں تو دل ہی میں ہوتا ہے وہاں سے زبان پر آتا ہے حتیٰ کہ بدگمانی کہ محض فعل قلب ہے۔ اسکی نسبت حق تعالیٰ نے اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ[۲]، فرمایا ہے اور اسمیں شرکت درست نہیں

[۱] معبودوں یعنی دیوتاؤں۔ [۲] بلاشبہ بعضے گمان (جو خلاف واقعہ ہوں) گناہ ہوتے ہیں ۱۲

ہوتی اور آجکل اکثر ایسی مجلسیں ہوتی ہیں کہ اُن میں اگر کل اُمور ناجائز نہیں ہوتے تو بعض تو غالباً ضرور ہوتے ہیں اور مجلس کے ناجائز ہونے کیلئے ایک امر ناجائز بھی کافی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

تیسری صورت۔ وہ محفل جسمیں نہ تو پہلی صورت کا اطلاق و بے تکلفی ہو اور نہ دوسری صورت کی طرح اسمیں قیود حرام ہوں، بلکہ قیود ہوں مگر ایسے قیود ہوں جو خود اپنی ذات میں مباح و حلال ہیں یعنی روایات بھی صحیح و معتبر ہوں بیان کرنیوالا بھی ثقہ و دیندار ہو اور محل شہوت نہ ہو۔ مال بھی اسمیں حلال طیب صرف کیا جاوے آرائش و زیبائش بھی حدِ اسراف تک نہ ہو۔ حاضرین محفل کا لباس و وضع موافق شرع کے ہو اور جو اتفاقاً کوئی خلاف شرع ہیئت[۱] سے حاضر ہو جاوے تو بیان کرنیوالا بشرط قدرت امر بالمعروف سے دریغ نہ کرے اسی طرح حسب موقعہ اور ضروری احکام بھی بیان کرتا جاوے، اگر کچھ نظم ہو تو قواعدِ موسیقی سے نہ ہو، مضمون اسکا حدِ شرع سے متجاوز نہ ہو، لوگوں کو بلانے اور اطلاع کرنے میں مبالغہ نہ ہو کسی ضروری عبادت میں اس مجمع میں حاضر ہونے سے خلل نہ پڑے۔ بانی کی نیت بھی خالص ہو، محض اُمید برکت و محبت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسکا باعث ہوا ہو۔ اور اگر صیغہ ندا[۲] کسی کلام میں ہو تو قرائن قویہ سے اعتماد کامل ہو کہ حاضرین میں سے کوئی ایسا کم فہم نہیں ہے جو آپکو حاضر و ناظر و عالم الغیب سمجھے گا۔ اور بھی جمیع منکرات[۳] سے پاک ہو مگر اسمیں یہ امور بھی ہیں شیرینی و قیام و فرش و منبر و بخور و عطر اور مثل اسکے جو اپنی ذات میں خلاف شرع نہیں ہیں۔ یہ وہ محفل ہے جو نہایت احتیاط والوں میں شاذ و نادر پائی جاتی ہو۔ پس ایسی محفل نہ تو پہلی محفل کیطرح علی الاطلاق جائز ہے اور نہ دوسری محفل کی طرح علی الاطلاق ناجائز ہے بلکہ اس کے جائز اور ناجائز ہونے میں تفصیل ہے جو عنقریب معروض ہوتی ہے۔ مگر قبل بیان اس تفصیل کے چند قواعد شرعیہ معروض ہوتے ہیں جو فہم تفصیل[۴] میں معین ہونگے۔

قاعدۂ اوّل۔ کسی امر غیر ضروری کو اپنے عقیدے میں ضروری اور مؤکد سمجھ لینا یا عمل میں

---

[۱] صورت [۲] پکارنے کا کلمہ جیسے یا نبی، یا رسول میں لفظ "یا" ۱۲ [۳] تمام ناجائز باتوں سے [۴] مددگار

اسکی پابندی اصرار کیساتھ اسطرح کرنا کہ فرائض و واجبات کے مثل یا زیادہ اسکا اہتمام ہو اور اسکے ترک کو مذموم[1] و تارک کو قابل ملامت و شناعت[2] جانتا ہو یہ دونوں امر ممنوع ہیں کیونکہ اسمیں حکم شرعی کو توڑ دینا ہے اور تقیید[3] و تعین[4] و تخصیص و التزام[5] و تحدید[6] وغیرہ ---- اسی قاعدہ اور مسئلہ کے عنوانات و تعبیرات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص تجاوز کریگا اللہ تعالیٰ کی حدوں سے پس ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ تم میں سے ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنی نماز میں سے شیطان کا حصہ مقرر نہ کرے وہ یہ کہ نماز کے بعد داہنی طرف سے پھرنے کو ضروری سمجھنے لگے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بسا اوقات بائیں جانب سے بھی پھرتے دیکھا ہے روایت کیا اسکو بخاریؒ و مسلمؒ نے۔

طیبی شارح مشکوٰۃ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ جو شخص کسی امر مستحب پر اصرار کرے اور اسکو عزیمت اور ضروری قرار دے لے اور کبھی رخصت پر یعنی اُسکی دوسری شق مقابل[7] پر عمل نہ کرے تو ایسے شخص سے شیطان اپنا حصہ گمراہ کرنیکا حاصل کر لیتا ہے، پھر ایسے شخص کا تو کیا کہنا ہی جو کسی بدعت یا امر منکر یعنی خلاف شرع عقیدہ یا عمل پر اصرار کرتا ہو۔ صاحب مجمع نے فرمایا ہے کہ اس حدیث سے یہ بات نکلی کہ امر مندوب بھی مکروہ ہو جاتا ہے جب یہ اندیشہ ہو کہ یہ اپنے رتبہ سے بڑھ جاویگا۔ اسی بنا پر فقہاء حنفیہ نے نمازوں میں سورۃ معین کرنے کو مکروہ فرمایا ہے خواہ اعتقاداً پابندی ہو یا عملاً۔ فتح القدیر نے اس تعلیم کی تصریح کر دی ہے۔

اور مسلم میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مت خاص کرو شب جمعہ کو شب بیداری کیساتھ اور شبوں میں سے اور مت خاص کرو یوم جمعہ روزہ کیساتھ اور ایام میں سے ہاں اگر اسکے کسی معمولی روزہ میں جمعہ ہی آپڑے تو وہ اور بات ہے۔

قاعدہ دوم۔ فعل مباح بلکہ مستحب بھی کبھی امر غیر مشروع کے ملجانے سے غیر مشروع و ممنوع ہوجاتا

---

[1] بُرا۔ [2] طعن۔ [3] اور یہی فرق ہے التزام مکروہ اور دوام مستحب میں ۱۲ [4] معین اور مقرر کر لینا [5] معین اور مقرر کر لینا [6] ضروری جاننا [7] حد بندی [8] مقابل صورت

ہے جیسے دعوت میں جانا مستحب بلکہ سنت ہے۔ لیکن وہاں اگر کوئی امر خلاف شرع ہو اس وقت جانا ممنوع ہوجاویگا۔ جیسا احادیث میں آیا ہے اور ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ اسی طرح نفل پڑھنا مستحب ہے مگر اوقات مکروہہ میں ممنوع و گناہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امر مشروع بوجہ اقتران[1] و انضمام[2] غیر مشروع کے غیر مشروع ہوجاتا ہے۔

قاعدۂ سوم۔ چونکہ دوسرے مسلمانوں کو بھی ضرر سے بچانا فرض ہے اسلئے اگر خواص کے کسی غیر ضروری فعل سے عوام کے عقیدے میں خرابی پیدا ہوتی ہو تو وہ فعل خواص کے حق میں بھی مکروہ و ممنوع ہوجاتا ہے۔ خواص کو چاہئے کہ فعل ترک کردیں۔ حدیث شریف میں قصہ آیا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حطیم[3] کو بیت[4] کے اندر داخل فرمانے کا ارادہ کیا مگر اس خیال سے کہ جدید[5] الاسلام لوگوں کے عقیدے میں فتور اور قلوب میں خلجان پیدا ہوگا، اور خود بناء[6] کے اندر داخل ہونا کوئی امر ضروری تھا نہیں، اسلئے آپنے اس قصد کو ملتوی فرمادیا اور تصریحاً یہی وجہ ارشاد فرمائی حالانکہ بناء[7] کے اندر داخل فرمادینا مستحسن تھا۔ مگر ضرر عوام کے اندیشہ سے اس امر مستحسن کو ترک فرمادیا۔ اور ابن ماجہ میں حضرت ابو عبداللہ کا قول ہے کہ اہل میت کو اول روز طعام دینا سنت تھا۔ مگر جب لوگ اسکو رسم سمجھنے لگے پس متروک و ممنوع ہوگیا۔ دیکھئے خواص نے بھی عوام کے دین کی حفاظت کیلئے اسکو ترک کردیا حدیثوں میں سجدۂ شکر کا فعل وارد ہے مگر فقہاء حنفیہ نے حسب قول علامہ شامی اسلئے مکروہ کہا کہ کہیں عوام اسکو سنت[8] مقصودہ نہ سمجھنے لگیں اور عالمگیری میں ہے کہ یہ جو لوگ نمازوں کے بعد سجدہ کیا کرتے ہیں مکروہ ہے اسلئے کہ جاہل لوگ اسکو سنت اور واجب سمجھنے لگیں گے۔ اور جس فعل مباح سے یہ نوبت آجاوے وہ مکروہ ہوجاتا ہے۔ البتہ اگر وہ فعل خود شرعاً ضروری ہے تو اس فعل کو ترک نہ کریں گے۔ اسمیں جو مفاسد پیدا ہوگئے ہیں انکی اصلاح کردی جاویگی۔ مثلاً جنازہ کیساتھ کوئی نوحہ کرنیوالی عورت

---

[1] اقتران ملنا۔ [2] شامل ہوجانا۔ [3] خانہ کعبہ سے ملی ہوئی ایک جگہ ہے، اسکو حطیم کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ یہ جگہ خانہ کعبہ میں داخل تھی، ایکمرتبہ خانہ کعبہ سیلاب سے منہدم ہوگیا، کفار مکہ کے پاس اتنا اثاثہ نہ تھا کہ وہ سارے کو دوبارہ تعمیر کرسکیں انہوں نے اتنے حصہ کو خانہ کعبہ کی تعمیر سے نکالدیا ۱۲ [4] یعنی بیت اللہ ۱۲ [5] نئے اسلام والے [6] یعنی خانہ کعبہ کی تعمیر میں داخل ہونا ضروری نہ تھا [7] تعمیر ۱۲ [8] ایسی سنت جو بذات خود مقصود ہو ۱۲

ہو تو اس امر مکروہ کے اقتران سے جنازہ کے ہمراہ جانا ترک نہ کریں گے خود اس نوحہ کرنیوالی کو منع کریں گے کیونکہ وہ ضروری امر ہے اس عارضی کراہت سے اسکو ترک نہ کیا جاویگا۔ بخلاف قبول دعوت کے کہ وہاں امر مکروہ کے اقتران سے خود دعوت کو ترک کر دیا کیونکہ وہ ضروری امر نہیں علامہ شامی نے ان مسئلوں میں بھی فرق لکھا ہے۔

قاعدۂ چہارم۔ جس امر میں کراہت عارضی ہو اختلاف ازمنہ و امکنہ و اختلاف تجربہ و مشاہدہ اہل فتویٰ سے اسکا حکم مختلف[۱] ہو سکتا ہے یعنی یہ ممکن ہے کہ ایسے امر کو ایک زمانہ میں جائز کہا جاوے اس وقت اسمیں وجہ کراہت کی نہیں تھی اور دوسرے زمانہ میں ناجائز کہدیا جاوے اس وقت علت[۲] کراہت کی پیدا ہو گئی یا ایک مقام پر اجازت دی جاوے، دوسرے ملک میں منع کر دیا جاوے۔ اس فرق مذکور کے سبب یا ایک وقت اور ایک موقعہ پر ایک مفتی جائز کہے اور اسکو اطلاع نہیں کہ عوام نے اسمیں اعتقادی یا عملی خرابی کیا کیا پیدا کر دی ہیں۔ دوسرا مفتی ناجائز کہے کہ اسکو اپنے تجربہ اور مشاہدہ سے عوام کے مبتلا ہونے کا علم ہو گیا ہے تو واقع میں یہ اختلاف ظاہری ہے حقیقی نہیں اور تعارض[۳] صوری[۴] ہے معنوی نہیں۔ حدیث و فقہ میں اسکے بیشمار نظائر مذکور ہیں۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مساجد میں آکر نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی اس وقت فتنہ کا احتمال نہ تھا اور صحابہؓ نے بدلی ہوئی حالت دیکھ کر ممانعت فرما دی اسی طرح امام صاحبؒ و صاحبینؒ کے بہت سے اختلافات اسی قبیل[۵] کے ہیں۔

قاعدۂ پنجم۔ اگر کسی امر خلاف شرع کرنے سے کچھ فائدے اور مصلحتیں بھی ہوں جنکا حاصل کرنا شرعاً ضروری نہ ہو یا اُسکے حاصل کرنے کے اور طریقے بھی ہوں اور ایسے فائدوں کے حاصل کرنیکی نیت سے وہ فعل کیا جاوے یا اُن فائدوں کو مرتب دیکھ کر عوام کو ان سے نہ روکا جائے۔ یہ بھی جائز نہیں۔ نیک نیت سے مباح تو عبادت بن جاتا ہے اور معصیت مباح نہیں ہوتی خواہ اُسمیں ہزار مصلحتیں اور منفعتیں ہوں نہ اسکا ارتکاب جائز نہ اسپر سکوت کرنا جائز۔ اور یہ قاعدہ بہت ہی

[۱] ہلکا۔ [۲] وجہ [۳] مقابلہ [۴] صورت اور ظاہر کے لحاظ سے ۱۲ [۵] قسم ۱۲۔

بدیہی ہے مثلاً اگر کوئی شخص اس نیت سے غصب[1] و ظلم کرے کہ مال جمع کر کے محتاجوں اور مسکینوں کی امداد کریں گے تو ہرگز ہرگز غصب و ظلم جائز نہیں ہو سکتا، خواہ لاکھ فائدے اسپر مرتب ہونیکی امید ہو، جب یہ قواعد و مقدمات سمجھ میں آ گئے تو اب تیسری صورت کے جواز و ناجواز کی تفصیل سننا چاہئے وہ یہ ہے کہ قیود مذکورہ چونکہ فی نفسہ[2] امر مباحہ[3] میں سے ہیں اسلئے انکی ذات میں کوئی خرابی نہیں نہ انکی وجہ سے محفل میں کوئی ذاتی ممانعت لیکن اس مباح سے اگر کوئی فساد و خرابی لازم آنے لگے تو اس وقت ان امور اور اس محفل کو عارض کی وجہ سے ممنوع و ناجائز کہا جاویگا۔ اور اگر کسی قسم کی کوئی خرابی لازم نہ آوے تو وہ امور بھی بحال خود مباح رہیں گے چنانچہ قاعدہ دوم سے یہ حکم واضح ہے اب دیکھنے کے قابل بات یہ ہے کہ آیا ہمارے زمانے میں ان مباحات کی وجہ سے کوئی خرابی لازم آ رہی ہے یا نہیں اگر لازم آتی ہوئی دیکھو اس محفل کو منع سمجھو ورنہ جائز اور یہ امر تجربہ اور مشاہدہ سے بخوبی بلا تردد معلوم ہو سکتا ہے اسمیں کوئی بحث و مباحثہ کی ضرورت نہیں، سو راقم کا جو کئی سال کا تجربہ ہے اُسکی رُو سے عرض کیا جاتا ہے کہ بلا شک بلکہ اکثر بلکہ قریب قریب کُل عوام ان قیود کو موکد و ضروری و لوازم مجلس سے جانتے ہیں اور مثل ضروریات دین کے بلکہ اس سے بدرجہا زائد ان کیساتھ عملدرآمد کرتے ہیں چنانچہ ان کے کرنے میں جسقدر اہتمام ہوتا ہے نماز جمعہ و جماعت میں اسکا عشر عشیر[4] بھی نہیں دیکھا جاتا اور انکے ترک سے جسقدر ناگواری ہوتی ہے فرائض و واجبات کے ترک سے ہرگز ہرگز نہیں ہوتی بلکہ خود ترک کرنا بہت ہی بعید ہے اگر کوئی دوسرا شخص انکار تو درکنار اگر ترک بھی کر دے تو اسپر لعن و طعن حد سے زیادہ ہوتا ہے، کفار و مبتدعین و فساق سے زیادہ اُسکے مخالف و آمادہ ایذا رسانی و بدزبانی ہو جاتے ہیں جب عوام نے اپنے اعتقاد و عمل سے ان امور کی یہاں تک نوبت پہنچا دی کہ فرض و واجب سے بھی زیادہ اُنکی شان بڑھا دی، لاریب[5] اس التزام[6] و اصرار[7] کی وجہ سے یہ امور مکروہ و ممنوع ہو جاویں گے جیسا کہ قاعدہ اول میں ثابت ہو چکا۔ جب یہ امور ممنوع ہوئے تو ان کے ملنے سے وہ محفل بھی غیر مشروع و ممنوع ٹھیرے گی جیسا کہ قاعدہ دوم میں بیان کیا گیا اور گو کسی خاص فہیم[8] شخص کا یہ عقیدہ فاسد نہ ہو اور وہ ان

---

[1] چھیننا۔ [2] بذاتِ خود [3] جائز [4] دسواں حصہ۔ [5] بےشک [6] ضروری جاننا [7] پابندی کرنا
[8] سمجھ دار ۱۲

امور کو موکد[1] نہ سمجھتا ہو اور نہ تارک کو قابل ملامت و لفرت جانتا ہو گو اس وقت میں ایسے لوگ عنقا صفت ہیں لیکن اگر فرضاً کوئی ہو بھی تو غایۃ مافی الباب[2] وہ اپنے فساد عقیدہ وعمل کے گناہ سے بچ گیا مگر اس کے کرنے سے اگر دوسرے فاسد الاعتقاد و فاسد العمل لوگوں کو سہارا لگا اُن کے فعل کو تقویت و تائید پہنچی تو ان کے فعل مکروہ کے ترویج[3] و تائید کے الزام[4] سے یہ شخص کیسے بچ سکیگا جیسا قاعدہ سوم میں مذکور ہو چکا خلاصہ یہ کہ جہاں یہ مفاسد مذکورہ نہ ہونگے گو اسکی توقع عوام کی حالت پر نظر کرنے سے بہت ہی بعید ہے لیکن اگر فرضاً کسی وقت یا کسی موقعہ پر ایسا ہو تو وہاں اجازت دی جاویگی مگر اس اجازت[5] کے فعل میں بھی ضرور ہو گا کہ ان قیود کو جس طرح عقیدۃً غیر موکد[6] سمجھیں اسی طرح اپنے عمل سے بھی انکا موکد نہ ہونا بار بار ظاہر کرتے رہیں مثلاً کبھی شیرینی تقسیم کر دیں کبھی نقد یا غلہ یا کپڑا مساکین کو خفیۃً[7] دیدیں اور کبھی جب گنجائش نہ ہو یا محض حضرت شرعی پر عمل کرنے کیلئے کچھ بھی نہ دیا کریں کبھی اثنا ء بیان فضائل و شمائل نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ میں اگر شوق و وجد غالب ہو جاوے کھڑے ہو جاویں پھر اسمیں کسی خاص موقعہ کے تعین کی کوئی وجہ نہیں جب کیفیت غالب ہو خواہ اول میں یا وسط میں یا آخر میں اور خواہ تمام بیان میں ایکبار یا دوچار بار اور جب یہ غلبہ نہو بیٹھے رہا کریں کبھی باوجود غلبہ کے اسی طرح ضبط کر کے بیٹھے رہیں اور نہ محفل مولد کی تخصیص کریں اور اگر موقعہ پر بھی حضور کے ذکر سے غلبہ و شوق ہو، وہاں بھی گاہ گاہ کھڑے ہو جایا کریں علی ہٰذا القیاس سب قیود مباحہ کیساتھ یہی عمل رکھیں تو اسطرح کی محفل گو سلف صالحین سے منقول نہیں مگر بوجہ مخالف نہو نے قواعد شرعیہ کے ممنوع بھی نہ کہی جاویگی یہ حکم ہے صورت سوم کا باعتبار فتوی کے لیکن مصلحت انتظام دین کا مقتضی یہ ہے کہ اس سے بھی احتیاط رکھیں کیونکہ یہ خود نہ تو ضروریات[8] دین سے ہے نہ کسی ضرورت[9] دینی کا موقوف علیہ ہے اور ایک بار[10] یہی ہیئت اجتماعیہ مباحہ مفضی الی المفاسد[11] ہو بھی چکی ہے جیسا پیش نظر ہے اور جہل روز بروز غالب ہوتا جاتا ہے اسلئے مرتبہ تقوی احتیاط ہی میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

---

[1] ضروری۔ [2] بہت سے بہت۔ [3] ترویج رواج دینا [4] قوت پہنچانا [5] یعنی اس اجازت پر عمل کرنے سے [6] غیر ضروری [7] پوشیدہ طور سے [8] دین کی ضروری چیزوں میں سے [9] یعنی مذہب کی کوئی ضروری چیز اسپر موقوف بھی نہیں ۱۲ [10] یعنی یہ شکل جسمیں یہ تمام باتیں جمع ہیں اکثر نہ خرابیوں کا باعث بن بھی چکی ہے [11] بُرائیوں کیطرف پہنچانیوالی ۱۲۔

اب بعض لوگوں کے کچھ شبہات کا مختصر جواب لکھا جاتا ہے ۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ذکر شریف تو خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے ورنہ ہم تک روایت کیوں پہنچی جواب اسکا یہ ہے کہ جو منقول ہے وہ پہلی صورت ہے اور گفتگو صورت سوم میں ہے ۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ بڑے بڑے علماء مثل سیوطی وابن حجر و علی قاری وغیرہم نے اسکا اثبات کیا ہے جواب یہ ہے کہ اول تو اُسوقت بھی علماء نے اُنکے ساتھ اختلاف کیا تھا اور قطع نظر اس سے یہ کہ ان کے زمانے میں مفاسدِ مذکورہ پیدا نہوئے تھے اُسوقت انہوں نے اثبات کیا اب مفاسد پیدا ہوگئے وہ حضرات بھی اگر اس زمانہ میں ہوتے اور ان مفاسد کو ملاحظہ فرماتے تو خود منع فرماتے اسلئے اب نفی کیجاتی ہے جیسا قاعدہ چہارم میں لکھا گیا ۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ علمائے حرمین اسکے جواز پر اتفاق رکھتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ اول تو اتفاق غیر مسلّم پھر یہ کہ اُنکے فتووں میں قیود مباحہ[لہ] کو فی نفسہا جائز لکھا ہے جس محفل کو جن عقائد و مفاسد کی وجہ سے ہم روک رہے ہیں ان مفاسد کا اظہار سوال میں کرنے کے بعد فتویٰ منگا دو اُسوقت تمہارا یہ شبہ معقول ہوسکتا ہے جب فتویٰ آجاویگا اسوقت جواب ہمارے ذمہ ہوگا ۔

بعض کہتے ہیں کہ کثرت سے علماء جواز کیطرف ہیں جواب یہ ہے کہ اوّل تو کسی نے دنیا بھر کی علماء شماری نہیں کی۔ دوسرے یہ کہ جس خرابی کی وجہ سے ممانعت کیجاتی ہے اُس خرابی کو کونسے علماء کثیر ملکہ قلیل نے جائز کیا ہے، فتویٰ تو استفتا کے تابع ہوتا ہے، مستفتی اپنا عیب کب کھولتا ہے بلکہ ہر طرح اپنی جوشِ اعتقادی و خلوص کو جتلا کر پوچھتا ہے اسکا جواب بجز جواز کے کیا ہوگا سو یہ فتویٰ حرمین یا دیگر علماء کثیر کی تحقیق مذکورہ بالا کو مضر نہیں ہے

بعض کہتے ہیں کہ اس بہانہ سے غریب غرباء کو خیر خیرات پہنچ جاتی ہے یا اس سے اسلام کی شوکت بڑھتی ہے، ناواقف لوگوں کے کان میں کچھ مسائل پڑ جاتے ہیں سو اوّل تو یہ امر مسلّم نہیں، اکثر جگہ امیروں کو حصہ ملتا ہوا اور غریبوں کو دھکے ملتے ہوئے دیکھا جاتا ہے اور ایسے سامانوں سے جسکی خبر بعض اوقات محلہ میں بھی نہیں ہوتی کیا احتشام اسلام کا منظور ہے ۔ اور احکام کا ذکر بھی نہیں آتا۔ اور اگر تسلیم بھی کرلیا جاوے تو خیر خیرات

---

[لہ] یعنی جائز قیود کو لکھا ہے کہ بذات خود تو جائز ہیں لیکن دوسری خرابیوں کی آمیزش کے بعد انکے جائز ہونے میں کلام ہے ۱۲

اور احتشام اسلام و تبلیغ احکام کے جب اور طریقے بھی مشروع ہیں تو غیر مشروع طریقے سے اُسکے حاصل کرنے کی اور اُنکے حاصل کرنے کیلئے ان نامشروع طریقوں کے اختیار کرنیکی شرعاً کب اجازت ہوسکتی ہے۔ جیسا قاعدہ پنجم میں مذکور ہوا، اور بھی شبہات اسکے قریب قریب ہیں جنکا جواب بعد ضبط[1] کر لینے اصول مذکورہ کے ہر عاقل سمجھ سکتا ہے، یہ کلام تھا اس مسئلہ مولد شریف میں جو بہت سلاست اور اختصار اور جامعیت کیساتھ لکھنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی۔ اب اُمید ہے کہ اہل انصاف کو اس مسئلہ میں شبہ نہ رہیگا اور افراط[2] و تفریط سے سب باز آویں گے اور علمائے مصلحین اُمت سے عداوت و بدگمانی اور اُنکی شان میں اہانت و بدزبانی گوارا نہ رکھیں گے اور شب و روز محبت و اتباع سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوشش کریں گے۔[3] اللّٰھم ارزقنا حبک وحب نبیک واتباع سنتہ وتوفنا علی ملتہ واحشرنا فی زمرتہ صلی اللہ علیہ وسلم

# فصلِ دوم

منجملہ ان رسوم کے اولیاء اللہ کا عرس[4] و فاتحہ مروجہ ہے جو کسی وقت میں بمصلحت[5] ایصال ثواب بارواح بزرگاں و استفادۂ برکات اجتماع صلحا شروع ہوا تھا مگر اب اسمیں بھی مثل دیگر امور کے بہت سے مفاسد پیدا ہوگئے چنانچہ عرس میں تو یہ امور ہوگئے

(۱) بعض جگہ تو خوب بازاری عورتوں کا ناچ ہوتا ہے جسکا حرام ہونا ظاہر ہے اور باب اول میں بھی بیان کیا گیا ہے خصوص قبور پر جو جگہ عبرت و تذکرۂ موت و تذکرۂ آخرت کی ہے، پھر خاصکر قبور اولیاء پر جنکو اپنی حیات میں بول[5] و براز سے زیادہ معاصی سے نفرت تھی، ظاہر ہے کہ ایسے مجمع میں جلنا لاریب[6] فسق و معصیت ہے اگر کوئی شخص کہے کہ ہم تو بہ نیت زیارت جاتے ہیں ہم کو ان منکرات[7] سے کیا ضرر۔ جواب یہ ہے کہ اول تو ممکن نہیں کہ مجمع فسق میں جاوے اور ضرر نہو کچھ نہ کچھ میلان معصیت کیطرف یا چشم و گوش کا تلوث[8] ضرور ہی ہو جاتا ہے۔ دوسرے

---

[1] یاد کر لینے اور سمجھ لینے کے بعد۔ [2] افراط زیادتی تفریط کمی ۱۲ [3] اے اللہ ہمیں اپنی محبت اور اپنے نبی کی محبت اور آپکی سنت کی اتباع کی توفیق عطا فرما اور ہمیں آپکے دین پر ہی موت دے اور آپ کی ہی جماعت میں قیامت کے دن اُٹھا صلی اللہ علیہ وسلم [4] یعنی بزرگوں کی روحوں کو ثواب پہنچانے اور نیک بندوں کے اجتماع کی برکتوں سے فائدہ حاصل کرنیکی مصلحت سے شروع ہوا تھا ۱۲ [5] بول پیشاب براز پاخانہ [6] بیشک بلاشبہ ۱۲ [7] منکرات بری باتیں [8] تلوث آلودہ ہونا۔ سَن جاتا ۱۲

یہ کہ زیارت دوسرے وقت بھی ہو سکتی ہے، تیسرے زیارت کچھ فرائض و واجبات سے نہیں، فرض و واجب کے ادا کرنے میں اقتران[1] معصیت پر نظر نہیں کیجاتی ہے اور مباح بلکہ مستحب میں اگر ایسا اتفاق ہو تو خود اس مستحب کو ترک کر دینا واجب ہے جیسا ابھی فصل اول کے قاعدۂ سوم میں ذکر ہو چکا ہے، پھر یہ کہ اسکی حرکت سے دوسروں کو ضرر ہوتا ہے اور اہل معصیت کے فعل کی تائید ہوتی ہے۔ اس وجہ سے بھی اس سے بچنا ضروری ہے جیسا کہ فصل اول کے قاعدہ سوم میں بیان ہو چکا ہے۔

بعض جگہ بازاری عورتیں نہیں ہوتیں اور بجائے انکے قوال معازف و مزامیر ہوتے ہیں، ایسے سماع کے متعلق اس عاجز نے ایک رسالہ حق السماع مفصل طور پر لکھا ہے اسمیں آداب اور شرائط سماع کے اور جو جو اسمیں مفاسد ہو گئے ہیں ان سب کا ذکر بالتفصیل کیا ہے جس سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس زمانہ کے مجالس سماع حسب اقوال ائمہ تصوف ہرگز ہرگز جائز نہیں

(۳) بعض جگہ یہ قصہ بھی نہیں ہوتا صرف معین تاریخ پر اجتماع اور قرآن خوانی و تقسیم طعام یا شیرینی ہوتا ہے اور بس ایسے عرس کو اس زمانہ میں مشروع عرس سمجھتے ہیں مگر اسمیں بھی وہی خرابی اصرار و تعین و التزام مالا یلزم وغیرہا کی یقیناً موجود ہیں جسکی وجہ سے عوام کے عقائد بھی فاسد ہوتے ہیں اور بعض اوقات مہتمم عرس کو انجام دینے کیلئے قرض لینا پڑتا ہے گو سودی ہی کیوں نہ ملے پھر حاضرین عرس کی دست نگری کرتا ہے کہ ان سے نذرانہ وصول ہو تو یہ قرض ادا کیا جاوے بلا ضرورت قرض لینا خاصکر ضروری اور لوگوں کے ہاتھ کو تکنا جسکا منشا حرص و طمع ہے ظاہر ہے کہ شرعاً اور عقلاً سخت مذموم ہے حدیث میں اس دست نگری کی نسبت آیا ہے وما لا فلا تتبعه نفسک یعنی جو چیز تمہارے ہاتھ نہ آوے اپنے جی کو اسکے پیچھے مت ڈالو اور اصرار و التزام وغیرہ کا غیر مشروع ہونا فصل اول کے قاعدہ اول میں ہو چکا ہے جسکی وجہ سے وہ مجلس بھی غیر مشروع ہو جاوے گی جیسا قاعدہ دوم میں بیان ہوا اور اس عذر کا جواب اسی فصل کے آغاز میں ہو چکا ہے کہ کوئی شخص کہنے لگے کہ ہماری نیت تو اچھی ہے ہمکو دوسروں کے عقیدۂ فاسدہ سے کیا بحث ہے البتہ افادہ و استفادہ اہل قبور بطریق مشروع شریعت

---

[1] اقتران مل جانا ۱۲

ہیں مستحسن ہے اسکا طریق یہ ہے کہ گاہ گاہ ان مزارات پر حاضر ہوا کرے اور جو کچھ توفیق ہو پڑھ کر بخشدے اور اپنی موت کو یاد کرے اور اگر صاحب نسبت ہے اور دل چاہے حسب طریقۂ معمولہ اہل تصوف اُن سے استفادۂ برکات کا کرے اور اگر عبادتِ مالیہ کا انکو ثواب بخشنا ہو تو اپنے گھر پر حسب توفیق پکا کر کھلا کر یا نقد و غلہ وغیرہ مساکین کو خفیہ دیکر انکی روح کو ثواب بخشدے نہ تاریخ معین کرنیکی حاجت ہے اور نہ شہرت دینے کی اسی طرح زمانۂ عرس بلکہ غیر عرس میں اولیاء اللہ کے مزارات پر چادریں ڈالتے ہیں جو مکروہ اور اسراف ہے اور عوام کا جو اسمیں اعتقاد ہے وہ تو بالکل شرک ہے پھر غضب یہ کہ اسکی نذر و منت مانی جاتی ہے بعض لوگ دور دراز سے سفر کرکے اپنے بچوں کا چلہ چھٹی وہاں کرتے ہیں، بعضے آسیب اتروانے کیلئے آتے ہیں اور عقائد فاسدہ میں مبتلا ہوتے ہیں، بعضے طواف و سجدہ کرتے ہیں، بعضے وہاں چراغ روشن کرتے ہیں قبریں پختہ کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث سے صاف صاف ان سب امور کا مذموم اور گناہ ہونا ثابت ہے۔ ان سب امور سے توبہ کرو چنانچہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ حکم نہیں فرمایا کہ قبروں کو کپڑے پہنائے جاویں اس سے قبروں پر غلاف ڈالنے کا ناپسند ہونا صاف ظاہر ہے۔ علامہ شامی نے نقل کیا ہے یکرہ الستور علی القبور۔ بعض لوگ دھوکا دینے کیلئے حجت لاتے ہیں کہ دیکھو عورت کے جنازہ پر گہوارہ بنا کر چادر ڈالتے ہیں، گہوارہ بھی قبر کے مشابہ ہے جب یہ جائز ہے وہ بھی جائز ہے، اس تقریر کا لغو ہونا صاف ظاہر ہے۔ اول تو یہ قیاس ہے کہ نص کے مقابلہ میں خود باطل ہے۔ دوسرے قیاس بھی مع الفارق، گہوارہ پر تو پردہ کی غرض سے چادر ڈالتے ہیں قبر جب بند ہو گئی اب پردہ کی کونسی ضرورت رہی۔ یہاں تو محض زیب و زینت و تکلف فضول اور تفریح و رضامندی صاحب مزار مقصود ہے پس اور اسراف رہا جدا اور خود یہ امور جدا جدا ممنوع ہیں اور سب کا جمع ہو جانا اور بھی شدید ہے جب اسکا ممنوع ہونا ثابت ہو گیا اور معصیت کی نذر جائز نہیں بلا شک ایسی نذر باطل ہو گی جبکا ایفا بالکل ناجائز ہے اور وہاں ایسے فضول کاموں کیلئے جانا خود سفر معصیت ہے، بالخصوص عورتوں کا لیجانا جسمیں

ے یعنی اس طریقہ کے بموجب جسپر علماء تصوف کے ہاں عمل ہوتا ہے ملے قبروں پر پردے مکروہ ہیں ۵۳ یعنی صریح حکم کے مقابلہ پر بالکل بے بنیاد باتیں بنانی ناجائز ہیں ۵۴ یعنی ایسی چیز پر قیاس کیا جاوے جس سے کوئی تعلق نہو ۵۵ پورا کرنا ۱۲

علاوہ مفاسد مذکورہ کے انواع الواع کی بے پردگیاں ہوتی ہیں اور حدیث شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کرنا بیت اللہ کا نماز ہے روایت کیا اسکو حاکم نے اس سے معلوم ہوا کہ جسطرح نماز عبادت[۱] متعلقہ بیت اللہ کے ہے اسی طرح طواف بھی۔ پس جسطرح کسی قبر کی طرف نماز پڑھنا سب کے نزدیک گناہ ہے اسی طرح طواف کرنا بھی قبر کا حرام ہے۔ افسوس کہ اس زمانہ میں بعضے لوگ سُنے گئے ہیں کہ وہ قبروں کیطرف نماز بھی پڑھنے لگے۔ شاید وہ شبہ کریں کہ ہمارے نزدیک قبر کیطرف نماز پڑھنا ہی گناہ نہیں پس یہ دلیل ہم پر حجت نہیں ہو سکتی تو جواب یہ ہے کہ قبر کی طرف نماز پڑھنے کا گناہ ہونا تمہاری تسلیم پر موقوف نہیں اسکے حرام و گناہ ہونیکی دلیل شرعی موجود ہے۔ حدیث میں ہے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لعنت کرے اللہ یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ یہ حدیث مطلب مذکور کے اثبات کیلئے کافی ہے اور اسی حدیث سے قبر کو سجدہ کرنیکی حرمت بھی ثابت ہوگئی۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ ہم آپ کو سجدہ کیا کریں، آپ نے سوال کیا کہ اگر تم ہمارے بعد ہماری قبر پر گذرو گے کیا جب بھی سجدہ کرو گے صحابی نے عرض کیا کہ اُسوقت تو نہ کرونگا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کو سجدہ کی اجازت دیتا تو عورت کو اجازت دیتا کہ خاوند کو سجدہ کیا کرے۔ مطلب آپکے جواب کا یہ ہوا کہ جب تم اس بات کو تسلیم کرتے ہو کہ بعد موت کے کوئی مستحق سجدہ کا نہیں ہے تو معلوم ہوا مستحق سجدہ کا حی[۲] ہے سو جو دائم وقیوم و قائم ہے سجدہ اسی کا حق ہے اس سے زندہ مردہ سب کو سجدہ کرنا حرام ٹھیرا۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض لوگ جو زندہ پیروں کو سجدہ کرتے ہیں یہ بھی جائز نہیں اور اگر کسی بزرگ سے قولاً یا فعلاً منقول ہو تو حسن ظن سے اس میں تاویل سُکر و غلبہ حال کیجاویگی جسمیں معذوری ہے اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس سے کہ قبروں پر چراغوں کا سامان کیا جاوے۔ اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی اس سے کہ قبروں کو پختہ بنایا جائے۔ اور اس سے

[۱] ایسی عبادت ہے جسکا تعلق بیت اللہ سے ہے۔ [۲] زندہ ۱۲

کہ اُنپر لکھا جاوے اور اس سے کہ اُنپر کوئی عمارت بنائی جائے۔ روایت کیا اسکو ترمذی نے۔ بعضے لوگ قبروں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں چونکہ مقصود اس سے تقرب و رضامندی اولیاء اللہ کی ہوتی ہے اور اُنکو اپنا حاجت روا سمجھتے ہیں، یہ اعتقاد شرک ہے اور وہ چڑھاوا کھانا بھی جائز نہیں لعموم قولہٖ تعالیٰ وما اھل بہ لغیر اللہ۔ بعض لوگ تاویل کرتے ہیں کہ مقصود اصلی ہمارا مساکین کو دینا ہے چونکہ یہ لوگ جمع رہتے ہیں اسلئے وہاں لیجاتے ہیں، مگر یہ محض حیلہ ہے کیونکہ اگر وہی مساکین اس شخص کو راہ میں ملجاویں اور سوال کریں ہرگز ان کو اس چڑھاوے میں سے ایک ذرّہ بھی نہ دیں۔ اور یہی جواب کہ جہاں کیلئے لائے ہیں وہاں تو ابھی پہنچا ہی نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبور مقصود ہیں مساکین مقصود نہیں، پھر وہاں پہنچکر ویسے بھی تو مساکین کو تقسیم کر سکتے ہیں قبر پر رکھنے کی کیا وجہ۔ بعض لوگ پھولوں کی چادر اور ہار نہایت تکلف بناکر قبروں پر ڈلتے ہیں اور دلیل لاتے ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں پر ایک شاخ کھجور کے دو حصے کرکے گاڑ دیا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوجاویں اُمید ہے کہ ان سے عذاب ہلکا ہوجاوے۔ جواب اسکا یہ ہے کہ اوّل تو بعض لوگوں نے اسکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے کہا ہے اور اگر عام ہی کہا جاوے تب بھی قیاس مع الفارق ہے۔ دو وجہ سے اوّل تو کجا شاخ اور کجا پھولوں کے ہار و چادریں کہ وہاں مقصود محض ایصال اثر ذکر ہے اور یہاں تکلف و آرائش اور تکلف قبور کیساتھ خود ممنوع ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوچکا۔ دوسرے یہ کہ حضورؐ نے اس عمل کو تخفیفِ عذاب کے لئے کیا تھا۔ اگر یہ بھی تخفیفِ عذاب کے لئے کرتے ہیں تو جن حضرات کو کامل اور مقبول جانتے ہیں اور ان میں عذاب کا احتمال بھی انکو ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اُنکی قبروں کیساتھ یہ عمل نہ کرتے بلکہ فاسق و فاجروں کی قبور کیساتھ کرتے۔ حالانکہ معاملہ بالعکس ہے اس سے معلوم ہوا کہ مقصود تخفیف عذاب نہیں بلکہ وہی تقرب اور خوشنودی اولیاء اللہ کی جسکی کوئی دلیل اُنکے پاس نہیں اور نہ وہ ان امور سے خوش ہوتے ہیں اور خوش تو جب ہوتے جب اُن کو کوئی نفع پہنچتا۔ ان تکلفات سے اُنہیں کیا فائدہ اور فاتحہ مروجہ میں یہ امور ہوگئے ہیں۔

(۱) اکثر عوام حضرات اولیاء اللہ کو حاجت روا اور مشکلکشا سمجھ کر اس نیت سے فاتحہ و نیاز

دلاتے ہیں کہ اُن سے ہماری کاربرآری ہوگی۔ مال اور اولاد ہوگی، ہمارا رزق بڑھیگا اور اولاد کی عمر بڑھیگی ہر مسلمان جانتا ہے کہ اسطرح کا عقیدہ صاف شرک ہے تمام قرآن مجید اس عقیدے کے ابطال سے بھرا پڑا ہے، بعض لوگ زبردستی تاویل کرتے ہیں کہ ہم قادر مطلق عالم الغیب حق تعالیٰ ہی کو سمجھتے ہیں مگر ان بزرگوں کا توسل تو جائز اور ثابت ہے۔ جواب یہ ہے کہ توسل کے یہ معنی نہیں کہ ان وسائل کو کارخانۂ تکوین میں دخیل سمجھا جاوے خواہ تو انکو فاعل سمجھیں اسطرح کہ اللہ تعالیٰ نے انکو کارخانے سپرد کر رکھے ہیں اور خواہ یوں سمجھیں کہ فاعل تو اللہ تعالیٰ ہے مگر ان حضرات کے عرض و معروض کرنے سے ضرور ہی اللہ میاں کو کرنا پڑتا ہے ایسا توسل شرکِ محض ہے۔ مشرکین عرب کے عقائد اسی قسم کے تھے وہ بھی اصنام وارواح کو فاعل بالاصالت نہ جانتے تھے اسی طرح کارکن سمجھتے تھے جیسا کہ آیۂ ولئن سألتھم من خلق السمٰوٰت والارض الخ وما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ اسکی شاہد ہے۔ ایک موٹی بات سمجھنے کے قابل ہے کہ کسی شخص سے کسی چیز کی توقع رکھنے کیلئے کئی امر کا جمع ہونا ضروری ہے اول اس شخص کو اسکی حاجت کی اطلاع ہو دوسرے اسکے پاس وہ چیز بھی موجود ہو، تیسرے اسکے دینے کی قدرت بھی ہو، چوتھے اس سے بڑا کوئی روکنے والا نہ ہو پانچویں اُسکے پاس ذرائع اُس چیز کو اس شخص تک پہنچانے کے بھی ہوں۔ اب خیال فرمایئے جو شخص بزرگوں سے اولاد رزق وغیرہ کی توقع رکھتا ہے اُس سے پوچھنا چاہیے کہ اول تو ان اولیاء کو تمہاری حاجت کی اطلاع کیسے ہوئی اور اگر کہو کہ انکو سب کچھ معلوم ہے تو یہ شرک صریح ہے۔ اگر کہیں کہ اللہ تعالیٰ انکو اطلاع کردیتا ہے سو یہ محال تو نہیں مگر ضروری بھی نہیں۔ بلا حجت شرعیہ کسی امر ممکن کے وقوع کا عقیدہ کرنا محض معصیت و کذبِ قلب ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تقف ما لیس لک بہ علم الآیۃ۔

پھر یہ کہ ان کے پاس رزق و اولاد کہاں جمع رکھا ہے جو نعمتیں اُن کے پاس ہیں وہ اور چیزیں ہیں بچے اور روپے کا ڈھیر اُنکے پاس نہیں لگا ہے۔ پھر یہ کہ قدرت کو اگر ذاتی سمجھا جاوے تب تو شرک ہے اور اگر یہ کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو یہ تصرف دیا ہے تو اسکے لئے دلیلِ شرعی کی حاجت ہے اور بدون اسکے یہ اعتقاد بھی باطل و افترا محض ہے بلکہ قرآن و حدیث میں تو لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا اضعاف مضاعف

موجود ہے جس سے دوسروں کو ایسی قدرت کی نفی ہو رہی ہے پھر یہ کہ یہ کسطرح معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ جو احکم الحاکمین ہیں وہ ہرگز اس تصرّف سے نہ روکیں گے جسطرح چاہتے ہیں وہی ہوجاویگا۔ اگر ایسا کوئی سمجھے تو اس نے تمام قرآن کی تکذیب کی، پھر وہ ذرائع دریافت کئے جاویں کہ اولاد اسکو کسطرح دی روپیہ کسطرح اُنکے پاس بھیجا اور اگر ان تمام اشکالات کے جواب میں کوئی یوں کہے کہ وہ لوگ دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ قبول فرما کر ویسا ہی کردیتے ہیں۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ دُعا کیلئے اُن کو اوّل اطلاع کی ضرورت ہے اور اسکی دلیل کوئی نہیں پھر بعد اطلاع کے اسکی دلیل کیا ہے کہ وہ دعا کرہی دیتے ہیں پھر دعا کے بعد اسکی دلیل کیا ہے کہ وہ ضرور ہی قبول ہوجاتی ہے۔ غرض توسل کے یہ معنی نہیں البتہ توسل جو احادیث سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ یا الٰہی فلاں مقبول بندہ کی برکت سے میری فلاں حاجت پوری فرما دیجئے جسطرح حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کے توسل سے بارش کی دعا مانگی ایسا توسل بلاشک جائز ہے اور جسطرح جہلا کا عقیدہ ہے وہ محض شرک ہے، غرض یاد رکھو کہ جن کمالات کا اختصاص حضرت حقتعالی کیساتھ عقلاً و نقلاً ثابت ہے ان کمالات میں کسی دوسرے کا اعتقاد کرنا شرک اعتقادی ہے اور جن معاملات و افعال کا خاص ہونا اللہ تعالیٰ کیساتھ ثابت ہے وہ برتاؤ کسی سے کرنا شرک فی العمل ہے اس قاعدہ کے لحاظ کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ کسی بلا میں مبتلا نہ ہوگا۔

(۲) وہی تخصیصات و تعینات کا ضروری سمجھنا جسکی کراہت کا چند بار ذکر ہوچکا ہے یہاں بھی موجود ہے

(۳) اکثر عوام کی عادت ہے کہ بہت سے طعام میں سے تھوڑا سا کھانا کسی طباق یا خوان میں رکھ کر اسکو روبرو رکھ کر فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں۔ علاوہ مفاسدِ مذکورہ کے یہ امر قابل استفسار ہے کہ جتنا کھانا تم نے پکایا ہے اسکا ثواب بخشنا منظور ہے یا صرف اس طباق ہی کا۔ یہ تو یقیناً کوئی نہ کہیگا کہ صرف اس طباق ہی کا ثواب بخشنا منظور ہے اور عمل اور برتاؤ سے بھی یہ عمل نہیں معلوم ہوتا پس ضرور یہ کہا جاویگا کہ تمام کھانیکا ثواب بخشنا منظور ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ کھانیکا ثواب پہنچانے کیلئے کھانیکا روبرو ہونا ضروری ہے یا نہیں۔ اگر ضروری ہے تو صرف ایک طباق رکھنے سے کیا ہوتا ہے اور اس سے تو تمہارے قاعدہ کے مطابق صرف اس طباق کا ثواب پہنچنا چاہیے باقی تمام کھانا ضائع گیا۔ اور اگر یوں کہو کہ اس چیز کا روبرو ہونا ضروری نہیں تو صرف نیت کافی ہے۔ اور اسی بنا پر تمام طعام کا ثواب پہنچ سکتا ہے۔ تو پھر اس طباق کے

رکھنے کی کیا ضرورت ہوئی اسمیں بھی نیت کافی تھی۔ کیا تو بہ توبہ حق تعالیٰ کو نمونہ دکھلانا ہے کہ دیکھئے اس قسم کا کھانا دیگ میں ہے اسکا ثواب بخشدیجئے۔ غرض اس حرکت کی کوئی معقول وجہ نہیں نکلتی محض رواج کی پابندی ہے اور بس۔ پھر پابندی بھی کیسی کہ اکثر عوام سمجھتے ہیں کہ بدون اس ہیئت خاصہ کے ثواب ہی نہ پہنچیگا۔

(۴) ایک امر قابل دریافت یہ ہے کہ جس چیز کا ثواب بخشنا منظور ہوا گر اسکا روبرو رکھنا ضروری ہے تو کیا وجہ کہ طعام وشیرینی کو تو رکھا جاتا ہے اور اگر روپیہ یا کپڑا یا غلہ وغیرہ ایصال ثواب کیلئے دیا جاوے تو اسمیں اس طریق سے فاتحہ کیوں نہیں پڑھی جاتی اور اگر روبرو رکھنا ضروری نہیں تو اس طعام وشیرینی ہی میں یہ تکلف کیوں کیا جاتا ہے اور اگر طعام وغیر طعام میں کچھ فرق ہے تو دلیل شرعی سے اسکو بیان کرنا چاہئے تو قیامت تک بھی یہ ممکن نہیں۔

(۵) ایک عادت ورواج یہ ہے کہ کھانا کھلانے اور دینے کے قبل بطریق متعارف ثواب بخشتے ہیں سو اسمیں دو امر قابل تحقیق ہیں۔ ایک تو یہ کہ ثواب پہنچانے کی حقیقت کیا ہے سو ظاہر ہے کہ ثواب پہنچانیکی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص نے کوئی نیک کام کیا اور اسپر اسکو کچھ ثواب ملنے کی توقع ہوئی جو کچھ اسکو ثواب ملا اسکو اُس نے اپنی طرف سے دوسرے کو دیدیا۔

دوسرا امر قابل تحقیق یہ ہے کہ ثواب کس چیز کا ملتا ہے آیا نفس طعام کا یا اسکے کھلانے اور دینے کا تو ظاہر ہے کہ خود کھانے کی ذات تو کوئی ثواب کی چیز نہیں جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "ہرگز نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کے پاس قربانی کا گوشت اور نہ اسکا خون لیکن تمہارا تقوی وہاں پہنچتا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ عین کا ثواب نہیں پہنچتا بلکہ عمل کا ہوتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ خود طعام کی ذات کا ثواب نہیں ہوا بلکہ کھلانے پلانے اور دینے کا ہوا کیونکہ وہ عمل ہے جب یہ دونوں امر تحقیق ہوچکے تو اب ہم پوچھتے ہیں کہ جسوقت کھانا پک کر تیار ہوا ہے اور ابھی نہ کسی کو دیا گیا اور نہ کھلایا گیا آیا اسکو ثواب ملا ہے یا نہیں اگر نہیں ملا تو یہ مردہ کو کیا چیز پہنچاتا ہے ابھی خود تو کچھ لے پھر دوسرے کو دے اور اگر ثواب ملا ہے تو کس چیز کا ملا ہے کوئی عمل تو ابھی پایا ہی نہیں گیا پھر کاہے کا ثواب بخشتا ہے۔ غرض یہ حرکت بھی محض بے معنی ہے۔ بلکہ عوام کے طرز عمل سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود ذات طعام کو موجب ثواب سمجھتے ہیں دلیل اسکی یہ ہے کہ بعض نذرونیاز

میں آپ ہی کھا پی لیتے ہیں یا اغنیا و احباب کو کھلا دیتے ہیں جنکے دینے کو کوئی شخص بھی موجب ثواب ہرگز نہیں جان سکتا اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ دینے کھلانے کو موجب ثواب نہیں جانتے۔ ورنہ ایسے لوگوں کو دیا کرتے جنکے دینے کو ثواب جانتے۔ بلکہ خود ذاتِ طعام یا شیرینی میں ثواب سمجھتے ہیں تو یہ خود ایک عقیدۂ فاسدہ ہے اور قرآن کے خلاف جس سے توبہ کرنا واجب ہے اور اگر کوئی کہے کہ ہم طعام کو موجب ثواب نہیں سمجھتے مگر جب ہم نے نیت اطعام کی کرلی تو نیت بھی تو عمل ہے اسلئے ایصال ثواب بمعنی نہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ ہم نے مانا کہ نیت عمل ہے مگر نیت کا ثواب بخشنا چاہتے ہو یا کھلانے دینے کا کیونکہ نیت کا ثواب اور اطعام کا ثواب اور ہے پھر یہ کہ نیت تو قبل کھانا پکانے کے بھی ہوگئی تھی اسوقت کیوں نہیں بخشدیا کرتے۔ غرض اس عادت کی بھی کوئی معقول وجہ نہیں ہے محض رواج کی پابندی ہے اور کچھ بھی نہیں البتہ ایصال ثواب بطریق مشروع نہایت خوبی کی بات ہے اسکا سیدھا طریقہ وہی ہے جو ان مفاسد کے بیان سے ذراقبل مذکور ہوا کہ بلا تعین و بلا پابندی رواج حسب توفیق جو میسر ہو مستحقین کو دیدے اور ثواب بخشدے۔ اس تقریر سے ان سب معمولات کا حکم معلوم ہوگیا۔ گیارھویں میں بھی توشہ وغیرہ پاکہ بلا تقید و بلا تخصیص و بلا فساد عقیدہ تو بلا کلام جائز ہے اور قیود مکروہہ و مفاسد مذکورہ کیساتھ جسطرح کہ غالب رواج ہے بلا تردد ناجائز ہے اور قیود مباحہ کیساتھ جسکو نہ خود ضرر ہو نہ اس کے فعل سے کسی دوسرے کو ضرر ہو خفیہ طور پر اسکو گنجائش دی گئی ہے اسکو بھی چاہئے کہ ان قیود میں گاہ گاہ تغیر و تبدل کردیا کرے تاکہ کہیں اسی کے نفس میں یا شاید دوسرے کے نفس میں کوئی خرابی نہ پیدا ہوجاوے مگر پھر بھی اطلاق کا طریقہ افضل و مسنون ہے کیونکہ اس طریق مباح ہی سے آخر خرابیاں پیدا ہوچکی ہیں تو آئندہ بھی اندیشہ ہی ہے اسلئے مقتضائے انتظام یہی ہے کہ ان قیود سے بالکل احتیاط رکھے اور تجربہ سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ قیود کی پابندی میں اگر ابتدا میں بالفرض خلوص بھی ہو مگر بعد چندے پھر اسکو نباہنے کیلئے کرنا پڑتا ہے اور نیت درست نہیں رہتی۔

## فصل سوم

منجملہ ان رسوم کے شب برات کا حلوہ اور عید کی سویاں اور عاشورہ محرم کا کھچڑا اور شربت وغیرہ ہے

شب برأت میں حدیث سے اسقدر ثابت ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بحکم حقتعالیٰ جنت البقیع میں تشریف لیگئے اور اموات کیلئے استغفار فرمایا اس سے آگے سب ایجاد ہے جسمیں مفاسد کثیرہ پیدا ہوگئے ہیں

(۱) بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کا دندانِ مبارک جب شہید ہوگیا، آپ نے حلوہ نوش فرمایا تھا یہ بالکل موضوع اور غلط قصہ ہے اسکا اعتقاد کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ عقلاً بھی ممکن نہیں اسلئے کہ یہ واقعہ شوال میں ہوا نہ کہ شعبان میں۔

(۲) بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ان دنوں میں ہوئی یہ اُنکی فاتحہ ہے یہ بھی محض بے اصل ہے اور اول تو تعیین تاریخ کی ضرورت نہیں دوسرے خود یہ واقعہ بھی غلط ہے آپ کی شہادت بھی شوال میں ہوئی تھی شعبان میں نہیں ہوئی۔

(۳) بعض لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شب برات وغیرہ میں مُردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کسی نے ہمارے لئے کچھ پکایا یا نہیں، ظاہر ہے کہ ایسا امر خفی بجز دلیل نقلی کے اور کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا اور وہ یہاں ندارد ہے۔

(۴) بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب شب برات سے پہلے کوئی مرجاوے جب تک کہ اُسکے لئے فاتحہ شب برات نہ کیا جاوے وہ مُردوں میں شامل نہیں ہوتا یہ بھی محض تصنیف یاراں اور بالکل لغو ہے بلکہ رواج ہے کہ اگر تہوار سے پہلے کوئی مرجائے تو کنبہ بھر میں پہلا تہوار نہیں ہوتا۔ حدیثوں میں صاف مذکور ہے کہ جب مردہ ہوتا ہے مرتے ہی اپنے جیسے لوگوں میں جا پہنچتا ہے یہ نہیں کہ شب برات تک اٹکا رہتا ہے۔

(۵) حلوے کی ایسی پابندی ہے کہ بدون اسکے سمجھتے ہیں کہ شب برات ہی نہیں ہوئی اس پابندی میں اکثر فسادِ عقیدہ بھی ہوتا ہے کہ اسکو موکد ضروری سمجھنے لگتے ہیں۔ فسادِ عمل میں بھی ہو جاتا ہے، فرائض و واجبات سے زیادہ اسکا اہتمام کرنے لگتے ہیں اور ان دونوں کا معصیت ہونا فصلِ اول میں بالتشریح مذکور ہوچکا ہے۔ ان خرابیوں کے علاوہ تجربہ سے ایک اور خرابی ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ نیت بھی فاسد ہوجاتی ہے ثواب وغیرہ کچھ مقصود نہیں رہتا ہے۔ خیال ہوجاتا ہے کہ اگر اب کے نہ کیا تو لوگ کہینگے کہ خست و ناداری نے گھیر لیا ہے۔ اس الزام کے رفع کرنے کے لئے جس طرح بن پڑتا ہے مرمار کر کرتا ہے

ایسی نیت سے صرف کرنا محض اسراف و تفاخر ہے جسکا گناہ ہونا بارہا مذکور ہو چکا ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اُسکے لئے قرض سودی لینا پڑتا ہے یہ جُدا گناہ ہے۔

(۶) جو لوگ مستحق اعانت ہیں انکو کوئی بھی نہیں دیتا یا ادنیٰ درجہ کا پکا کر ان کو دیا جاتا ہے اکثر اہل ثروت و برادری کے لوگوں کو بطور معاوضہ کے دیتے لیتے ہیں اور نیت اسمیں یہ ہوتی ہے کہ فلاں شخص نے ہمارے یہاں بھیجا ہے اگر ہم نہ بھیجیں گے تو وہ کیا کہے گا غرض اسمیں بھی وہی ریا و تفاخر ہو جاتا ہے۔

(۷) بعض لوگ اس تاریخ میں مسور کی دال ضرور پکاتے ہیں اس تاریخ کی وجہ آجتک نہیں معلوم ہوئی لیکن اسقدر ظاہر ہے کہ غیر موکد کو موکد سمجھنا بلاشک معصیت ہے یہ تو کھانے پکانے میں مفاسد ایجاد کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ آتشبازی کی رسم اس شب میں شائع ہے اسکی نسبت باب اول میں بیان ہو چکا ہے حاجت اعادہ نہیں تیسرے زیادتی اسمیں یہ کیگئی ہے کہ بعض لوگ شب بیداری کیلئے فرائض سے زیادہ اسمیں لوگوں کے جمع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں ہر چند کہ اجتماع سے شب بیداری سہل تو ہو جاتی ہے مگر نفل عبادت کیلئے لوگوں کو ایسے اہتمام سے بلانا اور جمع کرنا یہ خود خلاف شریعت ہے جیسا اسی باب کی فصل اول میں بیان ہو چکا ہے۔ البتہ اتفاقاً کچھ لوگ جمع ہو گئے اسکا مضائقہ نہیں۔

(۸) بعض لوگوں نے اسمیں برتنوں کا بدلنا اور گھر لیپنا اور خود اس شب میں چراغوں کا زیادہ روشن کرنا عادت کر لی ہے یہ بالکل رسم کفار کی نقل ہے اور حدیث تشبہ سے حرام ہے۔ حدیث سے اس زمانہ میں تین امر ثابت ہوئے ہیں انکو بطور مسنون ادا کرنا موجب ثواب و برکات ہے۔ اول پندرھویں شب کو گورستان میں جا کر اموات کیلئے دُعا و استغفار کرنا اور کچھ صدقہ خیرات دیکر بھی اگر مُردوں کو اسکا ثواب بخشدیا جاوے وہی دُعا و استغفار اسکے لئے اصل نکل سکتی ہے کہ مقصود دونوں سے نفع رسانی اموات کی ہے مگر اسمیں کسی بات کا پابند نہ ہو اگر وقت پر کچھ میسر ہو خفیۃً کچھ دے دلادے باقی حدود شرعی سے تجاوز نہ کرے۔ دوم اس شب میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ خلوت میں ہو یا دو چار آدمیوں کیساتھ جنکے جمع کرنے کیلئے کوئی خاص اہتمام نہ کیا گیا ہو۔ سوم پندرھویں تاریخ کو روزہ نفل رکھنا، ان عبادتوں کو مسنون طور پر ادا کرنا نہایت احسن ہے اور عید الفطر میں سوّیاں پکانا فی نفسہٖ مباح ہے مگر لوگوں نے اسمیں خرابیاں

پیدا کرلی ہیں۔

(۱) اسکو ضروری سمجھتے ہیں حتیٰ کہ اگر سوتیاں نہ پکائی جاویں تو گویا عید ہی نہیں ہوئی ایسے التزام واہتمام کا خلاف شرع ہونا اوپر مذکور ہوچکا ہے۔

(۲) اس پابندی کی بدولت یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ اگر پاس خرچ نہ ہو تو قرض لیکر گو سودی ہی ملے ضرور اسکا اہتمام کرتے ہیں۔

(۳) اسکی نسبت ایک موضوع روایت مشہور کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے آٹا پکاکر مڑوڑیاں جمع کرکے سوتیاں پکائی تھیں یہ محض تہمت ہے کہیں ثابت نہیں۔

(۴) اور دینے لینے میں ریا و تفاخر ہونا یہاں بھی موجود ہے اکثر اعزہ و اقارب کے بچوں کو شرم اُتارنے کیلئے دیا جاتا ہے خواہ گنجائش ہو یا نہو، پھر جانب ثانی سے اُسی دن یا اگلی عید بقرعید کو نہایت ضروری سمجھکر اسکا عوض ادا کیا جاتا ہے، جو مصیبت نیوتہ میں تھی وہی یہاں بھی ہے اور اسی طرح سویوں کا طباق جہاں اس نے اسکی بہو کو اور اُس نے اُسکی بہو کو دیا دلایا جسکو ٹھیٹر ابدلائی کہا جاوے تو نہایت زیبا ہے۔ اسی دل لگی میں جانبین پر پورا بار ہوگیا۔

اس تاریخ میں حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف اسقدر ثابت ہے کہ چند خرما نوش فرماکر عید گاہ تشریف لیجاتے تھے اگر رغبت ولذت کیلئے دودھ سویاں وغیرہ بھی اضافہ کرے تو مباح ہے۔ مگر اسکا ایسا پابند نہو جس سے مفاسد[۱] مذکورہ لازم آویں۔ کبھی کبھی ناغہ بھی کردیا کرے گنجائش نہ ہونے کے وقت خواہ مخواہ تردد میں نہ پڑے اور گنجائش کے وقت بھی رسوم کا اتباع نہ کرے۔ بے تکلفی سے جو کچھ ہوجاوے اُسی پر بس کرے۔

عشرۂ محرم میں حدیث سے دو امر ثابت ہیں نویں دسویں تاریخ کا روزہ اور دسویں تاریخ اپنے گھر والوں کے خرچ میں قدرے وسعت کرنا جسکی نسبت وارد ہوا ہے کہ اس سے سال بھر تک روزی میں وسعت رہتی ہے، باقی امور لوگوں کی ایجاد ہیں۔ بعض تو ان میں فی نفسہ[۲] حرام ہیں اور بعض مباح تھے مگر

---

[۱] خرابیاں [۲] خود ہی ۱۲

بوجہ مفاسد ممنوع ہو گئے - اور امور حرام یہ ہیں -

(۱) تعزیہ بنانا جسکی وجہ سے طرح طرح کا فسق و شرک صادر ہوتا ہے ۔بعض جہلاء کا اعتقاد ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ اسمیں حضرت امام حسینؓ رونق افروز ہیں اور اُسکے آگے نذر و نیاز رکھتے ہیں جسکا وما اُھل بہ[۱] لغیر اللہ میں داخل ہو کر کھانا حرام ہے اُسکے آگے دست بستہ تعظیم کو کھڑے ہوتے ہیں اسکی طرف پشت نہیں کرتے اور اسی قسم کے واہی تباہی معاملات کرتے ہیں جو صریح شرک ہیں - ان معاملات کے اعتبار سے تعزیہ اس آیت کے مضمون میں داخل ہے ۔ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْن - یعنی کیا ایسی چیز کو پوجتے ہو جسکو خود تراشتے ہو - اور طرفہ ماجرا یہ ہے کہ یا تو اُسکی یہ تعظیم و تکریم ہو رہی تھی اور یا دفعتہً اسکو لیجا کر جنگل میں لیجا کر پھوڑ برابر کیا ، معلوم نہیں آج وہ ایسا بیقدر کیوں ہو گیا - واقعی جو امر خلاف شرع ہوتا ہے وہ عقل کے بھی خلاف ہوتا ہے -

بعضے نادان یوں کہتے ہیں کہ صاحب جب اسکو حضرت امام عالی مقام کیساتھ نسبت ہو گئی اور اُن کے نام لگ گیا اسلئے قابلِ تعظیم ہو گیا ۔جواب اسکا یہ ہے کہ نسبت کی تعظیم ہونے میں کوئی کلام نہیں مگر جبکہ نسبت واقعی ہو مثلاً حضرت امام حسینؓ کا کوئی لباس ہو یا اور کوئی انکا تبرک ہو ، ہمارے نزدیک بھی وہ قابلِ تعظیم ہیں اور جو نسبت اپنی طرف سے تراشی ہوئی ہو وہ ہرگز اسبابِ تعظیم سے نہیں - ورنہ کل کو کوئی خود امام حسین ہونے کا دعویٰ کرنے لگے تو چاہئے کہ اُسکی اور زیادہ تعظیم کرنے لگو حالانکہ بالیقین اُسکو گستاخ و بے ادب قرار دیکر اسکی سخت توہین کے درپے ہو جاؤ گے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ نسبت کاذبہ[۲] سے وہ شے معظم نہیں ہوتی بلکہ اس کذب کی وجہ سے زیادہ اہانت کے قابل ہوتی ہے - اس بنا پر انصاف کر لو کہ تعزیہ تعظیم کے قابل ہے یا اہانت کے -

(۲) معازف[۳] و مزامیر[۴] کا بجانا جسکی نسبت حدیث میں صاف صاف مذکور ہے اور باب اول میں وہ حدیثیں لکھی گئی ہیں - اور قطع نظر خلاف شرع ہونے کے عقل کے بھی تو خلاف ہے کیونکہ معازف و مزامیر

---

[۱] جسپر غیر اللہ کا نام لیا جائے [۲] نسبت کاذبہ یعنی جھوٹی نسبت، معظم ، بزرگ ، اور قابل تعظیم یعنی جھوٹی نسبت سے وہ چیز قابلِ تعظیم نہیں ہوتی ۔۱۲ [۳] باجے تاشے وغیرہ آلات لہو و لعب [۴] منہ سے بجانے کے باجے جیسے نفیری یا بنسی وغیرہ ۱۲

تو آلات سرورہیں سامان غم میں اس کے کیا معنی یہ تو درپردہ خوشی منانا ہے۔ مصرعہ
برہ چنیں دعوائے الفت آفریں۔

(۳) مجمع فساق و فجار کا جمع ہونا جس میں وہ فحش واقعات ہوتے ہیں کہ ناگفتہ بہ ہیں۔

(۴) نوحہ کرنا جسکے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ لعنت فرمائی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والے اور اسکی طرف کان لگانے والے کو۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے

(۵) مرثیہ پڑھنا جسکی نسبت حدیث میں صاف ممانعت آئی ہے ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا

(۶) اکثر موضوع روایات پڑھنا جسکی نسبت احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

(۷) اُن ایام میں قصداً زینت ترک کرنا جسکو سوگ کہتے ہیں اور حکم اسکا شریعت میں یہ ہے کہ عورت کو صرف خاوند پر چار ماہ دس دن یا وضع حمل تک واجب ہے اور دوسرے عزیزوں کے مرنے پر تین دن جائز ہے۔ باقی حرام۔ سو اب تیرہ سو سال کے بعد یہ عمل کرنا بلاشک حرام ہے۔

(۸) کسی خاص لباس یا کسی خاص رنگ سے اظہار غم کرنا ابن ماجہ میں حضرت عمران بن حصین سے ایک قصے میں منقول ہے کہ ایک جنازہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ غم میں چادر اتار کر صرف کرتا پہنے ہیں یہ وہاں غم کی اصطلاح تھی آپ نہایت ہی ناخوش ہوئے اور فرمایا کیا جاہلیت کے کام کرتے ہو یا جاہلیت کی رسم کی مشابہت کرتے ہو۔ میرا تو یہ ارادہ ہو گیا تھا کہ تمپر ایسی بددعا دوں کہ تمہاری صورتیں مسخ ہو جائیں پس فوراً ان لوگوں نے اپنی چادریں لے لیں اور پھر کبھی ایسا نہیں کیا اس سے

ؔ خوشی کے آلات او سامان ۱۲۔ ؔ محبت کے ایسے دعوے پر تعریف ۱۲ ؔ وعید دھمکی۔ یعنی عذاب کی اطلاع۔ ۱۲۔ ؔ گھڑی ہوئی روایتیں۔ ۱۲

ثابت ہوا کہ کوئی خاص وضع و ہیئت اظہار غم کے لئے بنانا حرام ہے۔

(۹) بعض لوگ اپنے بچوں کو امام حسینؓ کا فقیر بناتے ہیں اور ان سے بعضے بھیک بھی منگواتے ہیں اس میں اعتقادی فساد تو یہ ہے کہ اس عمل کو طولِ حیاتؔ میں مؤثر جانتے ہیں یہ صریح شرک ہے کہ بھیک مانگنا بلا اضطرارؔ حرام ہے۔

(۱۰) حضرات اہل بیتؔ کی اہانت پر سر بازار کرتے ہیں۔ اگر ایام غدرؔ کے واقعات جس میں کسی خاندان کی عورتوں کا ہتک ہوا ہو اس طرح علی الاعلان گائے جاویں اس خاندان کے مردوں کو کسقدر غیظ و غضب آئے گا پھر سخت افسوس ہے کہ حضرات اہل بیت کے حالات اعلان کرنے میں غیرت بھی نہ آئے اور اس طرح کے بہت سے امور قبیحہؔ ہیں جو ان دنوں میں کئے جاتے ہیں انکا اختیار کرنا اور ایسے مجمع میں جانا سب حرام ہے اور یہی تمام فضیحتیں پھر چہلم کو دھرایا جاتا ہے۔ اور بعضؔ امور فی نفسہؔ مباح تھے مگر بوجہ فساد عقیدہ یا عمل کے وہ بھی ممنوع ہو گئے۔

(۱۱) کھچڑا یا اور کچھ کھانا پکا کر احباب یا مساکین کو دینا اور اسکا ثواب حضرت امامؓ کو بخش دینا اسکی اصل وہی حدیث ہے کہ جو شخص اس دن میں اپنے عیال پر وسعت دے اللہ تعالیٰ سال بھر تک اس پر وسعت فرماتے ہیں وسعت کی یہ بھی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ بہت سے کھانے پکائے جاویں خواہ جدا جدا یا ملا کر کھچڑے میں کئی جنس مختلف ہوتی ہیں اس لئے وہ اس وسعت میں داخل ہو سکتا تھا۔ چنانچہ در مختار میں ہے فلا بأس بالمعتاد خلطا و بوجہ حب اہل و عیال کو دیا کچھ غریب غربا کو بھی دیدیا حضرت امامینؓ کو بھی ثواب بخش دیا مگر چونکہ لوگوں نے اس میں طرح طرح کے رسوم کی پابندی کر لی ہے گویا خود اسکو

---

۱؎ عمر کی زیادتی ۱۲۔ ۲؎ انتہائی مجبوری۔ ۱۲۔ ۳؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے مراد ہوتے ہیں۔ ۱۲۔ ۴؎ غدر کے زمانے۔ ۱۲ ۵؎ بری باتیں۔ امور باتیں اور قبیحہ بری۔ ۶؎ یعنی کچھ باتیں بذات خود جائز تھیں لیکن عمل یا عقیدہ کی خرابی کے باعث وہ بھی منع ہو گئیں۔ ۷؎ فی نفسہ بذات خود۔ مباح یعنی جائز

ایک تہوار قرار دیدیا ہے اس لئے رسم کے طور پر کرنے سے ممانعت کی جائیگی بلا پابندی اگر اس روز کچھ فراخی خرچ میں کھانے پینے میں کردے تو مضائقہ نہیں۔

(۱۲) شربت پلانا یہ بھی اپنی ذات میں مباح تھا کیونکہ جب پانی پلانے میں ثواب ہے تو شربت پلانے میں کیا حرج تھا مگر وہی رسم کی پابندی اس میں بھی ہے اور اس کے علاوہ اس میں اہل رفض کے ساتھ تشبہ بھی ہے اس لئے یہ بھی قابل ترک ہے تیسرے اس میں ایک مضمر[1] خرابی ہے وہ یہ کہ شربت اس مناسبت سے تجویز کیا گیا ہے کہ حضرات شہدائے کربلا پیاسے شہید ہوئے تھے اور شربت مسکن[2] عطش ہے اس لئے اسکو تجویز کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے عقیدہ میں عین[3] شربت پہونچتا ہے جسکا باطل اور خلاف قرآن مجید ہونا فصل دوم میں مذکور ہو چکا ہے اور اگر پلانے کا ثواب پہنچتا ہے تو ثواب ثواب سب یکساں ہے کیا صرف شربت دینے کو ثواب میں تسکین[4] عطش کا خاصہ ہے پھر یہ بھی اس سے لازم آتا ہے کہ ان کے زعم[5] میں اب تک شہدائے کربلا نعوذ باللہ پیاسے ہیں یہ کسقدر سخت بے ادبی ہے۔ ان مفاسد[6] کی وجہ سے اس سے بھی احتیاط لازم ہے۔

(۱۳) شہادت کا قصہ بھی بیان کرنا یہ بھی فی نفسہ[7] چند روزہ زندگی کا ذکر کر دینا ہے اگر صحیح ہوں تو روایات کا بیان کر دینا فی ذاتہ[8] جائز ہوا۔ مگر اس میں یہ خرابیاں عارض ہوگئیں

(۱) مقصود اس بیان سے ہیجان اور جلب[9] غم اور گریہ وزاری کا ہوتا ہے اس میں صریح مقابلہ شریعت مطہرہ کا ہے۔ کیونکہ شریعت میں ترغیب صبر و تعزیت[10] سے یہ ہی مقصود ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ مزاحمت[11] شریعت کی سخت معصیت اور حرام ہے اس لئے گریہ وزاری کو

[1] پوشیدہ۔ [2] مسکن بجھانے والا عطش پیاس۔ مسکن عطش یعنی پیاس بجھانے والا۔ ۱۲ [3] یعنی خود شربت بلا تبدیلی کے۔ ۱۲ [4] تسکین بجھانا۔ عطش پیاس۔ [5] خیال۔ [6] خرابیوں۔ [7] اپنی ذات میں۔ ۱۲ [8] اپنی ذات میں یعنی بذات خود۔ [9] غم کا پیدا کرنا۔ ۱۲ [10] صبر دلانا۔ [11] مقابلہ۔

بھی قصداً یاد کر کے لانا جائز نہیں البتہ غلبۂ غم سے اگر آنسو آجائیں تو اس میں گناہ نہیں
(۲) لوگوں کو اس کے لئے بلایا جاتا ہے اور ایسے امور کے لئے تداعی[1] و اہتمام خود ممنوع ہے۔
(۳) اس میں مشابہت اہل رفض کے ساتھ بھی ہے۔ ایسی مجلس کا منعقد کرنا اور اس میں شرکت کرنا سب ممنوع ہے چنانچہ مطالب المؤمنین میں صاف منع لکھا ہے اور قواعد شرعیہ بھی اس کے شاہد ہیں اور یہ تو اس مجلس کا ذکر ہے جس میں کوئی مضمون خلاف نہ ہو اور نہ وہاں نوحہ و ماتم ہو اور جس میں مضامین بھی غلط ہوں یا بزرگوں کی توہین ہو یا نوحہ حرام ہو جیسا کہ غالب[2] اس وقت میں ایسا ہی ہے تو اسکا حرام ہونا تو ظاہری ہے اور اس سے بدتر خود شیعہ کے مجلس میں جاکر شریک ہونا ہے بیان سننے کے لئے یا ایک پیالہ فیرینی اور دو نان کے لئے۔

# فصل چہارم

منجملہ ان رسوم کے وہ رسوم ہیں جو کسی کے مرنے میں برتی جاتی ہیں

اول تجہیز یا تکفین یا نماز جنازہ میں اس وجہ سے دیر کرتے ہیں کہ فلاں عزیز شریک ہو جائے یا جمعہ میں زیادہ مجمع ہوگا وہاں نماز ہونا زیادہ اچھا ہے۔ سو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ بالکل شریعت کے خلاف ہے حدیث میں صاف حکم ہے کہ جنازہ میں ہرگز دیر مت کرو فقہائے بعض وقتی نمازوں سے اسکو مقدم رکھا ہے اور اگر رکھنے پہنچنے میں دیر لگائی جاوے تو وہ اور بھی زیادہ برا ہے۔

دوم بعض لوگ جنازہ کے ساتھ کچھ اناج و پیسے وغیرہ لیجاتے ہیں اور اسکو وہاں خیرات کر دیتے ہیں سو چونکہ یہ فعل[1] بالیقین[3] ناموری کے واسطے کیا جاتا ہے اس لئے خلاف شرع

---

[1] کثر۔ [1] کام۔ [3] یقینی طور پر۔ ۱۲

ہے اور اکثر اس مقام پر غیر مستحقین زیادہ جمع ہوجاتے ہیں اس لئے اولیٰ یہ ہے کہ جو کچھ دینا ہو اپنے گھر پر خفیہ[۱] مستحقین کو سوچ سمجھکر دیں اور وہ بھی مشترک ترکہ سے نہ ہو جیسا آئندہ آتا ہے۔

سوم اکثر کفن کے ساتھ جانماز اور اوپر کے ڈالنے کا چادر بھی ترکہ میت سے خریدا جاتا ہے سو چونکہ یہ دونوں چیزیں کفن مسنون سے خارج ہیں اس لئے ترکہ میں سے جو کہ سب ورثہ میں مشترک ہے اور ممکن ہے کہ ان میں بعض نابالغ رہے ہوں یا بعض یہاں حاضر نہوں اسکا خریدنا انکے مال میں ناجائز تصرف کرنا ہے۔ اول تو ان چیزوں کی حاجت نہیں بلکہ اسکی پابندی التزام[۲] مالایلزم ہے اور اگر بلا پابندی کسی مصلحت[۳] اسکو رکھا جاوے تو کوئی شخص بار خاص اپنے مال سے خریدے تو مضائقہ نہیں۔ البتہ عورتوں کے جنازہ پر پردہ کے لئے ضروری ہے اسوجہ سے ترکہ سے خریدنا بھی جائز ہے۔

چہارم رسم ہے کہ مردہ کے مرتے ہی اسکے کپڑے[۴] نکالکر حاجتمندوں کو دیتے ہیں اس میں بھی وہی خرابی ہے جو امر سوم میں ذکر کی گئی تاوقتیکہ ترکہ تقسیم نہ ہوجائے ہرگز اس میں ایسے تصرفات نہ کریں یا البتہ اگر سب وارث بالغ اور وہاں موجود ہوں اور بطیب[۵] خاطر سب متفق ہوکر دیدیں تو تقسیم کی حاجت نہیں بلا تقسیم بھی جائز ہوگا۔

پنجم اکثر تیسرے روز مردہ کے مکان پر یا اسکے محلہ کی مسجد میں برادری کے لوگ اور مساکین وغیرہ جمع ہوکر قرآن مجید اور کلمہ طیبہ ختم کرکے مردہ کو بخشتے ہیں اور کہیں کھانا اور کہیں نقد اور کہیں نخود بریاں[۶] پڑھنے والوں کو تقسیم ہوتے ہیں اور جلسہ برخاست ہونیکے قبل جس جس کا دل چاہے کچھ متفرق رکوع کچھ معین سورتیں آواز بلند پڑھکر جس کو پنج آیتہ کہتے ہیں دعا کرکے ختم کردیتے ہیں۔ یہ عمل بظاہر تو بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے مگر اسکی

---

[۱] پوشیدہ۔ [۲] غیر ضروری کو ضروری قرار دے لینا۔ [۳] سبب خوشی۔ خاطر دل۔ بطیب خاطر خوشدلی سے۔ [۴] بھنے ہوئے چنے۔ ۱۲

اندرونی حالت دیکھنے کے قابل ہے۔ تجربہ و مشاہدہ سے یہ امر درجۂ یقین کو پہنچ گیا ہے کہ دوست آشنا اور برادری کے لوگ تو محض رفع شکایت کی غرض سے آتے ہیں ایصال ثواب ہرگز مقصود نہیں حتیٰ کہ اگر کوئی عزیز اپنے گھر بیٹھکر پورا قرآن ختم کرکے بخشدے تو اہل میت ہرگز راضی نہ ہوں اور شکایت انکی رفع نہ ہو اور یہاں حاضر ہوکر یوں ہی تھوڑی دیر بیٹھکر اور کوئی بہانہ حیلہ کرکے چلا جاوے تو شکایت سے بچ جاوے گا اور بار بار بیان ہوچکا ہے کہ جو عمل ایسے فاسد اغراض سے ہوتا ہے اسکا کچھ ثواب نہیں ملتا جب اسکو ثواب نہ ملا مردے کو کیا دے گا۔ رہ گئے مساکین انکو اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ وہاں جاکر صرف پڑھنا پڑے گا ملے ملاویگا کچھ نہیں ہرگز ایک بھی نہ آئے سوال کا آنا محض اس توقع سے ہوتا ہے کہ کچھ ملے گا جب انکو عوض دنیوی مقصود ہوگیا انکا پڑھنا بھی خالصاً للہ نہ رہا اسلئے اسکا ثواب بھی نہ ملیگا پھر مردہ کو کیا بخشینگے۔ غرض یہ ساری شفقت اور سامان سب رائیگاں ہے بلکہ قرآن خوانی کو جو ان لوگوں نے ذریعہ جاہ و مال کا بنایا اسکا گناہ سر پر الگ رہا اور جسطرح قرآن کا عوض لینا جائز نہیں اسی طرح دینا بھی جائز نہیں اس بنا پر یہ نخود و طعام تقسیم کرنے والا بھی اس الزام سے بری نہ رہا اور التزام[1] و تعیین[2] کی کراہت ان سب کے علاوہ ہے اور بعض موقعوں پر پھول وغیرہ بھی تقسیم ہوتے ہیں یہ سامان تشبہ بالکفار[3] ہے۔ اسی طرح پنج آیت میں بھی ہر شخص اپنی قرأت کا اظہار کرتا ہے اور ریا کا معصیت ہونا ظاہر ہے۔ پھر وہی التزام اور تعیین کا قصہ اس میں بھی ہے۔

ششم اکثر جگہ دستور ہے کہ کچھ معین تاریخوں میں یا انکے قریب آگے پیچھے کچھ کھانا پکا کر برادری میں تقسیم ہوتا ہے اور کچھ مساکین کو کھلاتے ہیں اور اسکا ثواب مردہ کو بخشتے ہیں۔ اس میں بھی وہی قصہ ریا و تفاخر کا موجود ہے اور پھر تعیین اور اتباع رسم[4] کی وجہ سے اسکی

---

[1] التزام سے مراد ہے غیر لازم کو لازم مان لینا۔ [2] تعیین سے مراد ہے غیر مقرر کو اپنی طرف سے مقرر کر لینا

[3] کافروں کی مشابہت ۱۲۔ [4] رسم کی پیروی ۱۲

ایسی پابندی ہے کہ بعض اوقات قرض لیکر کرتے ہیں اور اگر کوئی انسے کہے کہ جتنے دام اس میں صرف کرتے ہو وہ دام خفیہ طور پر دیدو تو یہ ہرگز گوارہ نہ ہو اور یہ ہی خیال کریں کہ واہ اسقدر خرچ بھی کیا اور کسی کو اطلاع بھی نہ ہوئی اور اکثر ترکہ مشترکہ میں سے یہ رسوم ادا کئے جاتے ہیں جسکا ممنوع ہونا ابھی بیان ہو چکا ہے اس کے علاوہ اس میں برادری کا کیا حق ہے۔ غیر مستحقین کو دینا یہ بھی اضاعت[1] مال ہے جسکی ممانعت حدیث و قرآن میں موجود ہے۔ اسقدر مفاسد[2] اس تقسیم طعام میں مجتمع ہیں اس لئے یہ بھی واجب الترک[3] ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ پھر ایصال ثواب کس طرح کریں جواب یہ ہے کہ جس طرح سلف صالحین کرتے تھے بلا تقلید و تخصیص اپنی ہمت کے موافق حلال مال سے مساکین کی خفیہ مدد کریں اور جو کچھ توفیق ہو بطور خود قرآن وغیرہ ختم کرکے اسکو پہونچا دیں یا قبرستان میں قبل دفن جو فضول اور خرافات میں وقت گذار دیتے ہیں اُسوقت کچھ کلمہ کلام پڑھتے رہا کریں بلکہ یہ وقت مردہ کی زیادہ دستگیری کے قابل ہے اور حدیث میں بھی ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کو دفن کرکے کچھ تسبیح وغیرہ پڑھیں جس سے ان کو ضیق قبر[4] سے نجات ہوئی غرض ایصال ثواب سے کوئی منع نہیں کرتا البتہ منکرات و مکروہات سے منع کرتے ہیں جن سے ثواب بھی نصیب نہیں ہوتا اور مال بھی برباد ہوتا ہے۔

ہفتم میت کے گھر عورتیں کئی کئی بار جمع ہوتی ہیں اور وہاں پان چھالیاں اور کھانا کھاتی ہیں سو اس میں کئی امر مکروہ جمع ہیں اول تو کئی کئی بار تعزیت کرنا جسکو در مختار میں بتصریح ممنوع لکھا ہے اور عقل میں بھی تو یہ بات آتی ہے کہ بار بار غم کا یاد دلانا ایک نامعقول حرکت ہے تعزیت کی برکت تو یہ ہے کہ یاد شدہ غم کو بھلا دیا جائے نہ یہ کہ بھولے ہوئے غم کو یاد دلایا جائے۔ پھر یہ کہ جو تعزیت کے معنی ہیں کہ اہل میت کو تسلی دیں ان کو صبر کی فہمائش کریں اسکا تو

---

[1] مال ضائع کرنا۔ [2] خرابیاں۔ [3] یعنی اس کا چھوڑ دینا ضروری ہے۔ ۱۲
[4] قبر کی تنگی

کہیں پتہ بھی نہیں ہوتا بعض تو اس قصہ کو زبان تک بھی نہیں لاتے آکر مجمع میں بیٹھ گئے اور غیبتیں شکایتیں جہان بھر کی شروع ہوتی ہیں ذرا کوئی پوچھے تو کہ تمہاری تشریف آوری سے کیا فائدہ ہوا بس ایک الزام اتارنا ہے اور کچھ بھی نہیں بعض جو دردمند ہیں وہ عقلمند بجائے اس کے کہ صبر دلاتے اور الٹا صاحب خانہ کے گلے لگ کر رونا پیٹنا شروع کر دیتے ہیں اس میں بڑی محبت ظاہر ہوتی ہے۔ استغفر اللہ نوحہ اور چلانے کا جو گناہ ہے وہ تو الگ رہا خود عقل کے بھی خلاف ہے ہمدردی کے معنیٰ تو یہ ہیں کہ اہل میت کے دل کو تھاما جاوے نہ کہ اور زیادہ برانگیختہ کیا جاوے غرض یہ بھی تعزیت نہ ہوئی تو عورتوں کا آنا محض بیکار ٹھہرا اور ان کے جمع ہونے میں اور بھی بہت سی خرابیاں ہیں جو تجربہ سے معلوم ہوتی ہیں اور باب دوم میں کسیقدر اس جمعیت نامبارک کا بیان بھی ہو چکا ہے۔ دوسرے میت کے گھر آکر اپنی مہمانداری کرانا ان سے پان چھالیا لینا خود ایک امر مذموم ہے۔ چنانچہ کتب فقہ میں تصریح موجود ہے البتہ جو دور کا مہمان ہو اور تعزیت کے لئے آیا ہو اس کیلئے جائز ہے چنانچہ درمختار کتاب الوصیت میں مذکور ہے غرض یہ کہ اہل میت پر اس قسم کا بار ڈالنا اور اُن کو تکلیف پہونچانا بالکل خلاف شرع اور نہایت ہی بیدردی کی دلیل ہے ہمارے اطراف میں ایسا برابر دستور ہے کہ مدتوں میت کے گھر گاڑیوں کی چڑھائی رہتی ہے گھر والا گھاس دانہ دیتے دیتے اور ان مہمانوں کی خاطرداری کرتے تنگ ہو جاتا ہے۔ حدیث میں بالتصریح میزبان کو تنگ کرنے کی حرمت وارد ہے اور غضب در غضب یہ ہے کہ بیوہ عورت کو ایک بار تو بعد موت شوہر میں اس طرح تنگ کیا تھا کہ ابھی وہ اس بار سے ہلکی نہ ہونے پائی تھی کہ انقضائے[1] عدت کے وقت پھر وہی فوج کشی ہوتی ہے گویا عدت کوئی تنگ کوٹھری ہے کہ اس میں سے نکالنے کے واسطے مجمع عظیم[2] کی ضرورت ہے کہ کوئی ہاتھ پکڑے گا کوئی پاؤں پکڑے گا اور سب ملکر اس سے نکالیں گے

---

[1] عدت ختم ہونے۔ [2] بڑے مجمع

نعوذ باللہ۔ تیسرے یہ خرابی ہے کہ ان تمام نزدیک و دور کے مہمانوں کا خرچ گھر و بلا ترکہ مشترکہ میں سے لٹاتا ہے یہ بھی صریح ظلم اور حق تلفی دوسرے ورثہ کی ہے جسکو مہمان داری کرنا ہو اپنے حصہ میں سے کرے دوسروں کے مال میں سے تصرف کرنا بلا اذن[1] معتبر شرعی بالکل حرام ہے اور یہ عذر کرنا کہ میرا حصہ ان مصارف کے لئے کافی نہیں بالکل لچر ہے اگر یہ سب حصے بھی کافی نہ ہوں تو کیا پڑوسیوں کی چوری بھی حلال ہو جاوے گی غرض یہ قافلہ مہمانوں کا اس گناہ کا بھی باعث ہوتا ہے اس لئے یہ مناسب ہے کہ جو مرد و عورت پاس کے ہیں وہ کھڑے آویں اور تعزیت کر کے چلے جاویں پھر دوبارہ آنے کی ضرورت نہیں اور کوئی تاریخ معین کرنے کی حاجت نہیں جب جسکو فرصت ہو ہو جایا کرے اور جو دور کے ہیں اگر سمجھیں کہ بدون ہمارے گئے ہوئے اہل مصیبت کو ہرگز صبر نہ آوے گا تو اس مصلحت اور ضرورت سے آویں تو مضائقہ نہیں ورنہ خط سے تعزیت ادا کریں کہ یہ بھی سنت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت معاذ بن جبل رضؓ کو ان کے بیٹے کے مرنے میں خط ہی سے تعزیت فرمائی تھی۔

ہشتم دستور ہے کہ اہل میت کے لئے اول روز کسی عزیز و قریب کے گھر سے کھانا آتا ہے یہ فعل فی نفسہ جائز بلکہ مسنون[2] اور قرین مصلحت ہے مگر اس میں چند مفاسد پیدا ہو گئے ہیں ان کی اصلاح واجب ہے اول اس میں ادلا بدلا ہونے لگا ہے۔ کہ انھوں نے ہمارے یہاں دیا تھا ہم ان کے گھر دیں یہ کوئی تجارت نہیں محض غمزدوں کی دستگیری ہے اس میں غضب یہ ہے کہ قرض چلنے لگا۔ خلاصہ یہ کہ یہ ایک تبرع[3] ہے اور تبرع میں جبر حرام ہے۔ جب ایک شخص نے محض رسم کی وجہ سے واجب الادا سمجھا تو یہ جبر صریح ہے بعض اوقات جب گنجائش نہیں ہوتی قرض لینے کی نوبت آتی ہے تو ایسی پابندی بلاشک مکروہ ہے۔ اس میں بے تکلفی اور سادگی مناسب ہے جس عزیز

---

[1] ایسی اجازت کے بدون جو شریعت میں معتبر ہے۔ [2] بذات خود [3] مستحب۔ ۱۲

کو توفیق ہو کھانا بھیج دے نہ اس میں ادلے بدلے کی ضرورت و رعایت چاہیئے اور نہ ترتیب قرابت کے لحاظ کی ضرورت ہے کہ ہائے فلاں کس طرح بھیجے ہیں اسکی نسبت زیادہ نزدیک کا رشتہ دار ہوں اس پر تکرار ہے اصرار ہے ہرگز دور کے رشتہ دار کو نہیں بھیجنے دیتے - مرتے ہیں مارتے ہیں قرض کرتے ہیں اور بھیجتے ہیں - بس وہی مصیبت بدنامی مٹانے کی

دوم اہل میت گو دو چار آدمی ہوں مگر کھانا پکتا ہے دور تک کے کنبہ کا یہ بھی محض حد شرعی سے تجاوز ہے - اہل میت پر چونکہ غلبہ غم کا ہوتا ہے اس لئے وہ پکانے کا اہتمام نہیں کرتے ہیں سارے کنبہ پر ہرگز ایسا غلبہ نہیں ہوتا کہ ان کے چولھے بھی سرد ہو جاویں ہرگز نہ ان کو کھانا جائز - نہ ان کے لئے پکانا جائز بس مختصر سا کھانا کافی ہے -

نہم دستور ہے کہ قبر پر یا گھر پر حفاظ کو بٹھا کر کہیں دس روز کہیں چالیس روز یا کم و بیش قرآن مجید ختم کراتے ہیں پھر ان کو کچھ اسباب کچھ نقد وغیرہ دیتے ہیں گو اسکو بعض لوگ کوشش کر کے درست بنانا چاہتے ہیں مگر بات کھلی ہوئی ہے کہ جب مقصود جانبین کا اجرت کا لینا دینا ہے اور طاعت پر اجرت لینا جائز نہیں اس لئے یہ فعل ہرگز درست نہیں نہ ایسے قرآن پڑھنے کا ثواب ملے - جب پڑھنے والے کو نہ ملا تو مردہ کو کیا پہونچے گا - بعض لوگوں کو شبہ پڑ گیا ہے کہ آخر ضرورت کے واسطے متأخرین نے تعلیمات قرآن پر اجرت لینا جائز فرما دیا ہے - جواب خود اس سوال میں موجود ہے یعنی وہاں ضرورت کی وجہ سے ایسا کہا کہ اندیشہ قرآن مجید کے ضائع ہو جانے کا تھا - یہاں کون سے دین کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے - البتہ دوستوں کو بطور خود پڑھکر بخشنا موجب نفع ہے بعض ملکوں میں یہ غضب ہے کہ جنازہ کی نماز پڑھانے پر اور قبر کی زیارت کرنے پر اجرت لیتے ہیں یہ اس سے بڑھکر ہے اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں

دہم اہل میت مدتوں تک سوگ کرتے ہیں چنانچہ اول تہوار آتا ہے اس میں خوشی نہیں کرتے حد شرعی سے بڑھکر سوگ کرنا یہ بھی حرام ہے -

# فصل پنجم

منجملہ ان رسوم کے رمضان مبارک کے بعض معمولات ہیں جو لوگوں میں شائع ہیں

اول حفاظ کی عادت ہے کہ اپنا قرآن سنا کر دوسرے حفاظ کا سنتے پھرتے ہیں ہرچند کہ قرآن مجید سننا اور اس کے لئے جانا بہت خوبی کی بات ہے مگر ان حضرات کی اکثر نیت یہ ہوتی ہے کہ اسکی غلطی پر مطلع ہو کر اس کو فضیحت کریں گے ظاہر ہے کہ کسی مسلمان کی عیب جوئی کرنا خود حرام ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی حرمت موجود ہے پھر اسکو رسوا کرنا یہ دوسرا گناہ ہے۔ اور گناہ کے ارادہ سے چلنا کہیں جانا یہ بھی گناہ ہے۔ البتہ اگر صرف برکات حاصل کرنیکے لئے جاویں یا کسی خوش آواز کا سنکر دل ہی خوش کرنا مقصود ہو تو مضائقہ نہیں پہلی ضرورت عبادت اور دوسری مباح ہوگی۔ بعضے لوگ اس پر یہ طرہ کرتے ہیں کہ دوسری جگہ جا کر کہیں کھنکارتے ہیں کہیں لکڑیاں زمین پر یا دیوار پر مارتے ہیں۔ یا لالٹین کا رخ بدل بدل کر اپنی تشریف آوری سے اطلاع دیتے ہیں۔ جس سے پڑھنے والا پریشان ہو کر بھولنے لگے۔ ظاہر ہے کہ کسی عبادت میں خلل ڈالنا خود یہ شیطان کا کام ہے بعضے نماز میں شریک ہو کر قصداً غلط بتلانا شروع کردیتے ہیں اور اس کے یاد اور عدم یاد کا امتحان لیتے ہیں۔ یہ سب گناہ کی باتیں ہیں اگر کہیں سننے کے لئے جاوے چپکے سے جا کر یا تو بیٹھ جاوے یا بہتر ہے نماز میں شریک ہو جائے۔ اور جب مقصود حاصل ہو جاوے اسی طرح واپس آجاوے۔

دوم قرآن مجید جلد ختم کرنے کو یا بہت سے قرآن ختم کرنے کو فخر سمجھتے ہیں اور اس مقصود کے حاصل کرنے کو خوب تیز پڑھتے ہیں کہ حروف بھی صاف ادا نہیں ہوتے قرآن مجید میں ترتیل[1] کو فرض فرمایا ہے خود اس فرض کا ترک کرنا موجب گناہ ہے خاصکر

---

[1] سہولت اور اطمینان سے پڑھنا۔

جب ریا و نمود و فخر کے لئے ہو تو مضاعف[1] گناہ ہے۔ بعضے اسقدر زیادہ پڑھتے ہیں کہ مقتدی گھبرا جاتے ہیں۔ حدیث میں امام کو تخفیف[2] صلوٰۃ کا حکم آیا ہے اس میں اس حکم کا ترک لازم آتا ہے۔ یہ بھی برا ہے۔ غرض بقدر تحمل[3] مقتدیوں کو پڑھنا چاہیئے اور وہ بھی صاف صاف گو کئی کئی ختم نہ ہوں۔

سوم بعض حفاظ کی عادت ہے کہ اجرت لیکر قرآن مجید سناتے ہیں طاعت پر اجرت لینا حرام ہے اسی طرح دینا بھی حرام ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے پہلے سے مقرر نہیں کیا اس لئے یہ معاوضہ نہیں ہوا جواب یہ ہے کہ گو پہلے سے نہیں ٹھیرایا نیت تو دونوں کی یہی ہے۔ اور نیت بھی مرتبہ خطر[4] و خیال میں نہیں بلکہ مرتبہ عزم[5] میں اگر کسی طور سے یہ معلوم ہو جاوے کہ یہاں کچھ وصول نہ ہوگا تو ہرگز ہرگز وہاں پڑھیں ہی نہیں اور فقہ کا قاعدہ ہے کہ معروف[6] مثل مشروط کے ہے۔ جب اسکا رواج ہوگیا اور دونوں کی نیت یہی ہے بلا شک وہ معاوضہ ہے اور تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے شبہ کا جواب فصل چہارم میں گذر چکا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب بلا اجرت پڑھنے والا تو ہمکو ملتا ہی نہیں اور اجرت دے کر سننا جائز نہیں تو پھر ہم قرآن کیونکر سنیں۔ جواب یہ ہے کہ قرآن پورا سننا فرض نہیں ایک امر مستحب کے لئے مرتکب حرام کا ہونا ہرگز جائز نہیں۔ الم ترکیف سے تراویح پڑھ لو۔ ایسی حالت میں قرآن مجید کا ختم سننا ہی ضرور نہیں۔

چہارم بعض حفاظ کی عادت ہے کہ لیالی[7] قدر میں یا اور کسی شب میں سب جمع ہو کر ایک یا کئی شخص ملکر قرآن مجید ختم کرتے ہیں اور عرف میں شبینہ کہتے ہیں اول تو بعض علماء نے ایک شب میں قرآن مجید ختم کرنے کو مکروہ کہا ہے۔ کیونکہ اس میں

---

[1] دوگنا۔ [2] ہلکی نماز پڑھنے۔ [3] برداشت کی بموجب۔ [4] وسوسہ۔ [5] پختہ ارادہ۔ [6] یعنی جو مشہور ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے شرط لگالی ہو۔ [7] شب قدر۔ ۱۲

ترتیل[1] وتدبیر[2] کا موقع نہیں ملتا مگر چونکہ سلف صالحین سے ایک روز میں ختم کرنا بلکہ بعض سے کئی کئی ختم کرنا منقول ہے اس لئے اس میں گنجائش ہوسکتی ہے مگر اس میں اور بہت سے مفاسد شامل ہوگئے ہیں جنکی وجہ سے عمل شبینہ کا بطریق مروج ہونا بلاشک مکروہ ہے۔

(۱) ہر شخص کوشش کرتا ہے کہ جس طرح ممکن ہو شب بھر میں قرآن مجید ختم ہو جاوے اور اس وجہ سے نہ ترتیل کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ غلطی رہ جانے کا غم ہوتا ہے بعض اوقات خود پڑھنے والے کو یا سننے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ فلاں مقام پر غلطی پڑھی گئی ہے مگر اس ختم کرنے کے خیال سے اس کو اسی طرح چھوڑ جاتے ہیں

(۲) اکثر پڑھنے والوں کے دل میں ریاؤ تفاخر ہوتا ہے کہ زیادہ اور جلد پڑھنے سے نام ہوگا کہ فلانے نے ایک گھنٹہ میں اتنے پارے پڑھے اور ریار وتفاخر کا حرام ہونا ظاہر ہے۔

(۳) بعض جگہ نوافل میں یہ ختم ہوتا ہے اور نوافل کی جماعت خود مکروہ ہے۔ اور اگر تراویح میں پڑھا تو اس میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ اگر سب مقتدی شریک ہوئے تو ان پر پورا جبر ہے اور اگر وہ نہ شریک ہوئے تو آج کی تراویح میں جماعت سے محروم رہا یہ جبر اور حرمان دونوں امر مذموم[3] ہیں

(۴) بعض لوگ شوق میں تو شریک ہوجاتے ہیں مگر پھر ایسی مصیبت پڑتی ہے کہ توبہ توبہ کھڑے کھڑے تھک جاتے ہیں پھر بیٹھکر سنتے ہیں۔ پھر لیٹ جاتے ہیں ادھر قرآن ہورہا ہے اُدھر سب حضرت آرام فرمارہے ہیں۔ بعضے آپس میں باتیں کرتے جاتے ہیں۔ غرض قرآن مجید کی بیچارہی بے ادبی ہوتی ہے اور صورت اعراض کی سی معلوم ہوتی ہے اس میں سحری کا وقت آجاتا ہے تو اس ختم کرنے کے خیال سے پڑھنے

---

[1] سہولت اور اطمینان سے پڑھنے۔ [2] سوچنے سمجھنے کا۔ [3] برے ہیں۔

والے کو سب کے ساتھ سحری میں شریک نہیں کرتے وہ کھڑا سنا رہا ہے اور سب کھانا کھا رہے ہیں قرآن مجید سننے کے وقت دوسرا کام کرنا ہرگز جائز نہیں۔

(۵) بعض حفاظ نماز سے خارج ہو کر پڑھنے والے کو بتلاتے رہتے ہیں اور سب کی نماز تباہ کرتے ہیں۔

(۶) بعض جگہ سحری کے لئے چندہ ہوتا ہے اور دبا کر شرما کر بھی وصول کیا جاتا ہے جسکا حرام ہونا آگے آتا ہے۔

(۷) بعض اوقات صبح صادق ہو جاتی ہے اور قرآن کچھ رہ جاتا ہے۔ خواہ مخواہ کھینچ تان کر اس کو پورا کر ڈالتے ہیں۔ بعد صبح صادق کے اور نوافل پڑھنا مکروہ ہے بجز دو سنت فجر کے۔

**پنجم** ختم کے روز اکثر مساجد میں معمول ہے کہ شیرینی تقسیم ہوتی ہے ہر چند کہ قرآن مجید کا ختم ہونا ایک نعمت عظمیٰ ہے جس کے شکریہ اور فرحت میں کوئی چیز تقسیم کرنا بہت خوب امر ہے۔ مگر اسمیں بھی بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔

(۱) چونکہ اسکا عام رواج ہو گیا ہے حتیٰ کہ اگر شیرینی تقسیم نہ ہو تو عام لوگ ملامت وطعن کرتے ہیں۔ اس لئے تقسیم کرنے والے کی نیت اکثر بھی نہیں رہتی۔ اسی الزام سے بچنے کیلئے لا محالہ تقسیم کرتے ہیں خواہ گنجائش ہو یا نہ ہو۔ بعض اوقات تردد کرنا پڑتا ہے مگر خیال یہی ہوتا ہے کہ بھلا کیسے تقسیم نہ ہو لوگ کیا کہیں گے اور ریا و تفاخر کا حرام ہونا اور اس نیت سے جو فعل ہو اسکا معصیت ہونا چند بار بیان ہو چکا ہے۔

(۲) بعض جگہ چندہ سے شیرینی آتی ہے اور اہل محلہ اور نمازیوں سے جبراً چندہ لیا جاتا ہے اور یہ بھی ہبر ہے کہ ان کو مجمع میں شرمایا جاوے یا ایسا شخص مانگنے اٹھے جسکی وجاہت کا اثر پڑے چونکہ حدیث میں وارد ہے کہ کسی مسلمان کا مال بلا طیب خاطر اس کے حلال نہیں اس لئے ایسا چندہ اور جو اس سے خریدا جاوے سب ناجائز ہے

(۳) اس روز مٹھائی کے لالچ سے ہر طرح کے لوگ مسجد میں بھر آتے ہیں بے نمازی یا پا برہنہ تن برہنہ لونڈے جن کی طہارت نجاست کا کچھ اعتبار نہیں اور تمام مسجد اور فرش کو ملوّث کرتے ہیں اور غل غپاڑا اسقدر ہوتا ہے کہ نمازیونکو تشویش ہوتی ہے

(۴) مجمع کو سنانے کے لئے خود حافظ صاحب بھی اس روز خوب بنا کر پڑھتے ہیں ریاء کا مذموم ہونا اور اسکے اسباب کا مذموم ہونا سب جانتے ہیں۔

(۵) پھر تقسیم کے وقت جو کچھ دھول دھپا، شور و غل گالی گلوچ ہوتا ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ اسی طرح اور بہت سی خرابیاں ہیں البتہ شکریہ کے واسطے اگر دل چاہے حسب گنجائش بلا اعلان جو کچھ میسر ہو نقد یا غلّہ یا طعام یا شیرینی مستحقین کو بلا پابندی دیدینا بہت مستحسن ہے۔

**ششم** مساجد میں ہر روز یا ختم کے روز کثرت سے روشنی کرنا اس میں بہت سے مکروہات ہیں۔

(۱) اسراف کہ اسقدر تیل اور بتی مفت ضائع ہو جاتا ہے اگر یہی رقم مسجد کے کسی ضروری کام ڈول رسی فرش لوٹا وغیرہ میں صرف کی جائے کسقدر مدد پہونچے اور اسراف کا حرام ہونا بار بار مذکور ہو چکا ہے۔

(۲) اکثر روشنی کرنے والوں کی نیت وہی ناموری ہوتی ہے کہ فلاں مسجد میں ایسی روشنی ہوئی فلاں شخص نے ایسا اہتمام کیا۔

(۳) مسجد تماشا گاہ بنتی ہے۔ عبادت گاہ کا تماشہ گاہ بنانا کسقدر معیوب ہے

(۴) نمازیوں کی توجہ اس طرف مبذول رہتی ہے نماز میں دل بٹتا ہے خشوع فرض ہے جو چیز مخل خشوع ہوگی بلاشک مذموم ہوگی بالخصوص مہتمم کی طبیعت بالکل اسمیں مشغول رہتی ہے کہ فلاں چراغ بجھتا ہے فلاں بھڑکتا ہے فلاں کو ابھارنا چاہیئے فلاں کو کم کرنا چاہیئے نماز و ماز خاک نہیں ہوتی۔

ہفتم بعض جگہ شب ہائے قدر میں لوگ جمع ہوکر شب بیداری کا خاص اہتمام کرتے ہیں اس کا مکروہ ہونا فصل سوم میں بیان ہوچکا ہے اتفاقاً اگر دو چار آدمی جمع ہوجاویں وہ اور بات ہے غرض بطور خود ہر شخص حسب ہمت عبادت میں مشغول رہے خاص اہتمام اور جمعیت خلاف شرع ہے۔

## فصل ششم

منجملہ ان رسوم کے بعض عورتوں کا یہ معمول ہے کہ رمضان مبارک میں حافظ کو گھر میں بلا کر اس کے پیچھے قرآن مجید سنتی ہیں اس میں علاوہ اُن مفاسد کے جو باب دوم میں عورتوں کے جمع ہونے میں لکھے گئے ہیں یہ مفاسد زائد ہیں

(۱) جو شخص قرآن مجید سناتا ہے حتی الامکان آواز کو بنا کر لہجہ کو دلکش کرکے پڑھتا ہے۔ مردوں کا ایسا نغمہ عورتوں کے کان میں پڑنا بلاشک موہم فتنہ و فسادِ قلب[1] ہے حدیث الجنۃ اس کی دلیل واضح ہے۔

(۲) عورتوں کے مزاج میں چونکہ بے احتیاطی ہوتی ہے اس لئے سلام پھیر کر پکار پکار باتیں کیا کرتی ہیں اور امام صاحب سنا کرتے ہیں۔ بلا ضرورت عورتوں کو اپنی آواز اجنبی مردوں کے کان میں ڈالنا شرعاً ناپسندیدہ ہے

(۳) بعض مجمع میں تمام عورتیں اس مرد کے اعتبار سے نامحرم ہوتی ہیں ان میں۔ کوئی بھی اس کی بیوی یا ماں نہیں ہوتی ایک گھر میں مرد کا اتنی نامحرم عورتوں کے ساتھ جمع ہونا بلاشک حکم شرعی کے خلاف ہے موٹی بات ہے کہ جب شرعاً عورتوں کو مسجد میں جانا منع ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کا مقصود یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں میں مباعدت[2] رہے پس جیسے عورت کو مردوں کے مجمع میں جانے سے ممانعت ہے تو اسی طرح مرد کو عورتوں

[1] یعنی دل میں فتنہ و فساد کا وہم پیدا کرتا ہے۔ موہم کے معنی وہم پیدا کرنے والا۔ [2] دوری۔

کے مجمع میں جانے سے اور عورتوں کو اپنے مجمع میں مردوں کے بلانے سے کیوں نہ ممانعت ہوگی۔ عورتوں کے لیے یہی مناسب ہے کہ اپنے گھروں میں فرادیٰ[1] فرادیٰ تراویح پڑھیں ہاں کسی کا بھائی بیٹا حافظ ہو اور دو چار بیبیاں گھر کی جمع ہو کر اسکے پیچھے قرآن سن لیں تو مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ یہ شخص فرض جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھے اور اگر ان دو چار میں کوئی پردہ دار ہو تو درمیان میں کوئی دیوار یا پردہ وغیرہ حائل ہو۔ اور عورتوں کے جمع ہونے کا اہتمام نہ کیا جاوے۔

## فصل ہفتم

منجملہ ان رسوم کے مدارس یا مساجد کے لئے چندہ جمع کرنے کی رسم ہے اس طرح سے کہ دینے والے مجمع کی شرم سے یا اس مہتمم کے دباؤ یا لحاظ سے دے نکلیں یا نادہندی وخست کی شہرت کے اندیشہ سے دیتے ہیں اور قرائن قویہ سے معلوم ہو جاوے کہ اگر یہ اسباب نہ ہوتے تو یہ شخص نہ دیتا تو ایسی صورت میں ان ذرائع سے وصول کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اس باب میں حدیث بھی مذکور ہو چکی ہے اور امام غزالی نے اس مسئلہ کی تصریح کردی ہے رہا یہ سوال کہ صاحب بلا دباؤ تو کوئی نہیں دیتا اور یہ کام کرنا ضرور ہے پھر کیا کریں بالکل ہی پوچ ہے اول تو یہی غلط ہے کہ بلا دباؤ کوئی دیتا نہیں۔ بہت سے بندگان خدا خود تقاضہ کرکے دیتے ہیں۔ دوسرے جن اغراض کے لئے اس طرح چندہ لیا جاتا ہے وہ اغراض خود شرعاً ضروری نہیں کیونکہ اکثر مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فضول خرچیوں کے لئے اتنی بڑی رقموں کی حاجت ہوتی ہے اگر رقم کم ہو مسجد کچی بنا لو چھپر ڈال لو نماز کے لئے بہت ہے۔ مدرسہ مختصر بنا لو یا کسی کرایہ کے مکان میں رکھو یا کسی مسجد میں بیٹھ جاؤ۔ معقولات کا درس کم کر دو قطبی تک پڑھاؤ۔ والا تھوڑی تنخواہ کا مدرس کافی ہے فرش وسامان میں تکلف مت

---

[1] تنہا تنہا۔

کرو غرض جہاں تک اختصار ممکن ہو اختصار کرو اور ضروری ضروری کاموں پر نظر رکھو اگر اتنا بھی حلال طور سے نہ ملے کام بند کرو سب مسلمانوں کا کام ہے کچھ اکیلے مہتمم کا نہیں چلے چلاوے نہ چلے بند کر دے بلکہ دین کا کام دین کے خلاف ہو کر کرنا اور بھی زیادہ برا ہے اور جو کام سرے سے ضروری نہیں جیسا قحط یا وبا میں مساکین کو کھانا کھلانا وغیرہ اس کے لئے ایسا چندہ کرنا اور بھی زیادہ برا ہے اور مشاہدہ ہوا ہے کہ قحط و وبا کے چندہ میں مساکین کو بہت ہی کم پہونچتا ہے۔ مہتممین کے گھروں میں اور ان کے اقارب و اصحاب کو خوب حصے پہونچتے ہیں

## فصل ہشتم

منجملہ ان رسوم کے بعض مدارس کی یہ رسم ہے کہ جب طالب علم نے کتابیں پڑھ لیں خواہ اس کو استعداد ہو یا نہ ہو اور خواہ اپنے علم کے موافق عامل ہو یا نہ ہو اس کو سند فضیلت دیتے ہیں اور دستار بندی کر دیتے ہیں۔ غور کرنا چاہیئے کہ رسم دستار بندی واقع میں اساتذہ و مشائخ کی طرف سے عوام کے روبرو اس امر کا اظہار اور شہادت ہے کہ یہ شخص ہمارے نزدیک اس قابل ہے کہ دین میں اس کی طرف رجوع کیا جاوے اور اس سے مسائل پوچھ کر عمل کیا جاوے۔ خلاصہ یہ کہ یہ شخص آج سے مقتدائے دین ہے۔ جب حقیقت اسکی یہ ہے تو جو شرائط شہادت کے ہیں وہ اس میں بھی ہونا واجب ہے اور شہادت کی بڑی شرط یہ ہے کہ شاہد کو اس امر کا پورا علم اور یقین ہو جس کی شہادت دے رہا ہے تاکہ اُسکو جھوٹ کا گناہ اور دوسروں کو دھوکہ دینے کا گناہ نہ ہو اور کسیکو اس سے ضرر نہ پہونچے اسی طرح یہاں بھی اس شخص کی نسبت پوری تحقیق ہونا چاہیئے کہ قابل مقتدائی[1] الدین بننے کے ہے یا نہیں اگر علمائے حاضرین کو اس پر پورا اطمینان ہو اور اس کی حالت علمی و عملی قابل قناعت ہو تو دستار بندی بہت خوب رسم ہے کہ اس میں اظہار ناواقفوں کے روبرو ہو جاتا ہے

---

[1] دین کا پیشوا

بشرطیکہ تکلفات زائد جس میں ریا و اسراف لازم آوے نہ کئے جاویں بلکہ اگر واعظوں کیلئے بھی کوئی ایسی شرط ہو جاوے کہ بلا امتحان و سند علماء کے وعظ نہ کہنے پاویں اور عوام بھی بدون پیش کرنے سند کے کسی اجنبی کا وعظ نہ سنا کریں تو بڑی ضروری و مصلحت کی بات ہے۔ اس سند و دستار بندی کی یہ حکمت ہے اور بدون اہلیت کے ہرگز ہرگز دستار بندی نہ کی جاوے نہ سند دیجاوے کہ بجز اضلال[1] خلق کے اسکا اور کیا ثمرہ ہے۔

# فصل نہم

منجملہ ان رسوم کے تبرکات کی زیارت ہے جس میں اکثر عوام کا مجمع زائد ہوتا ہے اس میں بھی بکثرت بے احتیاطیاں ہوتی ہیں۔

(۱) بعض جگہ تو تبرکات ہی بے اصل ہیں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط نسبت کرنا کسقدر موجب وعید ہے اسی طرح اولیاء اللہ و بزرگان دین پر افتراء کرنا بھی جھوٹ تو ضرور ہے بلکہ بعض تبرکات کے تو غلط ہونے پر دلیل عقلی یا نقلی شہادت دیتی ہے۔ چنانچہ قدم شریف کے قصہ کا اکثر محدثین نے انکار کیا ہے۔ اور بعض قرآن اعراب لگائے ہوئے حضرت علی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں اس زمانہ میں یہ اعراب اصطلاحی نہ تھے۔ البتہ جہاں کوئی دلیل مکذب[2] نہ ہو ہمکو تکذیب[3] کی حاجت نہیں بالخصوص جہاں قرائن سے صدق[4] غالب ہو وہ ظناً[5] تبرک ہے گو یقیناً نہ سہی۔ کیونکہ دلائل یقین سے مفقود ہیں۔

(۲) زیارت کرانے پر معاوضہ لیا جاتا ہے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ایسے امور پر معاوضہ لینا حرام اور رشوت ہے۔

---

[1] مخلوق کو گمراہ کرنے کے سوا ۱۲ [2] جھٹلانے والی۔ [3] جھٹلانے کی۔ [4] سچائی۔ [5] یعنی غالب گمان کے لحاظ سے۔ ۱۲

(۳) زیارت کے وقت اکثر مردوں عورتوں کا اختلاط جسمی یا نظری ہو جاتا ہے۔ اسکا برا ہونا ظاہر ہے۔

(۴) بعض تبرکات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیارت کرانے کے وقت عوام کے مجمع میں اشعار ندائیہ پڑھے جاتے ہیں اور ہیئت بھی حضوری کی بنائی جاتی ہے جس سے عوام کو ایہام رونق افروزی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا احتمال ہوتا ہے اس عقیدہ کی تفصیل فصل اول بحث قیام میں ہو چکی ہے۔

(۵) اس کا اہتمام و تداعی فرائض و واجبات سے زیادہ ہوتا ہے اور محتاط کو نشانہ ملامت بناتے ہیں یہ تو صریح تعدی[1] حدود ہے اس لئے مناسب یہ ہے اس ہیئت سے زیارت نہ کی جاوے بلکہ خلوت میں یا جلوت خاص میں بلا پابندی ان رسوم کے زیارت سے مشرف ہو جاوے اور کبھی کبھی بلا تعین وقت بطور خدمت کے خادم تبرکات کی خدمت میں کچھ پیش کر دیا کرے اسکا مضائقہ نہیں۔

## فصل دہم

منجملہ ان رسوم کے مساجد کی زینت و تکلف ہے جو حد اعتدال سے خارج ہو فقہا نے فرمایا ہے اور عقل میں بھی یہ بات آتی ہے کہ مساجد کے استحکام[2] کے لئے اہتمام و صرف کرنا تو مضائقہ نہیں مگر زیب و زینت و نقش و نگار میں مکروہ ہے بلکہ اگر مال وقف سے کریگا تو متولی کو اپنے گھر سے اتنا روپیہ بھرنا پڑے گا اور واقعی اگر غور کر کے دیکھا جاوے کہ مسجد کس غرض کے لئے شرعاً موضوع[3] ہوئی ہے غرض یہی ہے کہ اس میں عبادت کی جاوے اور عبادت کی روح اعظم حضور قلب و خشوع ہے تو لامحالہ جو چیز مخل خشوع ہوگی وہ مخل عبادت ہے وہ موضوع مسجد کے خلاف ہے تو مفروہ مسجد میں اسکا منضم[4] کر دینا

[1] شرعی حدود سے تجاوز [2] مضبوطی۔ [3] بنائی گئی ہے۔ [4] شامل کر دینا۔ ۱۲

ممنوع ہونا چاہیئے اسی واسطے حدیث بخاری میں حضرت عمرؓ نے مسجد نبوی کے متری کو رنگ آمیزی کرنے سے منع فرمایا اور یہی وجہ فرمائی کہ اس میں لوگوں کے دل کو مشغولی ہوگی گویا عبادت گاہ تماشہ گاہ بن جاویگا۔ واہی کسقدر قلب[1] موضوع ہے اور حدیث ابوداؤد میں ایسی زیب و زینت یہود و نصاری کا فعل بتایا گیا ہے ان کے ساتھ مشابہت کرنا بھی بالیقین برا ہے پھر اس میں اسراف بھی ہے علاوہ اس کے اکثر تفاخر و شہرت کا قصد بھی ہوتا ہے اور اکثر اسقدر تکلف کے لئے حلال مال بھی کم میسر ہوتا ہے کیونکہ حلال مال اول تو اس قدر کس کے پاس ہے پھر اس کو اس طرح بیدریغ خرچ کرنا بھی مشکل ہے حرام مال مسجد میں لگانا اور زیادہ وبال ہے۔ غرض اتنی خرابیاں اس میں جمع ہیں اس لئے مساجد کو سادہ اور مستحکم[2] بنانے پر اکتفا کریں ان سب زوائد کو حذف کردیں۔ جس قدر اس میں خرچ کرنا ہو مصلحت یہ ہے کہ اول اس کی کوئی جائیداد یا دکان وغیرہ خرید کر اس کے مصارف کے لئے وقف کریں اور بعض لوگوں کا حضرت عثمانؓ کے قصہ بناء مسجد نبوی اور اس میں ساج وغیرہ کے منقش کرنے کے قصہ کو دلیل نقلی میں پیش کرنا اور مصلحت اعزاز و رفعت دین کو دلیل عقلی میں پیش کرنا محض ناکافی ہے حضرت عثمانؓ نے اس قدر تکلف نہیں فرمایا تھا نہ ان کی نیت میں تفاخر تھا نہ مشتبہ مال اس میں لگایا ان کے قصہ پر اپنے فعل کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق[3] ہے۔

کار پاکاں[4] را قیاس از خود مگیر　　گرچہ[5] ماند در نوشتن شیر شیر

اور دین کا اعزاز و ترفع[6] ایسے امور سے نہیں ہوتا بلکہ سادگی میں اس کا حسن اور دوبالا

---

[1] یعنی کسقدر مقصود کو پلٹ دیا گیا۔ [2] مضبوط۔ [3] یعنی ایک ایسی چیز پر قیاس کرنا جو اس سے بالکل مختلف ہے۔ [4] پاکبازوں کے کام کو اپنے کام پر مت اندازہ کرو۔ ۱۲۔ [5] اگرچہ لکھنے میں شیر اور شِیر دونوں مشابہ ہیں۔ مگر شیر درندہ ہے اور شِیر دودھ ہے۔

[6] بلندی۔ ۱۲

ہو جاتا ہے حضرت عمرؓ کا ارشاد نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰہُ بِالْاِسْلَامِ[1] آب زر سے لکھکر حرز[2] جان بنانے کے قابل ہے اور اس کے حاشیہ پر حافظ شیرازی کا شعر چڑھانے کے لائق ہے ؎

ز عشق[3] ناتمام ما جمال یار مستغنی است ۔۔۔ باب[4] و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

اسی طرح مساجد بہت بہت پاس بنانا بالخصوص تفاخر و تزاحم کے لئے بھی بالکل دین اور عقل کے خلاف حرکت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دین کے کام کو دین کے طور پر کرو ورنہ نیکی برباد گناہ لازم کا مضمون ہو جاتا ہے۔

## خاتمہ

الحمد للہ کہ تیسرے باب کے ساتھ کتاب ہذا بھی اختتام کو پہونچی اور آج ہی کے دن تاریخ چہارم ربیع الثانی ۱۳۱۱ھ ہجری اس ناکارہ کی عمر سے پورا انتیسواں سال بھی ختم ہوا یہ مدت تو ہو کہ قریب چہل ہے سعدیؒ کے اس شعر کا مصداق ہے۔ ؎

چہل سال عمر عزیزت گذشت ۔۔۔ مزاج تو از حال طفلی نگشت

دیکھئے آئندہ کتنی عمر باقی ہے اور کس حالت میں گذرتی ہے۔ یا اللہ اپنی رحمت کا صدقہ کہ بقیہ عمر کو اس عمر گذشتہ کا مصلح بنا کر ایمان کامل پر خاتمہ کیجیو بحرمت سید الخلائق والبشر سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم و علی آلہ و اصحابہ الی یوم التناد و المحشر وارزقنا شفاعتہ یوم الفزع الاکبر۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

## تمام شد

---

[1] ہم وہ لوگ ہیں جنکو اللہ نے اسلام سے عزت بخشی۔ یعنی مسلم کے لئے مدار عزت پابندی اسلام ہے اور بس۔ [2] تعویذ۔ [3] ہمارے نامکمل عشق سے یار کا جمال بے نیاز ہے۔ [4] خوبصورت چہرہ کو بناوٹی آب و رنگ اور خط و خال کی کیا حاجت۔ ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# ضمیمۂ اصلاح الرسوم

جسکو طبع ثانی کیوقت مؤلف نے اضافہ کیا اسمیں چند فصلیں ہیں اور ہر فصل میں ایک رسم کا بیان ہے

## فصل اوّل

ایک رسم یہ ہے کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کے ورثہ میں سے جو موقع پر موجود ہوتے ہیں اس کے کپڑے نکال نکالکر غریبوں کو محتاجوں کو مدارس میں مساجد میں تقسیم کرنا شروع کردیتے ہیں اور اس کا خیال نہیں کرتے کہ بعض وارثین جو حاضر نہیں ہیں اس میں ان کا حصّہ ہے۔ ممکن ہے کہ وہ اس تقسیم کو پسند نہ کریں یا ان کی مرضی اور کسی جگہ دینے کی ہو۔ اسی طرح بعض ورثہ نابالغ ہوتے ہیں ان کے حصّہ میں بھی تصرف کرنا جائز نہیں بلکہ اگر وہ اجازت بھی دیدیں تب بھی عقد[1] و تبرع[2] و ہبہ[3] میں ان کی اجازت شرعاً معتبر نہیں ہے اسی طرح کفن کے علاوہ اوپر کی چادر اور جائے نماز یہ سب کفن سے خارج ہے اور عام رواج یہی ہے کہ یہ ترکہ مشترکۂ میت سے بنایا جاتا ہے سو ان سب چیزوں میں بوجہ تصرف[4] فی حق الغیر کے غصب اور ظلم کا گناہ ہوتا ہے اس لئے اس میں احتیاط کرنا ضرور ہے۔ پس اگر میت نے وصیت صراحتًہ کی ہو کہ میرے کپڑے مساکین یا صلحاء کو دیدئے جاویں تو یہ وصیت ثلث[5] ترکہ میں جاری ہوگی۔ یعنی جسقدر کپڑوں کے لئے وہ وصیت کر گیا ہے۔ اگر کل ترکہ کے ثلث سے قیمت میں زائد نہ ہوں تو بلا کسی وارث کے دریافت

[1] خرید و فروخت کے معاملات۔ [2] بطور احسان کے سلوک جو لازم نہیں۔ [3] انعام و بخشش [4] غیر کے حق میں تصرف۔ [5] ایک تہائی۔ ۱۲

دریافت کئے ہوئے وہ تقسیم کردئے جاویں ورنہ ان کو اول ورثہ تقسیم کرنا چاہئے جب ہر شخص اپنے حصہ پر قابض ہوجاوے پھر ہر ایک کو اپنی چیز کا اختیار ہے جسکو چاہے دے یا نہ دے اور نابالغوں کا حصہ اگر ان کے بکار آمد ہو رکھا جاوے ورنہ فروخت کرکے ان کے کام میں لگایا جاوے۔ البتہ اگر کسی جگہ سب وارث بالغ ہوں اور تصریحاً یا دلالۃً بقرائن تو یہ اجازت دے دیں تب بلا تقسیم بھی صرف کردینا جائز ہے اور جس جگہ لینے والے کو حال معلوم نہ ہو تو چونکہ غالب بے احتیاطی ہے اس لئے واجب ہے کہ خوب تفتیش کر لیا کرے یہ نہیں کہ مردہ کے مال کو غنیمت سمجھیں۔ اہل مدارس و مساجد کو اس کا بہت خیال رکھنا ضرور ہے ان کی احتیاط سے عوام متنبہ ہوجاویں گے

## فصل دوم

ایک رسم یہ ہے کہ جب کسی شیخ کی وفات ہوئی اس کے مریدوں نے جمع ہو کر اس کے کسی بیٹے یا کسی خادم کو سجادہ نشین کردیا اور سند کے لئے دستار بندی کردی خواہ اس میں اہلیت ہو یا نہ ہو۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ جو لوگ ابھی خود راہ سے ناآشنا ہیں ان کی اجازت کہاں تک قابل اعتبار ہوسکتی ہے یاد رکھنا کہ ایسے رسمی سجادہ نشین سے جو لوگ بیعت کریں گے ان۔ سب کی گمراہی کا وبال اس سجادہ نشین کے برابر ان ارباب جلسہ کو بھی مل جاوے گا کہ یہ لوگ بانی ضلالت ہوئے۔ حدیث شریف میں علامات قیامت سے آیا ہے کہ لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اوروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اس لئے سمجھ لینا ضرور ہے کہ جب تک کوئی شیخ کامل جامع شریعت و طریقت جس کو اس زمانہ کے اچھے لوگوں نے اہل مان لیا ہو اجازت نہ دے بیعت لینے پر جرأت نہ کرنا چاہیئے۔

## فصل سوم

ایک رسم یہ ہے کہ اکثر بعد مرنے مورث اعلیٰ کے کوئی چچا یا بھائی وغیرہ کسی لڑکے یا لڑکی کا نکاح اسی کے حصہ سے جو ترکہ سے اسکو پہونچا ہے کر دیتے ہیں اور فضول اخراجات میں اسکو برباد کر دیتے ہیں اور اپنے ذہن میں سمجھتے ہیں کہ ہم نے تو اس کی چیز اسی کو لگا دی کون گناہ کیا اسکی تو ایسی مثال ہوئی کہ کسی مسخرے میزبان نے دعوت کر کے مہمانوں کی جوتیاں بیچ کر اُن مٹھائی کھلا دی تھی اور کہا تھا کہ یہ آپ ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔ بلکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ کچھ قرضہ بھی ہو جاتا ہے تو وہ اس لڑکے کے ذمہ رکھا جاتا ہے اور اس سے ادا کرایا جاتا ہے یہ کسقدر ظلم صریح ہے۔ پس اول تو فضول رسم خود ناجائز ہیں۔ اور جو مصارف مباح اور جائز بھی ہوں تب بھی اس کے حصہ سے بلا اس کی رضائے صریح کے جب کہ وہ بالغ ہو صرف کرنا حرام ہے۔ اور اگر وہ نابالغ ہے تو صریح اجازت بھی شرعاً معتبر نہیں۔ یا ویسی ہی رسمی اجازت ہے بوجہ لحاظ کے یا عرف کے یہ سب غیر معتبر ہے۔

## فصل چہارم

ایک رسم یہ ہے کہ لڑکیوں کو اور بہنوں کو ترکہ میں سے حصہ نہیں دیتے۔ جو صریح نص قطعی کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء میں فرمایا ہے کہ مردوں کا بھی حصہ ہے جو کچھ ماں باپ یا اقارب نے چھوڑا ہو اسی طرح عورتوں کا حصہ ہے جو کچھ ان کے ماں باپ یا اقارب نے چھوڑا قلیل ہو یا کثیر یہ حصہ مقرر کیا ہوا ہے الخ ایسے صاف حکم کے خلاف پر کس طرح جرأت ہوتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب وہ لیتی نہیں اُن سے پوچھنا چاہیے کہ تم نے کب دیا تھا کہ انھوں نے انکار کیا۔ البتہ بلحاظ مروت

سے مانگا نہیں اس سے کسی کا مال حلال نہیں ہو سکتا۔ بعض لوگ کہتے ہیں ہم نے دینا چاہا تھا انھوں نے نہیں لیا یہ بھی عذر ناکافی ہے۔ ایک نہ لینا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ لینے سے خلقت ملامت کرے گی یہ شرعاً معتبر نہیں ایک نہ لینا محض طیبِ[1] خاطر سے ہوتا ہے سو اس کا فیصلہ ہر شخص انصاف سے خود کر سکتا ہے اس زمانہ میں چونکہ اکثر لوگ حاجتمند اور مفلس ہیں اور مال کی محبت اکثر قلوب میں راسخ[2] ہے اس لیے رسمی اجازت کا اعتبار نہیں۔ بلکہ ضرور ہے کہ بعد مرنے مورث کے سب کا نام بھی درج کرایا جاوے۔ اور ششماہی یا سالانہ آمدنی پر سب حساب کرکے ہر ایک کا حصہ روپیہ یا غلّہ سے اسکو اصرار کرکے دیا جاوے اگر اعلان سے لینا اسکو ناگوار ہو اخفا کے ساتھ اس کا پورا حق دیا رہے یا اس کی جائیداد وغیرہ علیحدہ تقسیم کرکے اس کے حوالہ کرے اور جو وہ انتظام نہ کرسکے یہ شخص وکالۃً اسکی جانب سے انتظام کردے یا اس کی خوشی سے خود مناسب طور سے ٹھیکہ پر لیلے اور رقم ٹھیکہ اسکو ادا کرتا رہے۔

بعض لوگ اپنے جی کو سمجھا لیتے ہیں کہ ہم نے تقریبات میں پھوپی کو بہن کو بھات دیا ہے جوڑے دئے ہیں اور ہمیشہ دیا کرتے ہیں یہ گویا اس کا حصہ ترکہ کا ادا کر دیا جاتا ہے۔ اس کے جواب میں وہی حکایت مسخرے میزبان کی جو فصل سوم میں لکھی گئی۔ کافی ہے۔

# فصل پنجم

ایک رسم یہ ہے کہ اکثر لوگ مسجد کی چیز اپنے برتنے کے لئے لے جاتے ہیں کوئی آگ لے جاتا ہے یا سقاوہ میں سے پانی لے جاتا ہے کوئی بیمار کے لئے پانی پڑھوا کر مسجد کے لوٹے میں لے جاتا ہے کوئی وہاں کا فرش اپنے دعوتیوں کو بٹھلانے کے لئے

---

[1] خوشدلی۔ [2] جمی ہوئی۔ ۱۲

لے جاتا ہے کوئی استنجے کے ڈھیلے اپنے گھر استنجا کرنے کے لئے لیجاتا ہے اور اپنے دل کو یوں سمجھا لیتے ہیں کہ مسجد کا مال وقف ہے اس میں سب کو حق انتفاع ہے - صاحبو! یہی تو ممانعت کی دلیل ہے کیونکہ وقف کا حکم یہ ہے کہ جس غرض کے لئے جس قید کے ساتھ وقف ہو اس کے سوا دوسری طرح استعمال جائز نہیں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اشیاء مذکورہ ان اغراض کے لئے وقف نہیں کی گئیں بلکہ جو ضرورتیں نمازیوں کو وہاں نماز پڑھتے وقت پیش آتی ہیں ان کے لئے یہ اشیاء وقف ہوتی ہیں اس لئے اس شرط و قید سے تجاوز کرنا حرام ہوگا - فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جو پانی پینے کے لئے وقف کے طور پر رکھا گیا ہے اُس سے وضوء کرنا جائز نہیں اور اگر وقف کے یہی معنی ہیں تو مسجد کی اینٹیں بھی وقف ہیں ان سے اپنا مکان بنا لینا جائز ہونا چاہیئے وہاں کے کواڑ تختے سب وقف ہیں یہ بھی لے جانا درست ہونا چاہیئے - نعوذ باللہ منہ - اسی طرح بعض قومیں بڑے بڑے مجمعوں کو مسجد میں کھانا کھلاتی ہیں گویا مسجد چوپال ہے یا ان کی بیٹھک ہے یہاں بھی وہی مسئلہ یاد کرنا چاہیئے کہ مسجد اس کام کے لئے نہیں ہے اس لئے یہ فعل ناجائز ہوگا بلکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ معلم لوگ جو تنخواہ لے کر قرآن وغیرہ پڑھاتے ہیں - ان کو مسجد میں لڑکے لیکر بیٹھنا جائز نہیں - کیونکہ مسجد عبادت گاہ ہے تجارت گاہ نہیں - ان سب امور سے اجتناب واجب ہے - اور منجملہ احترام مسجد کے یہ بھی ہے کہ وہاں بدبودار چیز نہ لیجاوے - حتیٰ کہ مٹی کا تیل اس کے اندر نہ جلاوے دیا سلائی اس کے اندر نہ کھینچے باہر چراغ روشن کر کے اندر رکھدے تمباکو کھانے پینے والا جب تک خوب منہ کو صاف نہ کرے اس میں داخل نہ ہو۔

## فصل ششم

ایک رسم یہ ہے کہ اکثر قصبات میں عیدین کی امامت اور بعض جگہ جمعہ اور نماز پنجگانہ

کی بھی محض موروثی بناپر دعوی ریاست کے چلی آتی ہے خواہ امام صاحب میں اہلیت ہو یا نہ ہو بعض جگہ تو امام قرآن بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا ایسی صورت میں تو نماز ہی سب کی باطل ہوگی۔ اور اگر اتفاقاً صحیح بھی پڑھ لیا مگر مقتدی لوگوں کو اسکی امامت ناگوار ہے اور جبراً و کرہاً بخیال احتمال فتنہ کے ساکت ہیں تو اس امام کو سخت گناہ ہوگا حدیث میں آیا ہے کہ ایسے امام کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

## فصل ہفتم

ایک رسم یہ ہے کہ اکثر عیدین یا جمعہ میں یا اور نمازوں میں پہلے سے خود یا کسی نوکر چاکر دوست آشنا کی معرفت مسجد میں اپنا کپڑا یا تسبیح قبضہ کے لئے رکھدیتے ہیں اور آزادی و بےفکری سے جب جی چاہتا ہے تشریف لے جاتے ہیں سو یہ بات بالکل شریعت کے خلاف ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے دریافت کیا کہ ہم حضور کے لئے منیٰ[لہ] میں پہلے خیمہ وغیرہ لگا دیں آپ نے فرمایا نہیں کیونکہ وہاں ٹھیرنے کا استحقاق اسکو حاصل ہے جو پہلے پہونچ جاوے الخ البتہ اگر کسی جگہ جب آدمی بیٹھ گیا اور نماز ہونے تک بیٹھے رہنے کا ارادہ کرلیا۔ اگر اتفاقاً درمیان میں عارضی طور سے اٹھنا پڑے مثلاً وضو ٹوٹ گیا یا کھنکھارنے گیا اس وقت بھی شخص اس جگہ کا مستحق ہے دوسرے شخص کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں ایک حدیث اس مضمون کی بھی آئی ہے۔

## فصل ہشتم

ایک رسم یہ ہے کہ اکثر مساجد میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ ممتاز و بلند ہے بعض جگہ امام بالکل محراب کے اندر کھڑا ہوتا ہے ان دونوں صورتوں کو فقہا نے مکروہ

---

[لہ] مکہ مکرمہ میں ایک میدان کا نام ہے یہاں ۱۰-۱۱-۱۲ ذی الحجہ کو حاجیوں کا قیام ہوتا ہے۔

لکھا ہے۔ پس اس میں احتیاط کرنا چاہیئے۔ کہ امام کے کھڑے ہونے کی جگہ ایک بالشت بھی بلند نہ ہو اور کم از کم پاؤں محراب سے باہر رہنا چاہیئے۔

## فصل نہم

ایک رسم یہ ہے کہ اکثر لوگ دو چار نسخے یاد کر کے مطب اور علاج شروع کر دیتے ہیں۔ نہ کلیات سے واقف نہ جزئیات کے تفاوت کے احکام معلوم۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص طب میں ماہر نہ ہو اور علاج کرے اور اس کے علاج سے کوئی نقصان ہو جاوے وہ ضامن ہے۔ دنیا میں قابل سیاست[۱] و آخرت میں مستوجب[۲] عذاب ہے۔ نیم حکیم خطرۂ جان نیم ملا خطرہ ایمان مسلّم ہے۔

## فصل دہم

منجملہ ان کے یہ رسم ہے کہ قربانی کے جانور میں لازم سمجھتے ہیں کہ پائے حجام کا حق ہے اور سری سقہ کا حق ہے اسی طرح عقیقہ میں اپنے اپنے حقوق لازم کر رکھے ہیں اسکو لینے والے اور دینے والے ضروری سمجھتے ہیں اگر نہ دو تو شکایت اور مذمت و ہجو کرتے پھرتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ لوگ بلا اجازت مالک کے یہ چیزیں اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ پس سمجھ لینا چاہیئے کہ شریعت میں اس لزوم کی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ اگر غور کیا جاوے تو اس میں بڑی خرابی لازم آتی ہے وہ یہ کہ قاعدہ فقہیہ ہے کہ المعروف[۳] کالمشروط۔ پس جب اس درجہ کا عرف ہو جاوے تو ایسا ہوگا جیسا ان لوگوں سے شرط ٹھیرائی گئی ہو۔ اور اگر کوئی شخص اس طرح شرط ٹھیرا دے تو ...

---

[۱] یعنی قانوناً سزا ہونی چاہیئے۔ [۲] مستحق۔ [۳] جو چیز عرف میں آجاوے اور مشہور ہو جاوے ... ہے ... شرط لگالی گئی ہو۔ ۱۲

ہمارا فلاں کام کیا کرو تم کو اس خدمت کے معاوضہ میں فلاں چیز دیں گے تو وہ چیز اس صورت میں اجرت ہوگی اور اجرت بذمہ کام لینے والے کے دین[1] ہے تو گویا اس شخص نے قربانی کے اجزا سے اپنا دین ادا کیا اور یہ حکم بیع میں ہے اور حرام اور باطل ہے۔ صرف تبرعات[2] میں اس کا صرف کرنا جائز ہے۔ اسی طرح کھال کو یہ سمجھنا کہ مؤذن کا حق ہے اس میں بھی بعینہ یہی خرابی ہے جیسا کہ ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے۔ چاہیئے کہ اس رسم کو موقوف کریں اور بلا تعیین و بلا اعتقاد استحقاق مالک کو اختیار ہے جسکو چاہے دیدیا کرے اسی طرح قربانی میں اور بھی بے احتیاطیاں کرتے ہیں مثلاً عام رواج ہے۔ کہ گائے بھینس کا بچہ پرورش کے لئے حصہ پر دیدیتے ہیں یعنی زید اپنی گائے کا بچہ عمرو کو یہ شرط کر کے دیتا ہے کہ تم اپنے طور پر اس کی خدمت کرو کھلاؤ پلاؤ۔ جب یہ بڑا ہو جاوے آدھا ہمارا اور آدھا تمہارا اور یہی اس کا حق الخدمت و اجرت پرورش ہے پس کبھی وہ زید کے پاس رہتا ہے اور وہ اُجرت قیمت عمرو کو دے دیتا ہے کبھی بالعکس چونکہ یہ کسی عقد صحیح میں شرعاً داخل نہیں اس لئے معاملہ حرام ہے اور اگر خدمت کرنے والے کے پاس وہ جانور رہا تو اس کی ملک[3] خبیث ہے پس بعض لوگ ایسا جانور خرید کر اس کی قربانی کیا کرتے ہیں چونکہ اس صورت میں وہ بملک حاصل ہوگا اس لئے قربانی اس کی مردود ہوگی چاہیئے کہ اس معاملہ کو ترک کر دیویں اور ایسے جانور کی قربانی بھی نہ کریں اور دوسری قسم کی بے احتیاطیاں بھی قربانی میں ہو جاتی ہیں علماء سے تحقیق کر کے سب احتراز کریں فقط اللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم و احکم۔

---

[1] قرض۔ [2] مستحب چیزوں میں [3] اسکی ملکیت ناپاک اور خراب ہے۔

## جواب استفتائے متعلقہ رسوم مروجہ از حضرت فرید عصر وحید دہر فقیہ زماں مقتدائے دوراں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مد اللہ ظلالہم و افاض علینا من فیوضاتہم و زلال نوالہم

جو رسوم مروجہ زمانہ کہ کسی حجت[1] شرعیہ سے نادرست اور گناہ ہیں ان کے عدم جواز میں تو کچھ کلام نہیں ہے مگر جو رسوم کہ فی نفسہ مباح ہیں خواہ بدرجہ مندوب و مستحسن پہنچی ہوئی ہیں اگر عوام ان کو بمنزلہ واجب و مؤکد جاننے لگیں یا عملاً اون کے ساتھ برتاؤ واجب کا کرنے لگیں کہ ان کے ترک سے حجاب اور ندامت لاحق ہونے لگے اور باوجود عدم[2] وسعت کے ان کے ارتکاب[3] کی سعی کی جاوے اور تارک پر ملامت ہوتی ہو۔ جیسا کہ اب اکثر بلاد[4] اور اکثر طبائع ہیں باعتبار اکثر رسوم کے ایسے ہی مشاہد ہیں تو لاریب یہ التزام اور معاملہ نادرست اور موجب معصیت ہے اور اگر خود مرتکب رسم اس عقیدہ اور خیال سے بری ہے تب بھی باندیشہ فساد عقیدہ عوام اس کا ارتکاب نادرست ہوگا چنانچہ کتب فقہ و حدیث سے یہ امر ظاہر و باہر ہے ایسے وقت میں تارک[5] رسوم اور ماحی[6] بدعات اور ساعی[7] رواج طریقہ سنیہ بیشک مثاب[8] و ماجور[9] ہوگا علی ما دلت[10] علیہ الاحادیث الصحیحہ والروایات الفقہیہ المستند المعتبرۃ الصریحہ۔

۱۳۲۰ ھ
رشید احمد

بندہ رشید احمد گنگوہی

---

[1] دلیل شرعی۔ [2] گنجائش نہ ہونے۔ [3] کرنے کی۔ [4] شہروں۔ [5] رسوم کو چھوڑنیوالا [6] بدعتوں کو مٹانے والا۔ [7] سنت کے طریقہ کے رواج کی کوشش کرنے والا [8] مستحق ثواب [9] مستحق اجر۔ [10] جیسا صحیح حدیثیں اور مستند و معتبر صاف و صریح فقہی روایتیں اسپر دلالت کرتی ہیں۔ ۱۲

# تبلیغ و اصلاح کا سب سے پہلا قدم

## ہر مسلمان کا اہم ترین مذہبی قومی فرض

یا ایہا الذین آمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا (آیۃ کریمہ) اے ایمان والو بچاؤ اپنے آپ کو اور گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے

آپ کے ننھے ننھے جگر پارے عنقریب قوم کی قسمت کے مالک ہونگے انکی اصلاح قوم کی اصلاح ہے۔ ان کی ترقی قوم کی ترقی ہے۔ کوشش کیجئے کہ آپ کا نور چشم قوم کا نور ہو۔ یہ لخت دل اسلامی غنچہ ہے گلشن وطن کا اسلامی پھول ہے۔ اگر آپ نے اسکی اصلاح کی تو وہ آپ کے لئے باقیات صالحات سے ہوگا۔ ورنہ معاذ اللہ ارشاد خداوندی سے ڈریئے انما اموالکم و اولادکم فتنۃ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے۔ آپ اس کی ایسی تربیت کیجئے کہ گریجویٹ ہو کر بھی اس کی اسلامی خوشبو سے دنیا مہکے۔ آپ سب سے پہلے یہ بتا دیجئے کہ اسلام کیا ہے؟ وہ تم سے کیا چاہتا ہے۔ مسلمان کا مقصد حیات کیا ہے؟ خیال تو فرمائیے، علماء امت، رہنمایان قوم، مدبران ملت مدیران جرائد کا فیصلہ یہ ہے کہ بچوں کے لئے اسلامیات کا بہترین نصاب یہ ہے۔

**تعلیم الاسلام** (مکمل) چار حصہ مصنفہ حضرت علامہ مولینا کفایت اللہ صاحب ۱۲/

**اربعین** ۔ مصنفہ حضرت علامہ مولانا سید فخر الدین احمد صاحب۔ قیمت ۶/

**اسلامی تاریخ کی پہلی کتاب** معہ عقائد و احکام اسلام عرف ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم۔ قیمت ۳/

مذکورہ بالا تصانیف کے متعلق ذیل میں مختصر طور پر تشریحات درج ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

**تعلیم الاسلام** ۔ یہ کتاب لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکی ہے۔ اسلامی مدارس میں داخل درس ہے۔ اسلئے صرف اس قدر تشریح کافی ہے کہ اس میں اسلامی عقائد اور فقہ کے ضروری مسائل کو نہایت ہی خوبصورت اور دلپذیر شکل میں سوال و جواب کی صورت میں جمع کیا گیا ہے یہ کتاب اپنی جگہ پر بیشک بہترین کتاب ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ضرورت تھی کہ اسلام کی اخلاقی معاشرتی اقتصادی تعلیمات کو اس ہی طرح مختصر طور پر جمع کر دیا جائے۔ جسکو پڑھکر ہر بڑا چھوٹا سمجھ سکے کہ اسلام کیا ہے وہ کس تہذیب کی تعلیم دیتا ہے۔ اس نے معاشرت اور رہن سہن خانگی اور بیرونی تعلقات کے متعلق مسلمانوں کو کیا تعلیم دی ہے، ایک مومن کی شان کیا ہونی چاہیئے۔ فخر الانبیاء، خاتم الرسل سید الکونین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کیا ہے آپنے اپنے مقدس اعمال سے دنیا کے سامنے کیا نمونہ پیش فرمایا۔ تجارتی کتب خانہ فخریہ مستحق مبارکباد ہے کہ اس نے اس سلسلہ میں خاص جد و جہد کی اور بحمد اللہ کامیاب ہوا۔ اس سلسلہ میں دو کتابیں لکھی گئیں۔ جن کو اکابر علماء نے بہت زیادہ پسند فرمایا اور جابجا مدارس و اسلامی مدارس کے نصاب میں انکو داخل کر لیا گیا۔

**اربعین** از حضرت علامہ سید فخر الدین احمد صاحب شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد۔ یہ کتاب تقریباً ڈھائی سو احادیث مقدسہ اور چالیس آیات کریمہ پر مشتمل ہے۔ جو ۲۳ ابواب کے ماتحت نہایت خوبی سے جمع کی گئی ہیں۔ قیمت ۶/

**اسلامی تاریخ کی پہلی کتاب** عرف ہمارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) اور عقائد و احکام اسلام۔ اس کتاب میں فاضل مصنف نے چار خزانے جمع کئے ہیں (۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے پاکیزہ حالات جو اپنے انداز تحریر میں بے نظیر ہیں (۲) کلمہ طیبہ کی تشریح و تفسیر و عقائد اسلام۔ (۳) اسلام کے ضروری احکام (۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے ہر واقعہ کے بعد ایک نتیجہ پر خاص تنبیہ کیگئی ہے اور نہایت دلدوز طرز پر اس سے سبق حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے طرز تحریر ایسا پیارا کہ شروع کرنیکے بعد ختم کئے بغیر چھوڑنا مشکل ہو اور ایسا آسان کہ ہر بچہ خود سے سمجھ سکے۔ خط نہایت واضح ٹائیٹل نہایت خوبصورت۔ قیمت ۳/

ملنے کا پتہ: کتب خانہ فخریہ شاہی کمپنی امروہی دروازہ۔ مراد آباد

۲۹۷۶۴۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم ا ۔ ا

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔